ہر قسم کی کتب درسی وغیر درسی عربی و اردو نیز قرآن مجید حمائلیں ملنے کا پتہ:- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند (یو-پی)

تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

جلد چہارم

علم الفقہ

جو

مسائل فقہیہ دینیہ کی تعلیم کے لئے نہایت سلیس اور عام فہم اردو زبان میں بینظیر کتاب ہے

مرتبہ

حجۃ الاسلام امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور فاروقی مدظلہ العالی

جسکو
(مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ نے
اپنے
کتبخانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

DATA ENTERED

ہر قسم کی درسی وغیر درسی مذہبی کتب نیز ہر قسم کے قرآن مجید سیپارے ملنے کا پتہ (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند (یو-پی)

DATA ENTERED

علم الفقہ
جلد چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث الینا ازکی المرسلین ۔ بالشریعۃ السھلۃ البیضاء وکتاب مبین ۔ سیدنا محمد المحمود فی زبر الاولین ۔ فصلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ الذین بھم تکامل نصاب الدین ورضی عنھم رب العالمین ۔

جب حق سبحانہ کی نامحدود عنایت سے جو اس بندۂ ناچیز پر ہے علم الفقہ کی تیسری جلد تمام ہوچکی جسمیں صوم کا بیان ہے تو اب میں اس چوتھی جلد کو شروع کرتا ہوں اسمیں زکوٰۃ کا بیان ہوگا، قادر ذوالجلال محض اپنے فضل وکرم سے اس جلد کو بھی اپنی مرضی کے موافق اتمام کو پہنچائے اور مسلمانوں کو اس سے بھی ویسا ہی منتفع فرمائے جیسا پہلی تین جلدوں سے منتفع فرمایا اور مجھے حق لکھنے اور خطا سے بچنے کی توفیق دے ویرحم اللہ عبدا قال امینا۔ میں اپنے پروردگار کے احسان کا شکر کس طرح ادا کروں کہ اس نے مجھ جیسے ناقابل اور ناچیز کو اس دینی خدمت کیلئے منتخب فرمایا جس سے آج صدہا مسلمانوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے ۔ سچ ہے ؎

دادِ حق را قابلیت شرط نیست — بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

فللہ الحمد اولا واخرا۔ زکوٰۃ کے معنی لغت میں طہارت اور برکت اور بڑھنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں اپنے مال کی مقدار معین کے اس جز کا جس کو شریعت نے مقرر کردیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا چونکہ اس فعل سے باقی مال پاک ہوجاتا ہے اور اسمیں حق تعالی کی طرف سے برکت عنایت ہوتی ہے اور اس مال کی دنیا میں بھی ترقی ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ پاک اس کا دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اس لیئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا ۔

زکوٰۃ بھی نماز کی طرح تمام انبیاء کی امتوں پر فرض تھی ہاں اس کی مقدار اور اس مال کی تحدید

DATA ENTERED

میں جبکہ زکوٰۃ فرض ہو ضرور اختلاف رہا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اسلام میں اسکے متعلق بہت آسان احکام ہیں، اگلی امتوں پر اتنی آسانی نہ تھی۔

زکوٰۃ کی فضیلت اور اسکی تاکید

زکوٰۃ کی فضیلت اور تاکید کیلیے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں بتیس جگہ تو اس کا ذکر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ فرمایا گیا ہے اور بہت جگہ اس کا ذکر علیحدہ بھی ہے اسکے ادا کرنیوالوں کو دلکش اور سچے وعدوں سے عزت دیگئی ہے اور اس کے ادا سے باز رہنے والوں کو ایسے سخت سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ خدا جانتا ہے ایمان والوں کے دل اس عذاب کے خیال کرنے سے کانپ اٹھتے ہیں، آفریں ہے ان لوگوں کی مردانہ ہمت پر جو اس عذاب کے برداشت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک بڑا رکن ہے اسکی فرضیت قطعی ہے، منکر اسکا کافر اور تارک اسکا فاسق ہے اب میں بطور نمونہ چند آیات واحادیث زکوٰۃ کی تاکید کے متعلق نقل کرتا ہوں آیات (۱) ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنا ھم ینفقون (بقرہ ع ۱) ترجمہ (قرآن مجید) ان پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ آیت قرآن مجید کی ابتدائی آیت ہے، دیکھیے کتنی سخت تاکید ہے، قرآن مجید کی ہدایت سے فیضیاب ہونے کا انہیں لوگوں سے وعدہ کیا گیا جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۲) واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین (بقرہ ع ۵) ترجمہ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ (ملکر جماعت سے) نماز پڑھا کرو۔

(۳) واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ (بقرہ ع ۱۳) ترجمہ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (یقین کر لو کہ) جو نیکی تم اپنے لئے (مرنے سے پہلے کر لوگے اس (کے ثواب) کو تم اللہ کے یہاں پاؤگے۔

(۴) لکن البر من امن باللہ والملئکۃ والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی

والیتمٰی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ (الی قولہ تعالیٰ) اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون (بقرہ)، ترجمہ لیکن نیک وہ شخص ہے جو اللہ پر اور (اسکے) فرشتوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت پر (اپنے) قرابت والوں اور یتیموں اور غریبوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والونکو مال دے اور غلاموں (کے آزاد کرانے) میں (خرچ کرے)، اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، یہی لوگ ہیں جو سچے (ایماندار ہیں) اور یہی لوگ پرہیز گار ہیں، دیکھئے اس آیت میں سچے ایماندار اور پرہیز گار ہونے کا حصر ان صفات پر کر دیا گیا۔

(۵) یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ (بقرہ)، ترجمہ اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے جسمیں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ (کسی کی) دوستی اور سفارش کام (آئے گی)۔

(۶) مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشآء (بقرہ)، ترجمہ ان لوگوں کے مال کا حال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اس دانے کے مثل ہے جو سات بالیاں نکالے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، (یعنی ایک چیز کا ثواب سات سو گنا ملیگا) اور اللہ جسکے لیئے چاہتا ہے اس سے (بھی) بڑھا دیتا ہے۔

(۷) یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (بقرہ) ترجمہ اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں سے اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لیئے زمین سے نکالی ہے (ہماری راہ میں) خرچ کرو۔

(۸) ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم سیاتکم (بقرہ)، ترجمہ اگر تم صدقے ظاہر کر (کے دو) تو وہ (بھی) اچھا ہے اور اگر انکو چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لیئے (زیادہ) مفید ہے اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دیگا۔

(۹) الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرًا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم

لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون (بقرہ) ترجمہ جو لوگ اپنے مال دن رات کھلے اور چھپے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیئے ان کی مزدوری انکے پروردگار کے ہاں ہے اور (وہاں) نہ انپر خوف ہوگا نہ غمگین ہوں گے۔

(۱۰) والمقیمین الصلوۃ والموتون الزکوۃ والمومنون باللہ والیوم الاخر اولئک سنؤتیہم اجرا عظیما (بقرہ) ترجمہ اور نماز پڑھنے والے اور زکوۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی لوگ ہیں جنکو ہم بڑا اچھا بدلہ دیں گے۔

(۱۱) وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ واتیتم الزکوۃ وامنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتہا الانہار (مائدہ) ترجمہ اور اللہ نے اہل کتاب سے فرمایا کہ اگر تم نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو اور میرے (سب) پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور انکی مدد کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو تو میں تمہارے ساتھ ہوں اور بیشک میں تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا اور ضرور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

(۱۲) ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبہا للذین یتقون ویوتون الزکوۃ والذین ھم بایتنا یومنون (اعراف) ترجمہ اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے پس عنقریب میں اس کو ان لوگوں کے لیئے مقرر کردوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لایا کرتے ہیں۔

(۱۳) انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم ایاتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون الذین یقیمون الصلوۃ ومما رزقنٰھم ینفقون اولئک ھم المومنون حقا لہم درجت عند ربہم ومغفرۃ ورزق کریم (انفعال) ترجمہ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کے سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں وہ (ایسے لوگ ہیں) کہ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے ایماندار ہیں انہیں کے لیئے

ان کے پروردگار کے یہاں (بڑے) درجے ہیں اور بخشش اور عمدہ رزق ہے اس آیت کا حصر بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

(۱۴) فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم (توبہ) ترجمہ پھر اگر لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو انکی راہ (نہ بند کرو اور ان کو تکلیف نہ دو بلکہ ان کو) چھوڑ دو۔ معلوم ہوا کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ اسلام کی امان میں نہیں ہے اسی سبب سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا۔

(۱۵) فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (توبہ) ترجمہ پھر اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں، معلوم ہو کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے وہ دینی بھائی نہیں ہیں ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ کہاں تک پہنچتی ہے۔

(۱۶) ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ (توبہ) ترجمہ اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان پر مہربانی کریگا۔

(۱۷) خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (توبہ) ترجمہ (اے نبی) انکے مالوں سے تم صدقہ لو جسکے ذریعہ سے تم ان کو (گناہوں سے) پاک کردو اور ان (کے دلوں) کو صاف کردو۔ معلوم ہوا کہ صدقہ دینا گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

(۱۸) واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (مریم) ترجمہ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں۔ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صرف شریعت اسلامیہ کیساتھ خاص نہیں بلکہ تمام پیغمبروں کو اس کا حکم دیا گیا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ انبیاء^ع علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو حکم دینے سے یہ مقصود ہے کہ

ع علماء نے انبیاء پر زکوٰۃ فرض نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ زکوٰۃ کی غرض گناہوں سے پاک ہونا ہے اور انبیاء یوں ہی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں مگر یہ وجہ درست نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ زکوٰۃ حق مال ہے خواہ صاحب مال گناہوں سے پاک ہو یا نہ ہو بلکہ اصل وجہ اسکی جو میری فہم ناقص میں آتی ہے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ پاک کے پورے اور کامل بندے ہوتے ہیں انکا حال بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا رقیق (غلام) کا کہ کوئی چیز اسکی ملک نہیں ہوتی اسکے ہاتھ میں چاہے جتنا مال آجائے سب اسکے مالک کا ہوتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے جو کچھ ان کے ہاتھ میں آجائے وہ سب اللہ کا ہے پس جب وہ کسی مال کے مالک نہیں ہوتے تو زکوٰۃ کس چیز کی دیں یہی سبب ہے ان کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور اسی کیطرف اس صحیح حدیث میں اشارہ ہے کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث (باقی بر صفحہ

ذہ اپنی امت کو اس کی تعلیم کریں۔

(۱۹) وکان یامر اھلہ بالصلوۃ والزکوۃ وکان عند ربہ مرضیا (مریم) ترجمہ) اور (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) اپنے کنبے کو نماز (پڑھنے) اور زکوۃ (دینے) کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے، دیکھیے زکوۃ کی تعلیم کو اللہ پاک نے ایک اولوالعزم پیغمبر کی تعریف میں ذکر فرمایا۔

(۲۰) واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وکانوا لنا عابدین (انبیاء) ترجمہ اور ہم نے ان کی طرف نیکیوں کے کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا بھیجا اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

(۲۱) قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم للزکوۃ فاعلون (مومنون) ترجمہ بیشک کامیاب ہوں گے وہ ایماندار جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں اور وہ جو زکوۃ کے (ادا) کرنے والے ہیں۔

(۲۲) قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلوۃ وینفقوا مما رزقناھم سرا وعلانیۃ من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلال (ابراہیم) ترجمہ (اے نبی) میرے ان بندوں سے جو ایمان لائے ہیں کہدو کہ نماز پڑھا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ (ہماری راہ میں) چھپے اور کھلے خرچ کیا کریں اس دن (یعنی قیامت) کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید فروخت ہوگی اور نہ (لوگوں کی) دوستی (کام آئے گی)۔

(۲۳) رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار (نور) ترجمہ ایسے مرد کہ ان کو کوئی تجارت اور کوئی بیع اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن (یعنی قیامت) سے ڈرتے ہیں جس میں (خوف کے مارے) لوگوں کے دل اور آنکھیں الٹ جائینگی

(۲۴) ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ (آل عمران) ترجمہ اور جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل ان کے لئے مفید ہے بلکہ وہ یقین کرلیں کہ (وہ) ان کے لئے

باقی حاشیہ (از صفحہ ۶) ما ترکنا صدقۃ یعنی ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال متروکہ سے آپ کی ازواج اور بنات کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ۱۲

برا ہے، عنقریب قیامت کے دن جس چیز کیساتھ انھوں نے بخل کیا ہے اسکا طوق انھیں پہنایا جائے گا، اس آیت کے مطلب کی توضیح حدیث سے ہوگی۔

(۲۵) والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم ہذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ترجمہ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی) تم ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو جسدن کہ وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائیگا پھر اس سے ان (بدنصیبوں) کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائینگی (اور ان سے کہا جائیگا) کہ یہ وہی (سونا چاندی) جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا پس (اب) جو تم نے جمع کیا تھا اس (کے مزے) کو چکھو۔ اللہ اکبر کیسی سخت وعید ہے کہ سننے سے دل کانپتا ہے، اے مہربان پروردگار اپنے فضل و کرم کی طرف نظر فرما اور اس ناقابل برداشت عذاب سے اپنے برگزیدہ نبی کی مرحوم امت کو بچالے۔ ان آیات کے دیکھنے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی کس قدر تاکید اللہ پاک کو منظور ہے، نماز اور زکوٰۃ کے سوا کسی عبادت کا اس قدر ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے گو اس کے مسائل روزہ کی طرح بیان نہیں فرمائے گئے۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ جس قدر آیتوں میں زکوٰۃ کا ذکر ہم نے وہ سب یہاں لکھدی ہیں بلکہ ابھی بہت سی آیتیں باقی ہیں جنکو ہم نے طول کے سبب سے نہیں ذکر کیا اب ذرا ایک سرسری نظر سے احادیث کو بھی دیکھیئے۔

احادیث (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھ کو یہی اچھا معلوم ہوگا کہ تین دن بھی نہ گذرنے پائیں کہ وہ سب خرچ ہو جائے اور میرے پاس کچھ بھی نہ رہجائے (صحیح بخاری)

(۲) ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح کو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ ایک یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ سخی کو اس کے مال کا بدل عنایت فرما، دوسرا دعا کرتا ہے کہ اے اللہ بخیل کو ہلاکت نصیب کر (بخاری و مسلم)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی اللہ سے قریب ہے

جنت سے بھی قریب ہے، لوگوں سے بھی قریب ہے اور دوزخ سے بعید ہے اور بخیل اللہ سے بھی بعید ہے، جنت سے بھی بعید ہے، لوگوں سے بھی بعید ہے اور دوزخ سے قریب ہے اور بیشک سخی جاہل بخیل عابد سے اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ (ترمذی)

شیخ مصلح الدین شیرازی نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے ؎

بخیل ار بود زاہد بحر و بر　　بہشتی نباشد بحکم خبر

(۴) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایکمرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا آپ کعبہ مکرمہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے مجھکو دیکھکر آپ فرمانے لگے کہ رب کعبہ کی قسم وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جنکے پاس مال زیادہ ہو مگر ہاں جو اس مال کو آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور ایسے کم لوگ ہیں۔ (صحیح بخاری)

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو اسکا مال قیامت کے دن اس کیلیے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا وہ اسکے دونوں جبڑوں کو اپنے منھ میں لے لیگا یعنی اسکو کاٹے گا اور کہیگا کہ میں تیرا مال ہوں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ الآیۃ۔ (صحیح بخاری)

(۶) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے تو آپ نے پوچھا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو یا نہیں انھوں نے عرض کیا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ اس کے بدلے میں تم کو آگ کے کنگن پہنائے جائیں انھوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا اس کی زکوٰۃ دیا کرو۔ (ترمذی)

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم میں کوئی شخص بکری کو اپنی گردن پر لادے ہوئے قیامت میں میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے یعنی مجھسے مدد چاہے اور میں اس سے کہدوں کہ میں تیرے لیئے کچھ نہیں کرسکتا میں نے تو تم لوگوں کو احکام الٰہی سنا دیئے تھے، اور کوئی شخص اونٹ کو اپنی گردن پر لادے ہوئے میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے اور میں کہدوں کہ میں تیرے لیئے کچھ نہیں کرسکتا میں تبلیغ کرچکا۔ (صحیح بخاری)

ذرا اس حدیث کو دیکھیئے زکوٰۃ نہ دینے والے کو کیسے سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ وہ بکری اور اونٹ جنکی زکوٰۃ نہیں دیگئی اس کی گردن پر سوار ہوں گے، سب سے زیادہ مصیبت یہ ہیکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت سے انکار فرماتے ہیں، اب کہیئے زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کہاں ٹھکانا ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص پاک کمائی سے ایک خرمے کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ خود اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر اس کے ثواب کو بڑھاتا ہے جیسے تم اپنے پالے ہوے بچے کی پرورش کرتے ہو یہانتک کہ وہ ثواب ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۹) قیامت کے دن جو سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بھی بیان فرمایا ہے جو ایسا چھپا کے صدقہ دے کہ اسکے دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

(۱۰) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ سے پوچھا کہ ہم میں سب سے پہلے آپ سے کون ملیگا، ارشاد ہوا کہ جس کا ہاتھ تم سب میں بڑا ہوگا انھوں نے اسکا ظاہری مطلب سمجھ کر ایک لکڑی سے سب کے ہاتھ ناپے تو ام المومنین سودہؓ کا ہاتھ سب میں بڑا نکلا مگر جب سب سے پہلے ام المومنین زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کے بڑے ہونے سے سخاوت مراد تھی اور ام المومنین زینبؓ سب سے زیادہ سخیہ تھیں۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث کو دیکھیئے صدقہ دینے کی کتنی فضیلت اس سے نکلتی ہے کیا کسی ایماندار کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی اور نعمت ہو سکتی ہے کہ مرنیکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اس کو نصیب ہو حاشا وکلا یہ وہ نعمت ہے جسکے سامنے جنت بھی کوئی چیز نہیں۔

(۱۱) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوے سنا کہ اے لوگو آگ سے بچو اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی دیکر سہی۔ (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ صدقہ دینا چاہیئے۔ کتنی ہی کم چیز ہو دوزخ سے نجات کا سبب ہوتا ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صدقہ ہر بلا کو رد کرتا ہے اور ہر مرض کو اس سے شفا ہوتی ہے

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب کوئی شخص کچھ مال صدقہ دینے کے لیے لاتا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور اس کے لیے رحمت کی دعا فرماتے تھے چنانچہ ابو اوفی رضی اللہ عنہ جب اپنا صدقہ لائے تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی اے اللہ رحمت نازل فرما ابو اوفی کے خاندان پر۔ (صحیح بخاری)

یہاں تک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اقوال تھے اگر آپ کے حالات سنیہ ذکر کئے جائیں اور صرف انھیں پر اکتفا کی جائے جو نہایت صحیح طریقوں سے مروی ہیں تب بھی ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے۔

(۱۳) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور بعد اس کے بہت جلد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے، صحابہ نے اس خلاف عادت واقعہ کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رہ گیا تھا، مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ رات کو گھر میں رہے تو میں اس کو تقسیم کرآیا۔ (صحیح بخاری)

(۱۴) ایک مرتبہ مرض وفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ یا سات دینار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو تقسیم کر دو حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے سبب سے کچھ خیال نہ رہا آپ نے پھر مجھ سے پوچھا کہ وہ دینار کیا ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی بیماری کے سبب سے مجھ کو کچھ خیال نہیں رہا، تب آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا خیال ہے کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ یہ اس کے پاس ہوں۔ (مسند امام احمد)

اب صحابہؓ کے حالات سنیئے کہ انھیں زکوٰۃ کے معاملات میں کیسی سرگرمی ہوتی تھی اور صدقہ دینے پر کیسے حریص اور دلدادہ تھے اور کیوں نہ ہوتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر کہاں جا سکتا ہے۔

آثار صحابہ سب سے بڑا انعام کا جو تعلق ہو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے

زمانۂ خلافت میں بلکہ خلیفہ ہوتے ہی ہوا یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ زکوٰۃ کے منکر ہوگئے اور یہ کہنے لگے کہ زکوٰۃ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فرض تھی آپ کے بعد اس کی فرضیت نہیں رہی، صحابہ نے ان لوگوں کو مرتد سمجھا اور ان سے اسی طرح جہاد کیا جیسے مرتدوں سے کیا جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے اور عرب کے بعض لوگ مرتد ہوگئے اور حضرت صدیقؓ نے انسے جہاد کا ارادہ کیا تو حضرت فاروقؓ نے ان سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے کیوں جہاد کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ جب کوئی لا الٰہ الا اللہ کہدے تو اس کا جان و مال میری طرف سے مامون ہو جاتا ہے، حضرت صدیقؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کہ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس سے میں ضرور لڑوں گا خدا کی قسم اگر وہ اونٹ کا چھوٹا بچہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیتے تھے اور مجھکو نہ دیں گے تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا۔ حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اللہ نے ابوبکرؓ کے دل میں یہ بات ڈالی ہے۔ پس مجھکو یقین ہوگیا کہ یہ حق ہے۔

صحابہ میں بعض لوگ ایسے تھے کہ جو حاجت سے زائد ایک پیسہ کا بھی رکھنا حرام سمجھتے تھے۔ اور جو شخص ایسا کرے اس کے لئے وہی عذاب بیان کرتے تھے جو اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الآیہ میں مذکور ہے۔ حضرت ابوذر غفاری بدری رضی اللہ عنہ کا ذکر اس مقام پر خاص طور سے کیا جاتا ہے ان کو اس مسئلہ میں سخت غلو تھا تمام لوگ ان کے مخالف ہوگئے اسی کے سبب سے ان کو اپنا پیارا وطن مدینۂ منورہ چھوڑنا پڑا۔ مگر اس مسئلے سے نہ پھرے، اخیر وقت تک یہی کہتے رہے کہ زائد از حاجت جو ایک پیسہ بھی رکھیگا وہ اسی سخت عذاب کا مستحق ہے۔ اور صحابہ کی عموماً یہ عادت تھی کہ جس مسئلے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتے تھے گو اس کے اخذ کرنے میں ان سے غلطی ہوئی ہو مگر پھر اس سے رجوع نہ کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ زید بن وہبؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گذر مقام ربذہ میں ہوا تو مجھ کو ابوذر رضی اللہ عنہ ملے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ

یہاں کیسے رہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں شام میں تھا مجھ سے اور معاویہؓ سے اس آیت کی
تفسیر میں اختلاف ہوا۔
الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ معاویہؓ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے
حق میں ہے میں کہتا تھا نہیں ان کے اور ہمارے سب کے حق میں ہے تو انھوں نے
حضرت عثمانؓ کو میری شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عثمانؓ نے مجھ کو مدینہ میں بلا لیا
مدینہ والوں نے میرے پاس سخت ہجوم کیا کہ گویا اس سے پہلے انھوں نے مجھے
دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے حضرت عثمانؓ سے یہ کیفیت بیان کی انھوں نے کہا
اگر تم چاہو تو مدینے سے باہر کسی اور قریب کے مقام میں جا کر رہو اسی سبب سے
میں یہاں پڑا ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ بھی عادت تھی کہ جہاں لوگوں کا مجمع دیکھتے تو زکوۃ کا وعظ
ضرور کہتے۔

صحابہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ جن کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تھا تو وہ صرف صدقہ دینے
کے لئے مزدوری کرتے تھے، بوجھ لادتے تھے صحیح بخاری میں ابومسعود انصاری
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم بازار جا کر مزدوری
کرتے تھے اور بوجھ اٹھاتے تھے جو کچھ ہم کو مل جاتا اس کو صدقے میں دیتے تھے۔ اللہ
اکبر، اس حرص کو دیکھئے، کھانے کو میسر نہ تھا مگر صدقہ کے فضائل سن کر ان سے نہ رہا گیا
خاص صدقہ کے لئے محنت مزدوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے صحابہ کو صدقہ دینے کا حکم دیا، حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت اتفاق
سے میرے پاس مال تھا میں اپنا نصف مال لے آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر کبھی ابوبکرؓ
سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ آج ہی کا دن ہوگا۔ جب میں اپنا مال لایا تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کس قدر چھوڑ دیا۔ میں نے
عرض کیا کہ اسی قدر اور ابوبکرؓ اپنا کل مال لے آئے۔ ان سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے وہی پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے گھر والوں کے لئے اللہ اور

اس کے رسول ؐ کو چھوڑ دیا ہے، تب میں نے کہا کہ میں ابو بکرؓ پر کبھی سبقت نہ لے جا سکوں گا۔ (ترمذی)

غرضکہ اسی قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہؓ کو جیسی سرگرمی اور دلچسپی زکوٰۃ کے متعلق تھی اسکی نظیر ملنا دشوار ہے۔

زکوٰۃ کے فضائل میں گو بظاہر ہم نے کچھ زیادہ بیان کیا۔ مگر درحقیقت اس کی جس قدر تاکید اور فضیلت شریعت اسلامیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) میں بیان فرمائی گئی ہے اس کا ایک شمہ بھی بیان نہیں ہوا۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایک دن مجھکو خداوند رب العزت کے حضور میں جانا ہے وہ ان قدر قلیل تاکیدوں کے دیکھنے کے بعد بھی اس امر کی جرأت نہیں کر سکتا کہ ادائے زکوٰۃ میں ذرا بھی کوتاہی کرے۔ کیا کسی میں ایسی طاقت ہے کہ ان عذابوں کی برداشت کرلے جو زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیئے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں۔

مقدمہ جس میں ان اصطلاحی الفاظ کا بیان ہوگا جو زکوٰۃ کے مسائل میں مستعمل ہوئے ہیں۔

نصاب مال کی وہ خاص مقدار ہے جسپر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی مثل اونٹ کیلئے پانچ اور پچیس وغیرہ کا عدد اور بکری کے لیئے چالیس اور ایکسو اکیس وغیرہ کا عدد اور چاندی کے لیئے دوسو درم اور سونے کے لیئے بیس مثقال۔

سائمہ وہ جانور جنمیں یہ تین باتیں پائی جائیں (۱) سال کے اکثر حصہ میں اپنے منھ سے چرکے اکتفا کرتے ہوں اور گھر میں ان کو کچھ نہ دیا جاتا ہو اگر نصف سال اپنے منھ سے چرکے رہتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں، اسی طرح اگر گھانس ان کے لیئے گھر میں منگائی جاتی ہو خواہ وہ بہ قیمت یا بے قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں (۲) جو گھانس وہ چرتے ہوں اس کے چرنے سے کسی طرف سے ممانعت نہ ہو۔ اگر کسی کی منع کی ہوئی اور ناجائز گھانس انکو چرائی جا

Marfat.com

تب بھی وہ سائمہ نہ ہوں گے (۳) دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لئے رکھے گئے ہوں، اگر دودھ اور نسل کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لئے یا سواری کے لئے تو پھر وہ سائمہ نہ کہلائیں گے۔

ضرورت اصلیہ وہ ضرورت جو جان یا آبرو سے متعلق ہو یعنی اس کے پورا نہ ہونے سے جان یا آبرو کا خوف ہو مثلاً کھانا، پینا، کپڑے، رہنے کا مکان، پیشہ ور کو اس کے پیشہ کے اوزار وغیرہ۔

درہم زکوٰۃ کے مسائل میں جب بولا جاتا ہے تو اس سے دو ماشہ اور ڈیڑھ رتی مراد ہوتی ہے اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے اور ایک رتی چار جَو کی ہوتی ہے، پس ایک درہم میں ستر جَو ہوئے اور ساڑھے سترہ رتی۔

مثقال تین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے اس لئے کہ مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط پانچ جَو کا ہوتا ہے، پس ایک مثقال میں سو جَو ہوئے اور سو جَو کی حساب، چار (جَو فی رتی) پچیس رتیاں ہوئیں اور پچیس رتی کے حساب آٹھ رتی فی ماشہ تین ماشے ایک رتی ہوئی۔

صاع انگریزی سیر کے حساب سے جو کلدار اسّی روپیہ کا ہوتا ہے سوا دو سیر

عہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں درہم مختلف وزن کے ہوتے تھے حضرت [illegible] عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جب دیکھا کہ درہم کے مختلف ہونے سے لوگوں میں [illegible] وزن کا ایک ایک درہم [illegible] تینوں درہم ملا کر [illegible] وزن [illegible] قیراط کا ہے پس [illegible] تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور تمام عرب [illegible] زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ کے ادا ہونے لگے، یہاں درہم کا یہی وزن لکھا گیا [illegible]۔

عہ علم الفقہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۵ کے حاشیہ [illegible] درہم کا وزن دو ماشہ ایک رتی لکھا ہے [illegible] غلطی ہو گیا [illegible]

عہ صاع کا وزن جو یہاں لکھا گیا عراقی صاع کا ہے جو حنفیہ کے یہاں معتبر ہے [illegible] صاحب [illegible] اور دوسرے محققین حنفیہ کے موافق ہے۔ مگر صاحب شرح وقایہ نے صاع کے حساب میں اختلاف کیا ہے مگر وہ اکثر حنفیہ کے نزدیک مقبول نہیں اس لئے اختیار نہیں کیا گیا امام شافعی کے نزدیک [illegible] صاع کا اعتبار ہے وہ انگریزی سیر سے [illegible] ایک چھٹانک ہوتا ہے۔

نو تولہ سات ماشہ کا ہوتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ پانچ ماشہ کم دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے غرض کہ پانچ ماشہ کی کمی کوئی کمی نہیں ایک صاع کو دو سیر ڈیڑھ پاؤ سمجھنا چاہیئے کیونکہ حسب تصریح محققین ایک صاع ایکہزار چالیس درم کا ہوتا ہے اور ہر درم دو ماشہ ڈیڑھ رتی کا۔ پس صاع میں دو ہزار دو سو چھپتر ماشے ہوئے اور ان ماشوں کے ایک سو نواسی تولے سات ماشے ہوئے اور ان تولوں کے بحساب اسی تولہ فی سیر دو سیر ایک پاؤ نو تولے سات ماشے ہوئے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونیکی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) بالغ ہونا، نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں، نابالغ کے ملک میں چاہے جسقدر مال آجائے مگر نہ اس پر نہ اس کے ولی پر، کسی پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۳) عاقل ہونا۔ مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں نہ اس شخص پر جس کے دماغ میں کوئی مرض پیدا ہوگیا اور اس سبب سے اس کی عقل میں فتور آگیا ہو، ہاں اس قدر تفصیل ہے کہ جنون غیر اصلی اور یہ نقصان عقل اگر پورے سال بھر رہے گا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی اور اگرچہ پورے سال بھر نہ رہے تو لغو سمجھا جائیگا اور زکوٰۃ فرض ہوگی البتہ اگر جنون اصلی ہے تو اس کا ہر حال میں اعتبار ہوگا، سال بھر نہ رہے تب بھی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی مثلاً کسی کو سال میں دو ایک مرتبہ جنون ہو جائے تو اس سال کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہوگی بلکہ جس وقت سے اس کا جنون زائل ہوا ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتدا سمجھی جائے گی۔ (ردالمختار وغیرہ)

(۴) زکوٰۃ کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام میں ہونا، جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت سے ناواقف ہو اور دارالاسلام میں بھی نہ رہتا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

ع جنون اگر بالغ ہونے سے پہلے عارض ہوا ہو تو اصلی ہے ورنہ غیر اصلی ۱۲۔

(۵) آزاد ہونا غلام پر گو وہ مکاتب[ع] یا ماذون[ن] ہو زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۶) ایسی چیز کے نصاب کا مالک ہونا جو ایک سال تک قایم رہتی ہو، جو چیز ایک سال تک قایم نہ رہتی ہو جیسے ککڑی، کھیرا، خربوزہ، تربوز اور باقی ترکاریاں وغیرہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۷) اس مال پر ایک سال کامل کا گذر جانا بغیر ایک سال کے گذرے ہوئے زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۸) سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا پورا ہونا چاہیے سال کے درمیان میں کم ہوجائے ہاں اگر سال کے شروع یا آخر میں نصاب کم ہو جائے تو پھر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۹) اس مال کا ایسے قرض سے محفوظ ہونا جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو سکتا ہے خواہ وہ اللہ جل شانہ کا قرض ہو جیسے زکوٰۃ عشر خراج وغیرہ کہ حق اللہ تو ہیں مگر ان کا مطالبہ امام وقت کی طرف سے ہو سکتا ہے یا وہ قرض بندوں کا ہو زوجہ کا مہر بھی اسی قرض میں داخل ہے اگرچہ مؤجل ہو۔ جو مال اس قسم کے قرض میں مستغرق ہو یا اس قدر قرض ہو کہ اس کے ادا کرنے کے بعد نصاب پورا نہ رہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر ایسا قرض ہو کہ جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہیں ہو سکتا مثلاً کسی پر کفارہ واجب ہو یا حج تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ سال کے درمیان میں اگر قرض ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ مال فنا ہو گیا یہاں تک کہ اگر قرض خواہ اس قرض کو معاف کر دے تب بھی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی بلکہ جس وقت اس نے معاف کیا ہے اس وقت سے اس مال کے سال کی ابتدا رکھی جائے گی۔ اگر کسی کے پاس کئی قسم کے مالوں کا نصاب ہو اور اس پر قرض ہو تو اس کو چاہیے کہ قرض کو ایسی چیز کی طرف راجع کرے جس کی زکوٰۃ کم ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے مثلاً

ع مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے اس شرط پر آزاد کر دیا ہو کہ وہ اس قدر روپیہ کما کر اس کو دیدے جب تک وہ اس قدر روپیہ کما کر نہ دے غلام رہتا ہے اور بعد دیدینے کے آزاد ہو جاتا ہے ۱۲ منہ ن ماذون وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے اجازت دی ہو کہ وہ کمائی کرے اور اپنے آقا کو لا کر دے ۱۲۔

کسی کے پاس چاندی کا ایک نصاب ہو اور بکری کا بھی ایک ہو تو اس کو چاہیئے کہ قرض کو چاندی کے نصاب کی طرف راجع کرے کیونکہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ بہ سبب اس کے کہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ ہے بکری کے ایک نصاب کی زکوٰۃ سے بہت کم ہوتی ہے ہاں اگر وہ قرض اس قدر زیادہ ہو کہ ایک چیز کا نصاب اسکے لیئے کافی نہ ہو تو پھر جتنے نصابوں میں اسکی ادائی ممکن ہو اسی قدر نصابوں کی طرف راجع کیا جائے گا اور ان کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔

(۱۰) وہ مال اپنی اصلی ضرورتوں سے زائد ہو جو مال اپنی اصلی ضرورتوں کیلیئے ہو اسپر زکوٰۃ فرض نہیں بس پہننے کے کپڑوں اور رہنے کے گھر پر اور خدمت کے غلاموں پر اور سواری کے گھوڑوں پر اور خانہ داری کے اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں اور اسی طرح ان کتابوں پر جو تجارت کی نہوں خواہ کسی اہل علم کے پاس ہوں یا کسی جاہل کے پاس ہوں اور اسی طرح پیشہ وروں کے اوزار و اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں خواہ وہ اوزار اس قسم کے ہوں کہ ان سے نفع لیا جائے اور وہ باقی رہیں جیسے کلہاڑی بسولی وغیرہ یا ایسے ہوں کہ نفع لینے سے ان کی ذات فنا ہوتی جاتی ہو مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس کا اثر نہ باقی رہے جیسے صابون وغیرہ کہ دھونے سے خود فنا ہوتا جاتا ہے اور اس کا اثر کپڑے پر باقی نہیں رہتا اور اگر اثر باقی رہتا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی جیسے کسم کہ رنگنے سے فنا ہوتا ہے مگر اس کا اثر کپڑے پر باقی رہ جاتا ہے پس اسپر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

اور اسی طرح وہ روپیہ جو اپنی اصلی ضرورتوں کے لیئے رکھا ہو اس پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں[ف] بشرطیکہ وہ ضرورت اسی سال میں درپیش ہو اور اگر وہ ضرورت سال آئندہ میں

ف بعض فقہا نے لکھا ہے کہ روپیہ پر ہر حال میں زکوٰۃ فرض ہے خواہ ضرورت اصلیہ سے زائد ہو یا نہیں مگر چونکہ علامہ بن ملک نے تصریح کر دی ہے کہ اگر روپیہ اصلی ضرورتوں کے لیئے رکھا ہو تو اسپر زکوٰۃ فرض نہیں اور متون فقہ کی ظاہر عبارت بھی اسی کی موئد ہے لہذا علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ وہ ضرورت اگر بالفعل موجود ہے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی ورنہ ہوگی۔ ۱۲۔ (ردالمحتار)

پیش آنیوالی ہو بالفعل نہ ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی (ردالمختار)

(۱۱) مال کا اپنے یا اپنے وکیل کے ملک و قبضے میں ہونا۔ جو مال ملک اور قبضے میں نہ ہو یا ملک میں ہو قبضے نہ ہو یا قبضے میں ہو ملک میں نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں پس مکاتب کے کمائے ہوے مال میں زکوٰۃ نہیں، نہ اس پر نہ اس کے مولی پر اس لیئے کہ وہ مال مکاتب کی ملک میں نہیں گو قبضے میں ہے اور مولی کے قبضہ میں نہیں گو ملک میں ہے اور اسی طرح ماذون کی کمائی میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں اور رہن کی ہوئی چیز پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ نہ رہن رکھنے والے پر نہ رہن کرنے والے پر اس لیئے کہ رہن رکھنے والا اس کا مالک نہیں گو اس پر قابض ہے اور رہن کرنے والا اس پر قابض نہیں گو اس کا مالک ہے۔ اسی طرح جو مال ایک مدت تک کھویا رہا بعد اس کے مل گیا تو جس زمانہ تک کھویا رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ اسوقت قبضے میں نہ تھا۔ اسی طرح جو مال دریا میں گر جائے اور کچھ دنوں کے بعد نکالا جائے تو جس زمانہ تک گرا رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں اسی طرح جو مال کسی جنگل میں دفن کردیا گیا ہو اور اس کا مقام یاد نہ ہو اور کچھ زمانہ کے بعد یاد آجائے تو جتنے زمانہ تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر کسی مکان میں دفن کیا گیا ہو اور اسکا مقام یاد نہ رہے اور پھر یاد آجاوے تو جس زمانہ میں بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض ہوگی کیونکہ وہ مال قبضہ سے باہر نہیں ہوا۔ اسی طرح جو مال کسی کے پاس امانت رکھا گیا ہو اور بھول جائے کہ کس کے پاس رکھا تھا اور پھر یاد آجائے تو جس زمانہ تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی، بشرطیکہ وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی گئی تھی اجنبی ہو اگر کسی جانے ہوے آدمی کے پاس امانت رکھی جائے اور یاد نہ رہے تو اس بھولے ہوے زمانہ کی زکوٰۃ بھی فرض ہوگی، اسی طرح اگر کسی کو کچھ قرض دیا جائے اور قرضدار انکار کرجائے اور کوئی گواہ بھی نہ ہو خواہ قرضدار مالدار ہو یا مفلس، پھر چند روز کے بعد وہ لوگوں کے سامنے قرض کا اقرار کرے تو اس انکار کے زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی اسی طرح جو مال کسی نے ظلماً چھین لیا ہو

اور پھر چند روز کے بعد وہ اس کو ملجائے تو جس زمانہ تک وہ اسکو نہیں ملا اس زمانہ کی زکوٰۃ اسپر فرض نہ ہوگی حاصل یہ کہ جب مال قبضہ یا ملک سے نکل جائے گا تو زکوٰۃ فرض نہ رہیگی زکوٰۃ فرض ہونیکے لیئے قبضہ اور ملک دونوں کا ہونا شرط ہے۔

(۱۲) مال میں ان تین وصفوں سے ایک وصف کا پایا جانا (۱) نقدیت (۲) سوم (۳) نیت تجارت - سونے اور چاندی میں نقدیت پائی جاتی ہے، لہٰذا ان میں بہرحال زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ نیت تجارت کی ہو یا نہیں اور خواہ سونا چاندی مشکوک ہو یا غیر مشکوک اور خواہ اس کے زیور[ف] یا برتن بنائے گئے ہوں، سائمہ جانوروں میں سوم پایا جاتا ہے۔ غیر سائمہ جانور اور باقی اموال اگر ان میں تجارت کی نیت کی جائے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، خواہ وہ مال کتنا ہی قیمتی اور از قسم جواہر کیوں نہ ہو۔ تجارت کی نیت مال کے مول لیتے وقت ہونا چاہیئے - اگر بعد مول لینے کے نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں تا وقتیکہ اس کی تجارت شروع نہ کردی جائے اگر کوئی مال تجارت کے لیئے مول لیا گیا ہو اور بعد مول لینے کے یہ نیت نہ رہے تو وہ مال تجارتی نہ رہے گا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ رہے گی پھر اس کے بعد اگر نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہ ہوگی جبتک کہ اس کی تجارت نہ کردی جائے۔

(۱۳) اس مال میں کوئی دوسرا حق مثل عشر یا خراج کے واجب نہ ہو۔

ف امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیور جو پہننے کے لیئے ہو اسپر زکوٰۃ فرض نہیں ان کے نزدیک پہننے کا زیور بھی پہننے کے کپڑوں کے حکم میں ہے مگر یہ صرف انکا قیاس ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں چاندی اور سونیکی زکوٰۃ نہ دینے والوں کی خرابی بیان فرمائی ہے وہاں زیور کو مستثنےٰ نہیں کیا۔ احادیث میں بھی کہیں زیور کو مستثنےٰ نہیں فرمایا بلکہ صحیح احادیث میں زیور کی زکوٰۃ دینے کا حکم وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں سونیکے کنگن تھے، آپ نے پوچھا کہ تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تجھے آگ کے کنگن پہنائے۔ فتح القدیر میں ابوالحسن قطان سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو صحیح کیا اور منذری نے بھی اس کے سند کی تنقید کی اور اور ہر راوی کو جانچا اور اس کو صحیح کہا اسی قسم کی اور حدیثیں بھی ہیں ۱۲۔

Marfat.com

اگر عشر یا خراج اس مال پر ہوگا تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ دو حق ایک مال پر فرض نہیں ہوتے۔

زکوٰۃ کے صحیح ہونیکی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا زکوٰۃ دینا صحیح نہیں۔ اگر کوئی کافر اپنے مال کی کئی سال پیشگی زکوٰۃ دیدے اور بعد اس کے مسلمان ہوجائے تو وہ زکوٰۃ دینا اس کے لئے کافی نہ ہوگی بلکہ اس کو پھر زکوٰۃ دینا ہوگی۔

(۲) عاقل ہونا، مجنون اور ناقص العقل کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

(۳) بالغ ہونا۔ نابالغ کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

(۴) زکوٰۃ کا مال فقیر کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا یعنی دل میں یہ ارادہ کرنا کہ میں اور جس قدر مال کا دینا فرض تھا محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لیے دیتا ہوں اگر کوئی شخص زکوٰۃ دیدینے کے بعد نیت کرے اور مال فقیر کے پاس ابھی موجود ہو تو یہ نیت صحیح ہوجائے گی اور اگر وہ مال فقیر کے پاس خرچ ہوچکا ہے تو نیت صحیح نہ ہوگی اور اس کو پھر دوبارہ زکوٰۃ دینا ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنے وکیل کو زکوٰۃ کا مال تقسیم کرنے کے لئے دے اور اس کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرے تو درست ہے، خواہ وکیل فقیروں کو دیتے وقت نیت کرے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ کا مال علیحدہ کرلے اور علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت اس کے دل میں ہو تو یہ نیت کافی ہے گو فقیروں کو دیتے وقت نیت نہ کرے۔

(۵) زکوٰۃ کے مال کا جس شخص کو دیا جائے اس کو مالک اور قابض بنا دینا۔ اگر کوئی شخص کچھ کھانا پکوا کر فقیروں کو اپنے گھر میں جمع کرکے کھلا دے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر وہ کھانا فقیروں کو دیدے اور انھیں اختیار دے کہ اس کو جو چاہیں کریں، جہاں چاہیں کھائیں تو پھر درست ہے۔

(۶) زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جو اس کا مستحق ہو۔ اس مسئلے کی زیادہ تفصیل زکوٰۃ کے

مستحقین کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی اس میں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ غیر مستحق کو دیدیا جائے اور پھر بھی درست ہو وہ سب وہیں بیان کی جائیں گی۔ چونکہ شریعت صاحب نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائمہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس چوتھی قسم کو فقہا کی کتابوں میں زکوٰۃ کے لفظ سے یاد نہیں کرتے بلکہ عشر کہتے۔ لہذا ہم ہر قسم کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہیکہ وہ جنگلی نہ ہوں جنگلی جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر تجارت کی نیت سے رکھے جائیں تو انپر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ جو جانور کسی دیسی اور جنگلی جانور سے ملکر پیدا ہوں تو اگر ان کی ماں دیسی ہے تو وہ دیسی سمجھے جائینگے اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

مثال بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گاؤ اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

جو جانور سائمہ ہو اور سال کے درمیان میں اس کے تجارت کی نیت کر لیجائے تو اس سال اسکی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی اور جب سے اس نے تجارت کی نیت کی ہے اسوقت سے اس کا تجارتی سال شروع ہوگا۔

جانوروں کے بچوں پر اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو گو ایک ہی ہو تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی اور زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائیگا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مرجائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

(درمختار وغیرہ)

وقف کے جانوروں پر اور ان گھوڑوں پر جو دینی غزوے کیلئے رکھے گئے ہوں زکوٰۃ فرض نہیں

ع امام صاحب کے نزدیک گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے یہاں ہم نے فرض نہونے کو لکھا یہ صاحبین کا (بقیہ صہ۲۳ پر دیکھو)

گھوڑوں پر خواہ وہ سائمہ ہوں یا غیر سائمہ اور گدھے اور خچر پر بشرطیکہ تجارت کیلئے نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ اونٹ میں ایک بکری دینا فرض ہے خواہ نر ہو یا مادہ۔

چھ سے چوبیس تک کچھ نہیں۔

پچیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جسکو دوسرا برس شروع ہو

چھبیس سے پینتیس تک کچھ نہیں۔

چھتیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جسکو تیسرا برس شروع ہو چکا ہو۔

سینتیس سے پینتالیس تک کچھ نہیں۔

چھیالیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جسکو چوتھا برس شروع ہو۔

سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ نہیں۔

اکسٹھ اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جسکو پانچواں برس شروع ہو۔

باسٹھ سے پچھتر تک کچھ نہیں۔

چھہتر اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو تیسرا برس شروع ہو۔

ستتر سے نوے تک کچھ نہیں۔

اکانوے اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو چوتھا برس شروع ہو۔

بانوے سے ایکسو بیس تک کچھ نہیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۲) قول ہے اور اسی پر اکثر فقہا مثل علامہ طحاوی اور قاضیخاں اور زیلعی وغیرہ کا فتویٰ ہے گو صاحب فتح القدیر نے بہت کوشش کی ہے کہ امام صاحب کے قول کو ترجیح دیں مگر جو دلائل انھوں نے بیان کئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔ دارقطنی میں مروی ہے کہ کچھ لوگ شام کے رہنے والے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس گھوڑے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ دیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ میرے صاحبین (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ) مجھ سے پہلے کر گئے ہیں وہی کرتا ہوں، پھر انھوں نے صحابہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ بہتر ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر ہے بشرطیکہ ایک چیز مقرر نہ ہو جائے جو آپ کے بعد جیتی جایا کرے اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گھوڑوں کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی تھی اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بطور فرض کے مقرر نہیں کی ۱۲۔

ایک سو بیس سے زائد ہو جائیں تو پھر نیا حساب کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں جب زیادتی پانچ تک پہونچ جائے یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور پچیس اونٹ بڑھ جائیں گے۔ تو ایک دو برس والی اونٹنی اور تیس اونٹ بڑھ جائیں گے تو ایک چوتھے برس والی اونٹنی پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو نئے سرے سے حساب[ع۵] ہوگا یعنی پانچ اونٹوں میں ایک بکری اور پچیس میں ایک دو برس والی اونٹنی اور چھتیس میں ایک تیسرے برس والی اونٹنی پھر چھیالیس میں ایک چوتھے برس والی اونٹنی۔ پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح نیا حساب ہوتا رہے گا۔

اونٹ کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونی چاہیئے نر اگر دیا جائے گا تو صحیح نہیں۔ اور اگر قیمت دی جائے تو پھر اختیار ہے چاہے نر کی قیمت دے چاہے مادہ کی۔

گائے بھینس کا نصاب۔ گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملا لینگے مثلاً بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کرلیں گے مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو یعنی اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینس زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور جو دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

تیس گائے بھینس میں ایک گائے یا بھینس کا بچہ جو پورے ایک برس کا ہو۔

تیس سے کم میں کچھ نہیں اور تیس کے بعد انتالیس تک بھی کچھ نہیں۔

چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ۔

اکتالیس سے انسٹھ تک کچھ نہیں۔

ع۵ اس حساب میں صرف اس قدر فرق ہے کہ پہلے چھتیس میں یہ زکوٰۃ تھی اور یہاں تیس میں ہے مگر اس کے بعد جو حساب ہیں وہ سب پہلے حساب کے موافق ہیں اور چھتیس کا نصاب ان میں رکھا گیا ہے تیس کا نہیں ۱۲ ع۵ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے اور اسی پر محققین فقہا کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے اور امام صاحب سے ایک روایت میں منقول ہے کہ چالیس سے جس قدر زیادہ ہوں گے ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے (بقیہ حاشیہ ۲۵ پر)

جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے۔ پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا اور جب اسی ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے کیونکہ اس میں چالیس کے دو نصاب ہیں اور نوے میں ایک ایک برس کے تین بچے کیونکہ نوے میں تیس کے نصاب ہیں اور سو میں دو بچے ایک ایک برس کے اور ایک بچہ دو برس کا۔ کیونکہ سو میں دو نصاب تیس کے اور ایک نصاب چالیس کا ہے۔ ہاں جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ پیدا کرتا ہو وہاں اختیار ہے جیسے [illegible] مثلاً ایکسو بیس میں چار نصاب تو تیس کے ہیں اور تین نصاب چالیس کے [illegible] تیس کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک برس کے چار بچے دیں یا چالیس کے نصاب کا اعتبار کر کے دو برس کے تین بچے دیں۔ غرضکہ ساٹھ کے بعد پھر ہر دہائی سے حساب بدلتا رہیگا۔ دہائی سے کم بڑھے تو زکوٰۃ میں زیادتی نہ ہوگی وہی زکوٰۃ دینا ہوگی جو اس سے پہلے دی جاتی تھی۔

بکری بھیڑ کا نصاب زکوٰۃ کے بارے میں بکری بھیڑ سب یکساں ہیں خواہ دنبہ دم دار ہو جس کو دنبہ کہتے ہیں یا معمولی ہو۔ اگر دونوں کا نصاب پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ علیحدہ دی جائے گی اور ہر ایک کا نصاب تو پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو دونوں کو ملا لیں گے اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائیگا اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

چالیس بکری یا بھیڑ میں ایک بکری یا بھیڑ۔

چالیس سے کم میں اور چالیس کے بعد ایکسو بیس تک کچھ نہیں

بقیہ حاشیہ (از صفحہ ۲۴) دیا جائیگی مثلاً ایک زیادہ ہو تو دو برس والے [illegible] کا چالیسواں حصہ اور دو زیادہ ہو جائیں تو دو چالیسویں حصے وعلیٰ ہذا القیاس [illegible]

درمختار۔ بحرالرائق۔ ردالمختار ۱۲۔

ایک سو اکیس میں دو بھیڑ یا بکریاں۔
ایک سو بائیس سے دو سو تک کچھ نہیں۔
دو سو ایک میں تین بھیڑ یا بکریاں۔
دو سو دو سو سے تین سو ننانوے تک کچھ نہیں۔
چار سو میں چار بکریاں یا بھیڑیں۔
چار سو سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی سو سے کم زیادتی میں کچھ نہیں۔
بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر مادہ کی قید نہیں ہاں ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہیئے خواہ بھیڑ ہو یا بکری۔

چاندی سونے اور تجارتی مال کا نصاب

چاندی سونے اور تمام تجارتی مالوں میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔
چاندی کا نصاب دو سو درم ہے جسکے چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ دس ماشے ساڑھے سات رتی چاندی ہوئی کیونکہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے۔
چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔

ف۔ بعض لوگوں نے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ اور سونے کا ساڑھے سات تولہ بیان کیا مگر یہ خلاف تحقیق ہے۔ ہدایہ اور بحر الرائق اور فقہ کی تمام معتبر کتابوں میں اس کے خلاف ہے، چنانچہ یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ چاندی کی زکوٰۃ میں وہ درم مراد ہے جس کے دس درم سات مثقال کے برابر ہوں اور مثقال بالاتفاق تین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے پس سات مثقال کے اکیس ماشے سات رتی ہوئی جس کو دس پر تقسیم کیا جائے تو دو ماشے ڈیڑھ رتی حاصل ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا ایک ماشہ ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے اس کو اگر دو سو سے جو زکوٰۃ کا نصاب ہے ضرب دیجئے چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ ہوتا ہے پس یہی چاندی کا نصاب ہے اسی طرح سونے کے نصاب میں لوگوں نے غلطی کی ہے۔ تمام فقہا لکھتے ہیں کہ سونے کا مثقال حساب سے تین ماشہ ایک رتی کا ہوتا ہے پس تین ماشے ایک رتی کو بیس سے ضرب دیا جائے تو پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتا ہے۔ دوسری غلطی لوگوں نے روپیہ کی تعداد بیان کرنے میں کی ہے۔ بعض نے انگریزی سکہ دار باون روپے لکھے ہیں اور بعض نے کچھ، بعض نے کچھ۔ حالانکہ اگر روپیہ انگریزی ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا تو تقریباً اڑتالیس میں نصاب پورا ہوتا ہے اور اگر روپیہ پورے (بقیہ حاشیہ برصفحہ ۲۷)

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جسکے پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ ایک ماشہ ساڑھے چار رتی سونا ہوا کیونکہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کا چالیسواں حصّہ اسی قدر ہوتا ہے، پانچ تولے ڈھائی ماشہ سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں۔

تجارتی مال کا نصاب اس کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر اس کی قیمت چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی یا پانچ تولے ڈھائی ماشہ سونے تک پہونچتی ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، اگر چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ چاندی اور پانچ تولے ڈھائی ماشہ سونا دونوں قیمت میں برابر ہوں تو اختیار ہے ورنہ جس کے اعتبار سے نصاب پورا ہوجائے یا جس کا رواج زیادہ ہو اسی کا حساب کریں۔

سونے چاندی یا تجارتی مالوں کا جو نصاب بیان کیا گیا اس نصاب سے اگر کچھ مال زیادہ ہوجائے تو وہ زیادتی اگر نصاب کے پانچویں حصّے کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ مثلاً اگر کسی کے پاس علاوہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ چاندی کے سات تولے ایک ماشہ دو رتی چاندی اور بڑھ جائے تو اسپر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ کا پانچواں حصّہ ہے اور اگر علاوہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کے ایک تولہ چار رتی سونا اور بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ یہ پانچ تولہ ڈھائی ماشے کا پانچواں حصّہ ہے۔ اسی طرح جب پانچویں حصّے کے برابر زیادتی ہو جائے گی تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوجائے گی، پانچویں حصّے سے کم زیادتی پر زکوٰۃ معاف ہے۔ پیسوں کا کوئی خاص نصاب نہیں جب انکی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہوجائیگی تو انپر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں اگر کسی مال میں سونا اور چاندی دونوں ملے ہوئے ہوں تو جو زیادہ ہوگا اسی کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر سونا زیادہ ہے تو وہ سونا سمجھا جائیگا اور سونے کے نصاب سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۶) تولہ بھر کا ہو جیسے کہ میں نے بعض محقق سادہ کاروں سے تحقیق کی ہے تو چھتیس روپیہ اور ایک اٹھنی میں نصاب پورا ہوجائے گا مگر میں نے روپیہ کی تعداد کو قصداً اس لیے نظر انداز کر دیا ہے کہ زکوٰۃ گنتی سے دینا خلاف احتیاط ہے تول کر دینا چاہیئے پس روپیہ کو تولیں جتنے روپیہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ کے ہوں انکا ایک نصاب سمجھیں۔ اسی طرح سونے کی زکوٰۃ بھی تول کر دیں۔

سے اسکی زکوٰۃ دی جائے گی اور اگر اسمیں چاندی زیادہ ہے تو وہ چاندی سمجھا جائے گا اور چاندی کے نصاب سے اسکی زکوٰۃ دی جائے گی ۔

اگر چاندی یا سونے میں کسی اور چیز کا میل ہو جائے اور وہ چیز غالب نہ ہو تو وہ کالعدم سمجھی جائے گی اور اگر وہ چیز غالب ہو گی تو وہ اگر تجارتی مال کے قسم سے ہے تو اس کی قیمت کے اعتبار سے اس میں زکوٰۃ فرض ہو گی اور اگر تجارتی مال نہیں ہے تو اس کی چاندی یا سونا اگر علیحدہ ہو سکتا ہو اور وہ بقدر نصاب کے ہو تو اس پر زکوٰۃ ہو گی اور اگر علیحدہ نہ ہو سکتا ہو مگر شہر میں اس کا عام رواج ہو تب بھی اس پر زکوٰۃ ہو گی اور اگر عام رواج نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہ ہو گی ۔

اگر کسی کے پاس صرف چاندی کا نصاب بھی پورا نہ ہو اور صرف سونے کا بھی پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس وقت دونوں کو ملا لیں گے مثلاً کسی کے پاس بارہ تولے چاندی ہو اور ایک تولہ سونا اور ایک تولہ سونے کی قیمت چوبیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہوئی ہو تو دونوں کو ملا لیں گے یعنی سمجھیں گے کہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی ہے اور اس کی زکوٰۃ دی جائے گی اس صورت میں اختیار ہے کہ چاہے کم کو زیادہ کے ساتھ ملائیں اور چاہے زیادہ کو کم کے ساتھ مگر وہ صورت اختیار کرنی چاہیئے جس سے نصاب پورا ہو جائے اگر چاندی اور سونے کا نصاب پورا نہ ہو اور تجارتی مال بھی موجود ہو اور اسکے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اسکو بھی ملا لیں گے ، مثلاً کسی کے پاس چھ روپیہ ہوں اور ایک تجارتی گھڑی ہو جسکی قیمت تیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہو تو دونوں کو ملا کر سمجھیں گے کہ چاندی کا نصاب پورا ہے اور اس کی زکوٰۃ دینگے ۔

زکوٰۃ کے مسائل

(۱) اگر کچھ مال چند لوگوں کی شرکت میں ہو تو ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے اگر نصاب پورا ہوتا ہو تو زکوٰۃ اس پر فرض ہو گی ورنہ نہیں مثلاً چالیس بکریاں یا آدھ سیر چاندی دو آدمیوں کی

شرکت میں ہو تو کسی پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر دینے سے نصاب پورا نہیں رہتا۔

(۲) دو نصابوں کے درمیان میں جو مال ہو اس پر زکوٰۃ معاف ہے وہ اگر ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ میں کچھ کمی[عـ] نہ ہوگی۔

(۳) زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد اگر مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے بشرطیکہ زکوٰۃ دینے کا وقت آگیا ہو اور حاکم وقت کی طرف سے اس کا مطالبہ بھی کیا گیا ہو اور اس نے اس کی وجہ سے نہ دی ہو۔ ہاں اگر خود ہلاک کر دے تو پھر اس کو زکوٰۃ دینی ضروری ہوگی۔ مثلاً جانور ہوں اور ان کو چارہ پانی نہ دے اور وہ مر جائیں یا اس مال کو قصداً ضائع کر دے یا کسی کو قرض دیدے۔ نیت دینے کے بعد اگر مال تلف ہو جائے تو اس کا شمار ہلاک کر دینے میں نہ ہوگا اور اتنی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ تجارتی مال کو تجارتی مال سے بدل دینا ہلاک کرنے میں سے نہیں اس بدلنے میں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ تجارتی مال کو غیر تجارتی مال سے بدل دینا اسی طرح جانوروں کو جانوروں سے بدل دینا ہلاک کرنے میں داخل ہے اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔

(۴) زکوٰۃ میں اختیار ہے خواہ وہ چیز دی جائے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے خواہ اس کی قیمت دی جائے اور قیمت اس زمانہ کی لی جائے جس زمانہ میں زکوٰۃ دی جاتی ہے خواہ زکوٰۃ واجب ہونے کے وقت سے اس وقت اس چیز کی قیمت زیادہ ہو یا کم ہو مثلاً آخر سال میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی تھی ایک بکری کی قیمت تین روپے تھی اور ادا کرتے وقت چار روپے ہو جائے یا دو روپے ہو جائے تو اس کو چار روپے یا دو روپے دینا ہوں گے۔

(۵) اگر کل مال عمدہ ہے تو زکوٰۃ میں عمدہ مال دینا چاہئے اور اگر سب مال خراب ہے تو خراب مال دیا جائے اور اگر کچھ مال عمدہ اور کچھ خراب ہے تو زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا مال دینا چاہئے۔ اگر ادنیٰ درجہ کی چیز دی جائے اور اس میں جس قدر کمی ہو اس کے بدلے یا کچھ قیمت دی جائے یا اعلیٰ درجہ کی چیز دی جائے

عـ۵ صاحبین کے نزدیک اس صورت میں زکوٰۃ کم ہو جاتی ہے ۱۲

اور اس میں جس قدر زیادتی ہے اس کی قیمت واپس لے لی جائے تو جائز ہے۔

(۶) جو مال سال کے اندر حاصل ہوا ہو خواہ مول لینے سے یا تناسل سے یا وراثت سے یا ہبہ وغیرہ سے وہ اپنے ہمجنس نصاب کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اسی کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی مثال شروع سال میں پچیس اونٹ تھے سال کے درمیان میں ان کے پچیس بچے ہوئے تو اب سال کے ختم پر یہ بچے بھی ان اونٹوں کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے اور کل اونٹوں کی زکوٰۃ میں چوتھے برس کا اونٹ دینا ہوگا گو ان بچوں پر ابھی پورا سال نہیں گذرا ہاں اگر اس مال کے ملا دینے سے ایک ہی مال پر دو مرتبہ زکوٰۃ دینا پڑے تو پھر نہ ملائیں گے مثلاً کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے اس مزکیٰ روپیہ سے کچھ جانور مول لے تو وہ جانور اپنے ہم جنس نصاب کے ساتھ نہ ملائیں گے ورنہ ان کی زکوٰۃ پھر دینی ہوگی اور ابھی انکی قیمت کی زکوٰۃ دی جا چکی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص جانوروں کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے ان مزکیٰ جانوروں کو بیچ ڈالے تو ان کی قیمت کا روپیہ روپے کے نصاب کے ساتھ نہ ملایا جائے گا۔

(۷) اگر کسی شخص کے پاس کوئی تجارتی مال ہو مگر اس کی قیمت نصاب سے کم ہو تو پھر چند روز کے بعد اس چیز کے گراں ہو جانے کے سبب سے اس کی قیمت بڑھ کر بقدر نصاب کے ہو جائے تو جس وقت سے قیمت بڑھی ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتدا رکھی جائے گی۔ (طحطاوی مراقی الفلاح)

(۸) ہر چیز کا نفع جو سال کے اندر حاصل ہوا ہو اس کی اصل کے ساتھ ملایا جائے گا اور آخر سال میں جب اس کی اصل کی زکوٰۃ دی جائے گی تو اس کی زکوٰۃ بھی دی جائیگی گو اس پر پورا سال نہیں گذرا۔

(۹) اگر کسی شخص کے پاس ایک مال کے دو نصاب ایسے ہوں کہ ایک دوسرے کیساتھ ملایا نہیں جا سکتا مثلاً زکوٰۃ دیئے ہوئے جانوروں کی قیمت کا کچھ روپیہ ہو اور کچھ روپیہ اسکا اس کے علاوہ ہو پھر اس کو کہیں سے کچھ روپیہ اور مل جائے تو یہ روپیہ اس روپیہ کیساتھ ملایا جائیگا

Marfat.com

جس کا سال پہلے ختم ہوتا ہو۔ یعنی اگر بکریوں کی قیمت کے روپے کا سال پہلے ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملایا جائے گا اور اگر دوسرے روپے کا سال پہلے ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔

(۱۰) اگر حاکم وقت کوئی مسلمان عادل ہے تو اس کو ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ لینے کا حق حاصل ہے، وہ تمام لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر صرف کرے گا۔

(۱۱) اگر حاکم وقت کوئی ظالم یا غیر مسلم ہو تو اسکو زکوٰۃ کے لینے کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر جبراً لے لے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے اس مال کو مستحقین پر صرف کیا یا نہیں، اگر مستحقین پر صرف کیا ہے تو خیر ورنہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ دوبارہ زکوٰۃ نکالیں اور خود مستحقین پر تقسیم کریں۔ (درمختار وغیرہ)

(۱۲) اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو حاکم وقت کو چاہیئے کہ اس کو قید کر دے اور اس سے زکوٰۃ طلب کرے جبراً اس کے مال کو قرق کرنا نہ چاہیئے کیونکہ زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں نیت شرط ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس کا مال جبراً لیا جائے گا تو وہ نیت زکوٰۃ کی نہ کرے گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال مال کے ساتھ ملا دے تو سب کی زکوٰۃ اسکو دینی ہوگی۔

(۱۴) اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سال ختم ہونے سے پہلے یا کئی سال کی پیشگی دیدے تو جائز ہے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد مر جائے تو اس کے مال کی زکوٰۃ نہ لیجائے گی ہاں اگر وہ وصیت کر گیا ہو تو اس کا تہائی مال زکوٰۃ میں لے لیا جائیگا۔ اگر یہ تہائی پوری زکوٰۃ کو کفایت نہ کرے اور اگر اسکے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر تیار نہ ہوں تو جسقدر وہ اپنی خوشی سے دیدیں لے لیا جائیگا۔

(۱۶) اگر کسی کو شک پیدا ہو جائے کہ اس نے زکوٰۃ دی ہے یا نہیں تو اس کو چاہیئے کہ پھر دیدے۔

(۱۷) جو دین کہ اس کا ثبوت کافی دائن کے پاس موجود ہو یا مدیون اس دین کا

منکر نہ ہو اور وہ دین قوی ہو یا متوسط تو ایسی حالت میں اس دین کی زکوٰۃ دینا دائن عہ کے ذمہ لازم ہے مگر بعد قبضہ کے دین قوی میں تو بعد چالیس درم پر قبضہ کے اور دین متوسط میں دو سو درم پر قبضہ پانے کے بعد۔ اور اگر ضعیف ہے تو اس کی زکوٰۃ دینا لازم نہیں، ہاں جب وہ قبضہ میں آجائیگا اور اس پر ایک سال گذرے گا تو مثل اور مالوں کے اسکی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔

دین کی تین قسمیں ہیں، قوی، متوسط، ضعیف

قوی وہ دین ہے جو کسی کو بطور قرض کے دیا گیا ہو یا کسی ایسے مال کا عوض ہو کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے مثلاً کسی نے اپنی سائمہ بکریاں کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کی ہوں تو انکی قیمت مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور اسی طرح اگر کسی اور تجارتی مال کو اُدھار فروخت کیا ہو تو اس کی قیمت بھی مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور جب بائع کو اسکی قیمت میں سے چالیس درم ملجائیں گے تو اسے ان مقبوضہ درموں کی زکوٰۃ اسوقت سے دینا ہوگی کہ جب سے وہ اصل مال جسکی وہ قیمت ہے اسکے پاس تھا۔

مثال کسی شخص نے اپنی سائمہ بکریاں جو اس کے پاس چھ مہینہ سے تھیں اُدھار بیچیں اور چھ مہینے کے بعد اسے دو سو درم ملے تو ان دو سو درموں کی زکوٰۃ پانچ درم اس کو فوراً دینا چاہئیں کیونکہ ان پر ایک سال کامل گذر گیا چھ مہینے تو اسکے اصل کے یعنی وہ بکریاں جو اس کے پاس رہی تھیں اور چھ مہینے مدیون کے پاس اس مال کو گذرے۔

متوسط وہ دین ہے جو ایسے مال کا عوض ہو جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مثلاً کسی نے اپنی خدمت کے غلام یا غیر سائمہ بکریاں کسی کے ہاتھ اُدھار بیچیں تو ان کی قیمت مشتری پر دین متوسط کی قسم سے ہے اور دین متوسط کا سال اس کی اصل کے زمانے

عہ جو شخص کسی کو قرض دے اس کو دائن کہتے ہیں اور قرضدار کو مدیون کہتے ہیں ثبوت کافی کی قید اسواسطے لگائی گئی کہ اگر ثبوت کافی نہ ہو اور مدیون بھی منکر ہو تو زکوٰۃ نہ دینا پڑیگی جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا عہ دین کی تین قسمیں امام صاحب کے نزدیک ہیں صاحبین کے نزدیک ہر دین میں زکوٰۃ فرض ہے ۱۲۔

Marfat.com

نہ رکھا جائیگا، کیونکہ اسکی اصل پر تو زکوٰۃ فرض ہی نہ تھی بلکہ اس زمانہ سے رکھا جائیگا جب سے وہ مال اس نے بیچا ہے۔

ضعیف وہ دین ہے جو کسی مال کے عوض میں نہ ہو مثل دین مہر اور دین دیت اور دین کتابت اور دین خلع وغیرہ کے، اس دین کی زکوٰۃ دائن پر فرض نہیں ہاں جب وہ اس کے قبضے میں آجائیگا اور اسپر بعد قبضے کے ایک سال گذر جائیگا تو انکی زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر دین نصاب سے کم ہو تو اسپر کسی حال میں زکوٰۃ فرض نہیں اگرچہ قوی یا متوسط کیوں نہ ہو ہاں اگر اسکے پاس اسکا ہمجنس نصاب کوئی چیز ملتی دہے تو یہ دین بعد قبضے کے اس اپنے ہمجنس چیز کے ساتھ ملا دیا جائیگا اور جب اس کا سال ختم ہوگا تو اس دین کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور اگر ایک سال کے بعد دائن اپنا دین مدیون کو معاف کر دے تو پھر زکوٰۃ اس ایک سال کی اس کو نہ دینا پڑے گی، ہاں اگر وہ مدیون مالدار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائیگا اور دائن کو زکوٰۃ دینا پڑیگی کیونکہ زکوتی مال کے ہلاک کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ (بحر الرائق)

اگر کسی عورت کو نکاح کے بعد پورا مہر ملجائے اور ایک سال تک اس کے قبضے میں رہے اور بعد اسکے اس کا شوہر قبل خلوت صحیحہ کے اسے طلاق دیدے اور دیئے ہوئے مہر میں سے نصف واپس کرلے تو اگر وہ مہر نقد یعنی سونے چاندی کی قسم سے ہے تو اس عورت کو پورے مہر کی زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر وہ نقد کی قسم سے نہیں ہے تو پھر پورے مہر کی زکوٰۃ اس کے ذمہ نہ ہوگی بلکہ نصف کی ہوگی۔

(۱۸) اگر کوئی شخص اپنا مال کسی کو ہبہ کر دے اور بعد ایک سال کے رجوع کرے یعنی وہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس کرلے تو اس سال کی زکوٰۃ واہب پر ہوگی نہ موہوب پر اور ہبہ کرنے سے پہلے جتنے زمانہ تک وہ مال واہب کے قبضہ میں رہا تھا وہ زمانہ کالعدم سمجھا جائیگا، اس کا حساب نہ کیا جائے گا مثلاً کسی نے زکوتی مال دس مہینے تک اپنے پاس رکھکر کسی کو ہبہ کر دیا اور پھر چند روز کے بعد اس سے واپس لے لیا تو اب وہ پہلا زمانہ محسوب کرکے دو مہینے کے بعد اسپر زکوٰۃ دینے کا حکم نہ دیا جائیگا بلکہ جب از سر نو پورا سال گذر جائیگا تب زکوٰۃ واجب ہوگی۔

Marfat.com

تب اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اور اگر کوئی شخص خاصکر زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی نیت سے یہ حیلہ کرے کہ زکوٰۃ کا سال جب ختم ہونیکے قریب آئے تو وہ مال کسی کو ہبہ کردے پھر واپس لیلے تو اگرچہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی مگر یہ فعل اسکا مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ اسمیں فقیروں کا نقصان اور ان کے حق کا باطل کرنا اور زکوٰۃ کے دروازہ کا بند کرنا ہے۔

عُشر یعنی زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

عُشر عربی زبان میں دسویں حصّہ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد عام ہے خواہ دسواں حصّہ ہو یا اس کا نصف یعنی بیسواں حصہ یا اس کا دونا یعنی پانچواں حصہ کیونکہ بعض صورتوں میں عشر واجب ہوتا ہے جو بعض میں اس کا نصف بعض میں اس کا دونا زمین کی پیداوار سے کھیتی اور درختوں کے پھل اور شہد مراد ہے ان تمام چیزوں کا عشر نکالنا فرض ہے عشر کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ہے اور احادیث سے بھی اور اجماع و قیاس بھی اس کی فرضیت پر دلالت کرتے ہیں **قولہ تعالیٰ** انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض واٰتوا حقہ یوم حصادہ ترجمہ:- ہماری راہ میں اپنی پاکیزہ کمائیوں سے اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لیئے زمین سے پیدا کی ہے خرچ کرو **قولہ تعالیٰ** واٰتوا حقہ یوم حصادہ ترجمہ:- زمین کی پیداوار کا حق دیدو (جو) اسکے کٹنے کے دن تم پر ثابت ہوتا ہے، تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حق سے عُشر اور نصف عُشر مراد ہے سائمہ جانوروں اور نقد اور تجارتی مالوں کی زکوٰۃ میں اور عشر میں سات فرق ہیں۔

ع۵ امام ابو یوسف کے نزدیک اس قسم کا حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نیت زکوٰۃ کے ساقط کرنیکی نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ زکوٰۃ میرے ذمہ واجب ہی نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص بسبب بخل کے ایسا کرے یا اسکی نیت ہی ہو کہ مجھے زکوٰۃ دینا پڑے تو انکے نزدیک بھی مکروہ ہے بعض کوتاہ اندیشوں نے امام ابو یوسف کی نسبت لکھدیا ہےکہ وہ خود زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیئے اس قسم کا حیلہ کیا کرتے تھے یہ محض غلط ہے ۱۲۔

(۱) عُشر کے واجب ہونے میں کسی نصاب کی شرط نہیں[عـ۵] قلیل اور کثیر ہر چیز میں عشر واجب ہوتا ہے بشرطیکہ ایک صاع سے کم نہ ہو (۲) اسمیں یہ بھی شرط نہیں کہ وہ چیز ایک سال تک باقی رہ سکے جو چیزیں نہ باقی رہ سکیں ان پر بھی عشر واجب ہے جیسے ترکاریاں کھیرا ککڑی، تربوز، خربوزہ، لیمو، نارنگی، امرود، آنبہ وغیرہ، (۳) اس میں ایک سال کے گذرنے کی بھی قید نہیں حتیٰ کہ اگر کسی زمین میں سال کے اندر دو مرتبہ کاشت کی جائے تو ہر مرتبہ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا۔ سال میں دو مرتبہ تو اکثر زمینیں کاشت کیجاتی ہیں مگر درختوں میں سوا امرود کے کوئی درخت سال میں دو مرتبہ نہیں پھلتا اور بالفرض اگر کوئی درخت دو مرتبہ یا اس سے زیادہ پھلے تو ہر مرتبہ عُشر دینا ہوگا (۴) عشر کے واجب ہونے کیلئے عاقل ہونے کی بھی شرط نہیں، مجنون کے مال میں بھی عشر واجب ہے (۵) بالغ ہونا بھی شرط نہیں نابالغ کے مال میں بھی عُشر واجب ہے (۶) آزاد ہونا بھی شرط نہیں۔ مکاتب اور ماذون کے مال میں بھی عشر واجب ہے (۷) زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں، اگر وقف کی زمین ہو یا کرایہ کی تو اس کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے ہاں شرط ضرور ہے کہ وہ چیز قصداً بوئی گئی ہو یا وہ خرید و فروخت کے قابل ہو اگر خودرو اور بے قیمت چیز ہو جیسے گھانس وغیرہ تو اس پر عشر نہیں، ایک چیز بعض مقامات میں قابل قدر ہوتی ہے اور اسکی خرید فروخت کی جاتی ہے اور بعض مقامات میں وہی چیز بے قدر ہوتی ہے کوئی اسکی خرید فروخت نہیں کرتا وہ قابل قدر ہے اسپر عشر واجب ہوگا اور جہاں بیقدر ہے وہاں نہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ اس زمین پر خراج واجب نہو گا اگر خراج واجب ہوگا تو پھر عشر واجب نہیں ہو سکتا کیونکہ دو حق ایک زمین پر واجب نہیں ہوتے۔

جو زمین کہ خراجی نہ ہو اور وہ بارش سے یا دریا کے پانی سے سینچی جائے تو اس کی

عـ۵ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ صاحبین کے نزدیک اور نیز امام شافعی کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر فرض نہیں ایک وسق سات صاع کا ہوتا ہے صاع کی تحقیق اور ان کی اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تحقیق چہل آثار میں آوے گی۔

پیداوار میں عشر فرض ہے اور جو زمین کنوئیں سے سینچی جائے خواہ بذریعہ پُرکے یا بذریعہ ڈول کے یا مول کے پانی سے تو اس کی پیداوار میں عشر کا نصف یعنی بیسواں حصہ فرض ہے۔

اور اگر کوئی زمین دونوں قسم کے پانیوں سے سینچی گئی ہو تو اسمیں اکثر کا اعتبار ہو گا، یعنے اگر زیادہ تر بارش یا دریا کے پانی سے سینچی گئی ہے تو عشر دینا پڑے گا اور اگر زیادہ تر کنوئیں سے یا مول کے پانی سے سینچی گئی ہو تو نصف عشر دینا ہو گا اور جو دونوں قسم کے پانی برابر ہوں تو بھی نصف عشر دینا ہو گا۔

پہاڑ اور جنگل کی پیداوار میں بھی عشر ہے بشرطیکہ امام یا حاکم اسلام نے راہزنوں اور کافروں سے اس کی حمایت کی ہو۔

جس قدر پیداوار ہے اس سب کا عشر ہونا چاہیئے بغیر اسکے کہ بیج کی قیمت بیلوں کا کرایہ ہل چلانیوالے باغ یا کھیت کی حفاظت کرنیوالوں کی مزدوری یا کھیت کا لگان وغیرہ اس سے وضع کیا جائے۔

مثال کسی کھیت میں بیس من غلّہ پیدا ہوا تو اسکو چاہیئے کہ دو من عشر میں نکالدے، اگر اگر زمین بارش یا دریا سے سینچی گئی ہو اور جو کنوئیں وغیرہ سے سینچی گئی ہو تو ایک من نکالے یہ نہ کرے کہ اس بیس من غلّہ سے تمام اس کے اخراجات کاشت نکالنے کے بعد جو باقی رہجائے مثلاً دس من رہجائے تو اسکا عشر یعنی ایک من یا نصف عشر یعنی بیس سیر نکالے۔

مسلمان پر ابتداءً خراج نہ مقرر کیا جائیگا بلکہ اسکے لائق یہی ہیکہ اسپر عشر مقرر کیا جائے کیونکہ عشر ایک قسم کی عبادت ہے اور خراج محصول ہے لیکن اگر خراجی زمین کوئی مسلمان خریدیگا تو پھر اسپر بھی خراج واجب ہو جائے گا۔

زمین کی تین قسمیں ہیں - عشری، خراجی، تضعیفی۔

عشری وہ زمین ہے کہ جس کو مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین اپنے لشکر پر تقسیم کر دی ہو - یا وہاں کے رہنے والے اپنی خوشی سے مسلمان ہوگئے ہوں، عرب کی اور بصرہ کی زمین باوجود ان شرائط کے نہ پائے جانیکے بھی عشری ہے

خراجی وہ زمین ہے جسکو اہل اسلام نے بزور شمشیر نہ فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین بذریعہ صلح کے فتح ہوئی ہو، عراق کی زمین با وجود ان شرائط کے نہ پائے جانیکے بھی خراجی ہے۔

تضعیفی وہ عشری زمین ہے جو کسی بنی تغلب[۱] کے نصرانی کے قبضہ میں ہو، تضعیفی اسکو اس سبب سے کہتے ہیں کہ بنی تغلب کے نصرانیوں کو عشری زمین کے پیداوار میں عشر کا ضعف (دونا) یعنی کل پیداوار کا پانچواں حصہ دینا ہوتا ہے، مسلمان اگر عشری زمین کو خریدیگا تو اسکے پاس بھی عشری رہیگی اور خراجی کو خریدیگا تو اسکے پاس بھی خراجی رہیگی اور جو تضعیفی کو خریدیگا تو اسکے پاس بھی تضعیفی رہیگی، تغلبی اگر عشری زمین کو خریدیگا تو اسکی ملک میں آتے ہی تضعیفی ہو جائیگی اور جو خراجی کو خریدیگا تو خراجی رہیگی اور جو تضعیفی کو خریدیگا تو وہ بھی تضعیفی رہیگی اور اگر کوئی ذمی خراجی یا تضعیفی زمین کو خریدیگا تو بدستور اسکے پاس بھی خراجی اور تضعیفی رہیگی اور جو عشری زمین خریدیگا تو وہ اسکے ملک میں آتے ہی خراجی ہو جائے گی۔

مگر جس وقت یہ عشری زمین جو اس کے ملک میں آنے سے خراجی ہو گئی ہے بذریعہ حق شفعہ کے کسی مسلمان کے ملک میں چلی جائے گی تو پھر عشری ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان سے عشری زمین مول لے اور پھر بہ سبب بیع کے فاسد ہونے یا خیار شرط یا خیار رویت کے ذریعہ سے اسی مسلمان کے پاس واپس آجائے تو عشری ہی رہے گی اور جو خیار عیب کے سبب سے واپس کی جائے تو اسمیں شرط ہیکہ قاضی کے حکم سے واپس ہو تو عشری رہے گی اور جو بے حکم قاضی کے واپس کی جائے تو خراجی ہو جائے گی۔

ہندوستان کی زمینیں جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں ان کی نو حالتیں ہیں۔

(۱) بادشاہان اسلام کے وقت سے موروثی ہیں (۲) موروثی ہیں مگر بادشاہی وقت سے نہیں اور معلوم نہیں کیونکر قبضے میں آئیں (۳) مسلمانوں نے

---

[۱] بنی تغلب عرب کا ایک قبیلہ ہے اس قبیلہ کے نصرانیوں سے حضرت عمرؓ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ جس قدر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اس کا دونا تم سے لیا جائیگا اسی واسطے ابتک وہ قاعدہ جاری ہے، یہ مسئلہ اگرچہ ہندوستانیوں کے لئے غیر ضروری ہے کیونکہ وہ قوم ہی نہیں اور ہو بھی تو کیا عشر لینا تو بادشاہ کا کام ہے مگر صرف علم کی غرض سے یہ مسئلہ لکھدیا گیا ۱۲۔

مول لی ہیں اور ان بیچنے والے مسلمانوں نے بھی مسلمانوں سے مول لی ہیں۔ (۴) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان بیچنے والے مسلمانوں نے کس سے مول لے لیں (۵) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے ملک میں تھیں (۶) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور معلوم نہیں کہ وہ اس سے پہلے کس کی ملک میں تھیں (۷) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لیں اور ان بیچنے والے مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لیں تھیں (۸) مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لیں۔ (۹) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کیں اور وہ اس سے پہلے غیر مسلم کی مملوکہ تھیں۔

پہلی پانچوں صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر اگر وہ بارش یا دریا کے پانی سے سینچی جائیں تو عشر فرض ہے اور جو مول کے پانی سے یا کنویں سے سینچی جائیں تو نصف عشر فرض ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں یہ زمینیں یا تو مملوکہ اہل اسلام ہیں یا کچھ معلوم نہیں نہ معلوم ہونے کی صورت میں بھی انھیں کی مملوکہ سمجھی جائینگی کیونکہ انھیں کی سلطنت تھی اور مسلمانوں کی مملوکہ زمینوں پر عشر یا نصف عشر ہی فرض ہوتا ہے اور آخیر کی چار صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر عشر واجب نہیں بلکہ وہ زمینیں خراجی ہیں یعنی اگر بادشاہ اسلام ہوتا تو انپر خراج ہوتا سرکاری مالگذاری جو دیجاتی ہے یہ عشر میں محسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ عشر کے مصارف میں صرف نہیں کیجاتی پس اس کے دینے سے عشر ساقط نہ ہوگا اگر کوئی ذمی کافر اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنائے تو وہ خراجی ہے اگر کوئی مسلمان اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنائے تو اگر سینچائی خراج کے پانی سے کرے تو خراجی ہے اور اگر دونوں سے سینچے تب بھی وہ عشری ہوگی اور اگر عشر کے پانی سے کرے تو عشری ہے اگرچہ خراج کا پانی زیادہ ہو (درمختار وغیرہ)

خراجی وہ پانی ہے جسپر پہلے کفار کا قبضہ ہوا اور پھر اہل اسلام نے بزور اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ عشری ہے جیسے بارش کا نی - اور ان

کنوؤں چشموں کا پانی جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو. گھر میں قبرستان میں اور تیل وغیرہ کے چشمے میں کچھ بھی واجب نہیں، جب کھیتی اور درخت پھل جائیں اور ان کے پھل عادتاً استعمال کے قابل ہو جائیں تو ان پر عشر واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ پکے ہوں یا نہیں، کٹنے کے قابل ہوں یا نہیں. بعض غلے قبل پکنے کے استعمال میں آنے لگتے ہیں مثل نخود اور بڑی جوار وغیرہ کے. اسی طرح بعض درختوں کے پھل بھی مثل آنبہ کے کہ کچے پن ہی میں چٹنی اچار کے کام آنے لگتے ہیں پس جس وقت سے جو غلہ اور جو پھل عادتاً قابل استعمال ہو جائے اسی وقت سے اس پر عشر واجب ہے۔

جس غلہ اور جس پھل پر عشر واجب ہو گیا ہو اس کا استعمال بغیر عشر ادا کیے جائز نہیں اور اگر کوئی شخص استعمال میں لائے گا تو اسے تاوان دینا پڑیگا. جس شخص پر عشر فرض ہو اور وہ بغیر ادا کیے ہوے عشر کے مر جائے تو اسکی مال متروکہ سے عشر لیا جائیگا خواہ وہ وصیت کر گیا ہو یا نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

کوئی شخص باوجود قدرت کے کسی عشری زمین میں کاشت نہ کرے تو اس کو عشر دینا پڑے گا۔ بخلاف خراج کے۔

اگر کوئی شخص اپنی کھیتی یا پھلا ہوا باغ بیچڈالے تو اگر قبل پکنے کے بیچا ہے تو عشر مشتری کے ذمے ہو گا اور اگر پکنے کے بعد بیچا ہے تو عشر بائع کے ذمہ ہوگا۔

کرایہ کی زمین میں عشر کرایہ دار پر ہوگا[۱] جو اسکی کاشت کرتا ہے. نہ مالک پر. اسی طرح عاریت کی زمین پر عشر عاریت لینے والے پر ہوگا نہ عاریت دینے والے پر (درمختار وغیرہ)

اگر دو آدمی شرکت میں کھیتی کریں تو دونوں[۲] پر عشر ہوگا خواہ بیج ان میں سے کسی ایک ہی کا ہو (درمختار وغیرہ)

عشر میں بھی اختیار ہے کہ خواہ خود وہ چیز دے جس پر عشر واجب ہوا ہے

---

[۱] یہ صاحبین کا مذہب ہے اسی پر اکثر متقدمین کا فتویٰ ہے اور یہی قواعد کے موافق ہے کیونکہ عشر پیداوار پر ہوتا ہے اور مالک پیداوار کا بھی مالک ہے امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر فرض ہے بعض متاخرین نے ان کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے مگر ترجیح صاحبین ہی کے قول کو معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم [۲] یہ مذہب صاحبین کا ہے فتویٰ اسی پر ہے ۱۲

خواہ اس کے بدلے میں قیمت دیدے۔

ساعی اور عاشر کا بیان

آنحضرت علیہ السلام اپنے مسعود زمانے میں زکوٰۃ کی تقسیم کا انتظام خو
بنفس نفیس فرماتے تھے، تمام مسلمانوں کی زکوٰۃ کسی خاص شخص کے ذریعے
تحصیل فرماکر بطور خود مستحقین پر صرف کیا کرتے تھے اور جب حضرت معا
رضی اللہ عنہ کو آپ نے یمن کا قاضی بناکر بھیجا تھا تو ان کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ مسلمانوں
زکوٰۃ تم خود وصول کرکے فقراء پر تقسیم کرنا اور اسی پر خلفائے راشدین کا عمل رہا اور ا
کے بعد بادشاہانِ اسلام نے بھی اس پر عمل کیا خلفائے عباسیہ وغیرہ تک ا
امر کا پتہ کچھ کچھ چلتا ہے اور ہر قسم کی زکوٰۃ اور صدقہ کا بیت المال یعنی خزانہ علیحدہ
کرتا تھا مثلاً خمس کا بیت المال علیحدہ رہتا تھا اس میں غنیمت کے مالوں کا پانچوا
حصہ اور دفینوں وغیرہ کا پانچواں حصہ جو اللہ کی راہ میں لیا جاتا ہے رہتا تھ
اس میں زکوٰۃ اور عشر کا بیت المال علیحدہ ہوتا تھا خراج اور جزیہ کا بیت الما
جدا ہوتا تھا اور جس شخص کو زکوٰۃ کی تحصیل کے لیے مقرر کرتے تھے اور وہ مسلمانو
کے گھر جاکر زکوٰۃ وصول کرکے لاتا تھا اس کو ساعی کہتے تھے اس ساعی کی تنخواہ اس
زکوٰۃ کے مال سے دی جاتی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور آئندہ بیان
ایک دوسرا طریقہ اور تھا کہ عام شاہراہوں پر جس طرف سے تاجروں کی آمد ورفت
رہتی تھی امام یعنی حاکم وقت کی طرف سے ایک شخص مقرر کردیا جاتا تھا جو ان
مالوں کی رہزنوں سے حفاظت کیا کرتا تھا اور ان کے تجارتی مالوں سے بشرطیکہ و
بقدر نصاب ہوں اور ایک سال انپر گذر چکا ہو اور قرض سے محفوظ ہوں ایک
خاص حصہ لے لیا کرتا تھا یعنی مسلمانوں سے چالیسواں حصہ ذمی کافروں سے
بیسواں حصہ حربی کافروں سے دسواں حصہ اور اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ حربیوں نے مسلم
تاجروں سے جو ان کے ملک میں گئے تھے اس سے زیادہ یا کم لیا تھا تو ان سے بھی اسی قدر

Marfat.com

جاتا تھا، ہاں اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ مسلمانوں کا سب مال لے لیتے ہیں تو ان کے ساتھ ایسا نہ کیا جاتا تھا کیونکہ یہ ظلم صریح ہے اور اگر یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کچھ نہیں لیتے ہیں تو پھر ان سے بھی کچھ نہ لیا جاتا تھا۔

اس شخص کو جو ان شاہراہوں پر بیٹھکر تاجروں کے مال سے حصہ لیتا تھا عاشر کہتے تھے یہ عاشر جو کچھ وصول کرتا تھا امام یعنی حاکم وقت کے پاس بھیج دیتا تھا اور وہ زکوٰۃ کے بیت المال میں جمع رہتا تھا اور عند الضرورت مستحقین پر صرف ہوتا تھا ہم نے عاشر کے احکام نہایت اجمال سے بلکہ کچھ بھی نہیں بیان کیئے، ہمکو صرف یہ بتانا منظور تھا کہ عاشر کس کو کہتے ہیں اس کے احکام کی ضرورت ہمکو آجکل نہیں ہے اس لیئے کہ بدنصیبی سے ہم ان مبارک ازمنہ سے جن میں احکام شرعیہ پر عمل ہوتا تھا بہت بعد پیدا ہوئے ہیں۔

اب وہ زمانہ ہے کہ مسلمان کو خود اس کا انتظام کرنا چاہیئے ہر شخص اپنی زکوٰۃ خود قواعد شرعیہ کے لحاظ سے نکالے اور خود اپنے طور پر مستحقین پر صرف کرے خود اپنے ہی صندوقچہ کو زکوٰۃ کا بیت المال بنائے یعنی زکوٰۃ کا سال جس وقت ختم ہو یا عشر جس وقت واجب ہو فوراً اگر مستحقین دستیاب ہو جائیں تو اسی وقت تقسیم کر دے ورنہ اس کو صندوقچہ میں علیحدہ جمع رکھے جس وقت مستحقین ملتے جائیں اس مال کو صرف کرتا رہے اس زمانہ میں جو لوگ مستعدی سے قواعد شریعت کی پابندی پر عمل کرتے ہیں ان کے لیئے بڑا اجر ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بصراحت وارد ہو گیا ہے، اللہ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین بالنبی الامین۔

زکوٰۃ اور عشر کے مستحقین کا بیان

جس طرح اللہ پاک نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کا اتنا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ نماز جیسی عبادت کے ساتھ اس کو بتیس ۳۲ جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی جابجا اسکی تاکید و فضیلت کے بیان کو اپنے مقدس کلام سے زینت دی ہے اسی طرح

حق سبحانہ نے زکوٰۃ کے مصارف بھی بیان فرما دیئے ہیں اور جن جن لوگوں کو زکوٰۃ کا مال لینے کا استحقاق ہے ان کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے فقہا نے جو کچھ لکھا ہے سب اسی ایک آیت کی تفسیر ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمولفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ترجمہ :۔ صدقہ (کے مال) تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیئے ہیں اور عاملوں کے لیئے اور ان لوگوں کے لیئے جن کی تالیف قلب کی جائے اور غلاموں (کی آزادی) میں خرچ کرنے کے لیئے، اور قرض داروں کے (قرض ادا کروانے) کے لیئے اور اللہ کی راہ میں (خرچ کرنے کے لیئے) اور مسافر کے لیئے۔

اس آیت میں صدقات سے صدقات واجبہ[1] مراد ہیں صدقات نافلہ کا ان لوگوں کے سوا دوسروں کو دینا بھی جائز ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اس آیت میں آٹھ قسم کے لوگ بیان ہوئے ہیں جن کو صدقہ کا مال دینا چاہیئے اور ان کے سوا کسی اور کو دینا جائز نہیں۔ فقیر مسکین عاملین صدقہ۔ مولفۃ القلوب۔ غلام قرضدار۔ فی سبیل اللہ مسافر ان آٹھ قسموں میں مولفۃ القلوب[2] کا حصہ حنفیہ[3] کے نزدیک ساقط ہو گیا ہے لہذا ان کے نزدیک سات قسمیں رہ گئیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

---

[1] صدقات کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل۔ واجب وہ صدقات ہیں جن کی فرضیت یا وجوب شریعت سے ثابت ہو جیسے زکوٰۃ اور عشر اور صدقۂ فطر اور نذر کئے ہوئے صدقے اور ان کے علاوہ جو اپنی طرف سے کوئی شخص صدقہ دے تو وہ نفل ہے ۱۲

[2] شروع اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کو تالیف قلب کے لیئے صدقات کے مال دیدیتے تھے، کچھ لوگ تو کافر تھے جن کے دینے سے مقصود یہ تھا کہ ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں اور کچھ کافروں کو اس غرض سے دیا جاتا تھا کہ وہ شر و فساد نہ کریں اور کچھ لوگ نو مسلم ضعیف الایمان تھے ان کو اس لیئے دیا جاتا تھا کہ ان کے دل میں اسلام کی جڑ مضبوط ہو جائے ۱۲۔

[3] امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی مذہب اکابر صحابہ سے منقول ہے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق ہی کے زمانہ خلافت سے مولفۃ القلوب کو صدقہ دینا موقوف کرا دیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر کی حدیث ہے کہ جب آپ نے معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اسی مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ مالدار مسلمانوں سے صدقہ لیکر فقیر مسلمانوں کو دینا مولفۃ القلوب کا ذکر آپ نے ان سے نہیں کیا امام شافعی اسکے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے اگر ضرورت ہو تو اب بھی تالیف قلب کے لیئے صدقات کا مال کافروں کو دیا جا سکتا ہے ۱۲۔

فقیر وہ شخص ہے جو کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک نہ ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مگر بالکل تہی دست بھی نہ ہو۔

مسکین وہ شخص ہے[ع۵] جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو حتیٰ کہ دوسرے وقت کا کھانا بھی۔

عاملین صدقہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی تحصیل کے لئے حاکم اسلام کی طرف سے مقرر ہوں عاشر بھی ان میں داخل ہیں ان لوگوں کی تنخواہ زکوٰۃ کے مال سے دی جائے گی اور تنخواہ کی مقدار ہر شخص کے کام کے موافق حاکم وقت کی تجویز سے مقرر ہوگی۔ اس قدر کہ اس کو اور اس کے متعلقین کو کافی ہو سکے اور اگر صدقات کے مال جو اس نے جمع کئے ہیں اس کی تحویل سے ہلاک ہو جائیں تو پھر اس کو کچھ نہ ملے گا۔ خاندان بنی ہاشم کے لوگ اگر عامل مقرر کئے جائیں تو جائز ہے[ع۶] مگر ان کی تنخواہ زکوٰۃ اور عشر کے مال سے نہ دی جائے کیونکہ اس قسم کا مال لینا ان کو مکروہ تحریمی ہے مگر ان کی تنخواہ کسی ایسے روپیہ سے دی جائے جس کا لینا ان کو جائز ہو۔

غلام یعنی مکاتب[ع۷] بشرطیکہ وہ کسی ہاشمی کے ملک میں نہ ہو خواہ اس کا آقا غنی ہو یا فقیر ہر سال میں اس کو دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آقا کو دے کر آزادی حاصل کر لے

قرضدار یعنی وہ شخص جس پر کسی کا قرض چاہتا ہو اور اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ اس قرض کو ادا کرے تو اسکو صدقات کا مال دیدیا جائے تاکہ وہ اپنے قرضخواہ کا قرض ادا کر کے اس بار عظیم سے سبکدوش ہو جائے۔

ع۵ مسکین کی یہ تعریف حنفیہ کے نزدیک ہے ان کے نزدیک مسکین کا درجہ فقر میں فقیر سے بڑھا ہوا ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک مسکین اور فقیر میں کچھ فرق نہیں اور بعض کے نزدیک فقیر کا درجہ فقر میں مسکین سے زیادہ ہے ۱۲۔

ع۶ بعض فقہا کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاشمی کا عامل مقرر کرنا جائز ہی نہیں مگر یہ صحیح نہیں جیسا کہ شامی وغیرہ میں تصریح موجود ہے ۱۲

ع۷ یہ مذہب حنفیہ کا ہے ان کے نزدیک غلام سے یہی خاص قسم غلام کی مراد ہے اور یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے امام حسن بصریؒ سے بھی یہی منقول ہے مکاتب کے سوا اور کسی قسم کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے نہ زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کا مول لے کر آزاد کرنا درست ہے ۱۲۔

Marfat.com

فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مجاہد لوگ مفلسی کے سبب سے لشکر اسلام کے ساتھ جہاد کے لیئے نہ جاسکتے ہوں اور جو لوگ بارادۂ حج اپنے گھر سے نکلے ہوں اور اثنائے راہ میں کسی سبب سے مفلس ہو جائیں کہ حج کے لیئے نہ جاسکیں اور جو لوگ طلب علم کرتے ہوں اور بے سامانی اور افلاس ان کو پریشان کر رہا ہو یہ سب لوگ اسمیں داخل ہیںؑ اور ان سب کو صدقات کے مال دیئے جاسکتے ہیں۔

مسافر یعنی وہ شخص جس کے ملک میں مال ہو مگر بالفعل اس کے قبضے میں نہ ہو خواہ اس سبب سے کہ وہ اپنے وطن سے باہر ہو جہاں اس کا مال ہے یا اس سبب سے کہ اس کا مال کسی دوسرے پر قرض ہو اور وہ اس کے لینے پر قادر نہ ہو یا اور کوئی صورت ایسی ہو کہ اس کا مال اس کے قبضے سے نکل گیا ہو اور بالفعل اس کے قبضے میں نہ آسکتا ہو، یہ معنی مسافر کے تعمیماً بیان کیئے گئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہیکہ مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے باہر ہو۔

زکوٰۃ دینے والیکو اختیار رہیکہ ان اقسام میں سے جس قسم کو چاہے اپنی زکوٰۃ کا مال دیدے یہ ضروریؑ نہیں کہ ان تمام اقسام کو دے۔

زکوٰۃ کا مال ان مصارف کے سوا اور کسی کام میں نہ صرف کیا جائے کسی میت کا کفن اس مال سے نہ بنائے، نہ میت کا قرض اس مال سے ادا کیا جائے۔ نہ اس سے مسجد وغیرہ بنائی جائے، اسی طرح زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کو مول لے کر آزاد کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ ان سب صورتوں میں کسی فقیر کو مال کا مالک نہیں بنایا جاتا اور زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں یہ شرط ہے کہ کسی فقیر کو اس کا مالک بنا دیا جائے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

ع۵ بعض فقہائے اس میں خلاف کیا ہے کہ فی سبیل اللہ سے صرف مجاہدین مراد ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی عبادت اور دین کے کاموں میں کوشش کرتے ہوں اور وہ مفلس ہوں تو وہ سب فی سبیل اللہ میں داخل ہیں جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں بصراحت موجود ہے ۱۲ ع۵ یہ حنفیہ کا مذہب ہے امام شافعی کے نزدیک تمام قسموں کے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے ۱۲۔

زکوٰۃ کا مال کسی ایک شخص کو نہ دینا چاہیئے جس سے زکوٰۃ دینے والے کو ابوت یا بنوت کا تعلق ہو پس اپنے باپ دادا پردادا وغیرہ اور دادی پردادی وغیرہ اور ماں اور ماں کے باپ دادا پر دادا وغیرہ کو نہ دے اور اپنے بیٹے اور پوتے پر پوتے اور بیٹی اور نواسی نواسے وغیرہ کو بھی نہ دے اور اسی طرح اس کو بھی نہ دینا چاہیئے جس سے زوجیت کا تعلق ہو پس شوہر اپنی بی بی کو اور بی بی اپنے شوہر کو زکوٰۃ کا مال نہ دے ۔ عورت اگر مطلقہ ہو مگر عدت کے اندر ہو تو اس کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دے ، ہاں بعد عدت کے چونکہ زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہتا اس لیئے اس وقت دینا جائز ہے ۔ اور اسی طرح اس کو بھی نہ دے جس سے ملکیت کا تعلق ہو پس اپنی لونڈی اور غلام کو زکوٰۃ نہ دے اگرچہ اس کو مکاتب[ع۲] یا مدبر کر چکا ہو ۔ ان سب لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا اس سبب سے ناجائز[ع۱] ہے کہ یہ لوگ ایک اعتبار سے زکوٰۃ دینے والے سے متحد ہیں پس ان کو زکوٰۃ دینا گویا اپنی ہی ذات کو نفع پہونچانا ہے اور زکوٰۃ کے مال سے خود منتفع ہونا جائز نہیں ۔ مذکورۂ بالا[ع۳] اعزہ کے سوا اور عزیزوں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جہاں تک اپنے اعزہ میں صاحب حاجت لوگ ملیں غیر کو نہ دے ۔ جب اعزہ میں کوئی صاحب حاجت نہ ملے تو اپنے دوستوں کو جو محتاج ہوں دے اور ان کے بعد پڑوسیوں کا حق ہے ۔

اگر یہ خیال ہو کہ اس کے اعزہ زکوٰۃ کا روپیہ دینے سے برا مانیں گے تو ان کو نہ بتائیے کہ میں تم کو زکوٰۃ کا مال دیتا ہوں کیونکہ زکوٰۃ کی صحت میں یہ شرط نہیں کہ جس کو دیا جائے اس سے بھی یہ کہدیا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے بلکہ اس کی بجت...

ع۱ اصل وجہ اس کی یہی ہے کہ آیت میں رقاب کے لفظ سے جس کے معنی غلام کے ہیں حنفیہ کے نزدیک صرف مکاتب مراد ہے ۱۲

ع۲ مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے لکھدیا ہو کہ یہ اگر اس قدر مال ادا کردے تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس کی نسبت اس کے آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد یہ آزاد ہے ۱۲ ۔

ع۳ ان لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا تو ناجائز ہے مگر ان کی خبرگیری اور ان کی کفالت شریعت کی طرف سے ہر شخص پر لازم کردی گئی ہے ۱۲

عمدہ صورت یہ ہے کہ برسم عیدی یا اور کسی خوشی کی تقریب میں اپنے اعزہ کے لڑکوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدے اس طور پر ان کو ہرگز خیال بھی نہ ہوگا کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے۔ مگر اس میں شرط ہے کہ وہ لڑکے سمجھدار ہوں ناسمجھ بچے کو زکوٰۃ کا مال دینا درست نہیں (درالمختار۔ ردالمختار)

اسی طرح اگر کوئی شخص کسیکو کچھ ہدیہ دے جیسے امراء کے یہاں پہلے پہل کے پھل کی ڈالی لگائی جاتی ہے تو اس ڈالی لگانیوالے کو زکوٰۃ کے مال سے دینا درست ہے بشرطیکہ اس میں مستحقین کے اوصاف پائے جاتے ہوں۔ اور اس کی ڈالی کا عوض نہ سمجھے۔ (درالمختار وغیرہ)

مالدار کو اور اس کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں ہاں اس کے مکاتب غلام کو دینا جائز ہے اور اس کے اس ماذون غلام کو بھی دینا جائز ہے جب پر اس قدر قرض ہو جو اس کی قیمت اور اس کے مال سے زیادہ ہو۔ مالدار سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس اصلی ضرورتوں سے زائد مال ہو اور وہ تمام مال کم از کم بقدر نصاب ہو۔

بنی ہاشم کے تین خاندان کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کو، حارث کی اولاد کو، ابوطالب کی اولاد کو، سادات بنی فاطمہ اور سادات علویہ اس تیسرے خاندان میں داخل ہیں کیونکہ وہ حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ ابوطالب کے بیٹے ہیں ان خاندانوں کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دینا چاہیے ہاں صدقات واجب یعنی زکوٰۃ عشر اور صدقہ فطر کے سوا اور قسم کے صدقات سے ان کی مدد کرنا جائز ہے۔

کافروں کو بھی صدقات کا مال دینا جائز نہیں ہاں اگر ذمی کافر ہو تو اسکو زکوٰۃ عشر خراج کے سوا اور صدقات کا دینا جائز ہے۔

ع ہاشم عبدالمطلب کے والد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پر دادا کا نام ہے علاوہ عبدالمطلب کے ان کے تین بیٹے اور تھے مگر نسل صرف عبدالمطلب سے جاری ہوئی عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے صرف ان تین بیٹوں کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ عباس۱۔ حارث۲۔ ابوطالب۳ ۔ ۱۲۔

اگر کوئی شخص اپنے غالب گمان میں کسی شخص کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر زکوٰۃ کا مال دیدے اور بعد میں یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنا ہی غلام تھا یا مکاتب یا کافر حربی یا کافر مستامن تو اس کو چاہیئے کہ پھر دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ مالدار تھا یا ذمی کافر تھا یا اس کا باپ یا بیٹا تھا یا اس کی بی بی تھی یا بنی ہاشم کے ان خاندانوں میں سے تھا جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو پھر دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر غالب گمان کے دیدے تو ان صورتوں میں پھر دوبارہ زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مال بقدر نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ وہ قرضدار ہو یا اس کے لڑکے بالے بہت ہوں۔

زکوٰۃ کا مال دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ اسکے عزہ محتاج ہوں اور دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اس شہر سے دوسرے دوسرے شہر میں زیادہ محتاج لوگ ہوں یا وہ لوگ بہ نسبت یہاں کے لوگوں کے پرہیز گار زیادہ ہوں جو شخص دارالحرب میں رہتا ہو اس کو اپنی زکوٰۃ کا دارالاسلام میں بھیجنا مکروہ نہیں کیونکہ دارالاسلام کے فقرا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔

اسی طرح طالب علم کے واسطے بھی زکوٰۃ کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ نہیں۔ اور اگر سال کے تمام ہونے سے پہلے کوئی شخص زکوٰۃ دے تو اس کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا کسی حال میں مکروہ نہیں۔

علاوہ فرض صدقات یعنی زکوٰۃ اور عشر کے اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ کے لیئے اس قدر صدقہ دوں گا۔ تو یہ صدقہ واجب ہے اور جس قسم کے لوگوں کے دینے کی اس میں نیت کی جائے اسی قسم کے لوگوں کو دیا جائے گو وہ صدقہ کا استحقاق باعتبار آیت کے نہ رکھتے ہوں۔

فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت میں مستحب ہے

جبکہ مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں سے زائد ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح اپنے کل مال کے صدقہ میں دیدینا بھی مکروہ ہے ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

جو شخص نفل صدقہ دے اسکے لئے افضل ہیکہ اس کا ثواب تمام مسلمانوں کی ارواح کو بخشدے کیونکہ اس سے خود اس کا ثواب کم نہ ہوگا اور تمام مسلمانوں کو اس کا فائدہ پہونچے گا۔ اس فائدہ رسانی کا ثواب انشاء اللہ اس کو علاوہ ملیگا۔

رکاز کا بیان

رکاز اس مال کو کہتے ہیں جو زمین کے نیچے پوشیدہ ہو خواہ اس کو کسی نے گاڑا ہو جیسے روپیہ پیسہ وغیرہ کو لوگ گاڑتے ہیں یا خود وہیں پیدا ہوا ہو مثل کان وغیرہ کے قسم اول کو کنز کہتے ہیں اور قسم دوم کو معدن۔

اگر کوئی مسلمان یا ذمی دارالاسلام کی کسی زمین میں معدن پاجائے اور وہ معدن ایسی منجمد چیز کا ہو جو آگ میں ڈالنے سے نرم ہو جاتی ہو۔ جیسے لوہا۔ چاندی۔ سونا رانگا۔ پارہ[ع] وغیرہ تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ زمین کسی کی مملوک ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کسی ایک کی یا تمام مسلمانوں کی، اگر کسی کی مملوک نہیں ہے تو اس معدن کا پانچواں حصہ بیت المال کا ہے اور چار حصے پانے والے کے ہیں اور اگر کسی ایک کی مملوک ہے تو ایک حصہ بیت المال کا اور چار حصے مالک کے اور اگر تمام مسلمانوں کی مملوک ہے تو وہ سب مال بیت المال میں رہے گا۔ کیونکہ بیت المال تمام مسلمانوں کا خزانہ ہے۔

اگر معدن میں کوئی ایسی چیز نکلے جو منجمد نہ ہو جیسے تیل وغیرہ یا آگ میں ڈالنے سے نرم نہ ہوتی ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو ان میں بیت المال کا کچھ بھی حصہ نہیں

ع پارہ اگرچہ خود آگ پر نہیں ٹھیرتا مگر دوسری چیز کے ساتھ ملا کر ٹھیر جاتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

بلکہ وہ سب پانے والے کا ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے گھر میں یا دوکان میں کوئی معدن نکل آئے تو وہ بھی کل اسی کا ہے بیت المال کا اسمیں کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

اگر کسی مسلمان یا ذمی کو کنز ملجائے تو اس بات کے دریافت کرنیکی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے یا کافروں کا اگر کسی قرینے سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کافروں کا ہے یا کچھ نہ معلوم ہو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال کا اور باقی پانے والے کا خواہ وہ کسی کی مملوکہ زمین ہو یا نہیں۔ (ردالمحتار)

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مال مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ عام شاہراہوں پر اور مسجدوں کے دروازوں پر اسکی منادی کی جائے یہانتک کہ جب ظن غالب ہو جائے کہ اب اسکا کوئی مالک نہ ملیگا تو فقیروں کو دیدیا جائے اور اگر خود فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے۔

آجکل خصوصاً ہمارے ملک میں چونکہ بیت المال کا کچھ انتظام نہیں ہے اس لیے بیت المال کا حصہ بطور[ع] خود ان لوگوں کو جن کا ذکر مستحقین زکوٰۃ کے بیان میں گذر چکا۔ تقسیم کر دیا جائے۔ (درمختار وغیرہ)

صدقہ فطر کا بیان

ہم دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں کہ عید الفطر کے دن ایک مقدار معین کا محتاجوں کو دینا واجب ہے اسی کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں مگر وہاں ہم نے اس کے احکام نہیں بیان کیے تھے۔ اب یہاں چونکہ تمام صدقات کا بیان ہو رہا ہے لہذا اسکا بھی بیان کیا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔

صدقہ فطر کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال دیا تھا جس سال رمضان کے

ع یہ امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور اسی پر اس زمانے میں فتویٰ ہے (ردالمحتار)

روزے فرض ہوئے ہیں۔

عید الفطر کے دن خاصکر اس صدقہ کے تقرر میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ دن خوشی کا ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کثرت و جمعیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصود خوب کامل ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اسمیں روزے کی بھی تکمیل ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

علامہ طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں ناقل ہیں کہ صدقہ فطر کے دینے سے روزہ مقبول ہو جاتا ہے۔ انتہیٰ۔ اور اس صدقہ میں حق تعالےٰ کے اس عظیم الشان احسان کا کہ اس نے ماہِ مبارک سے ہمیں مشرف کیا اور اسمیں روزہ رکھنے کی ہمکو توفیق دی۔ کچھ ادائے شکر بھی ہے۔

مسائل

(۱) صدقہ فطر واجب[عه] ہے فرض نہیں

(۲) صدقہ فطر کے واجب ہونیکے لیئے صرف تین چیزیں شرط ہیں (۱) آزاد ہونا، لونڈی غلام پر اصالتاً[عه] صدقہ فطر واجب نہیں (۲) مسلمان ہونا کافر پر اصالتاً صدقہ فطر واجب نہیں (۳) کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں سے فارغ ہو۔ اور قرض سے بالکل یا بہ قدر ایک نصاب کے محفوظ ہو۔ اس مال پر ایک سال کا گذر جانا شرط نہیں نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے نہ صاحب مال کا بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے حتیٰ کہ نابالغ بچوں اور مجنونوں پر بھی صدقہ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہیئے اور اگر ولی نہ ادا کرے اور وہ اس وقت

عه فقہانے لکھا ہیکہ امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے مگر درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں اس لیئے کہ ان کے نزدیک واجب کی اصطلاح قائم ہی نہیں ہاں فرض کی دو قسمیں ان کے یہاں بھی ہیں قطعی اور ظنی سو صدقہ فطر ان کے نزدیک بھی فرض قطعی نہیں ہے ۱۲ عه اصالتاً کی قید اس لیئے کہ خود اسپر تو واجب نہیں مگر اس کے مالک پر اسکی طرف سے دینا واجب ہے اسی طرح کافر پر بھی اصالتاً واجب نہیں لیکن اگر وہ کسی مسلمان کا غلام ہو تو اس مسلمان پر اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر کا دینا واجب ہے ۱۲۔

Marfat.com

خود مالدار ہو تو بعد بالغ ہونے یا جنون زائل ہو جانیکے خود ان کو اپنے عدم بلوغ یا جنون کے زمانے کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے۔ (رد المحتار وغیرہ)

(۳) صدقہ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرطیں ہیں جو زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں تھیں۔

(۴) صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص قبل طلوع فجر کے مر جائے یا فقیر ہو جائے اسپر صدقہ فطر واجب نہیں اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر کے اسلام لائے اور مال پا جائے یا جو لڑکا طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا اسپر بھی صدقہ فطر واجب نہیں، ہاں جو لڑکا قبل طلوع فجر کے پیدا ہوا ہو یا جو شخص قبل طلوع فجر کے اسلام لائے یا مال پا جائے اسپر صدقہ فطر واجب ہے۔

(۵) صدقہ فطر کے واجب ہونے میں روزہ دار ہونا شرط نہیں جس شخص نے کسی عذر[ف] کے سبب سے روزہ نہ رکھا ہو اسپر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

(۶) صدقہ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر ہوں اور اپنی خدمت کے لونڈی غلاموں کی طرف سے بھی اگرچہ وہ کافر ہوں۔ نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کردے اور جو مالدار نہ ہوں تو اپنے مال سے بالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً اگر ادا کردے تو جائز ہے یعنی پھر ان اولاد کو دینے کی ضرورت نہیں اور اگر بالغ اولاد مالدار تو ہوں مگر مجنون ہوں تب بھی ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے مگر انھیں کے مال سے جو لونڈی غلام خدمت کے نہ ہوں بلکہ تجارت کے ہوں ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔ باپ اگر مر گیا ہو تو دادا

ف عذر کی قید اس لیے لگائی گئی کہ مسلمان کبھی بے عذر روزہ کو ترک نہیں کرسکتا اور اگر کوئی بدنصیب برائے نام مسلمان بے عذر ترک کردے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی صدقہ فطر اس کے ذمہ بھی واجب ہوگا۔

باپ[ع۱] کے حکم میں ہے یعنی پوتے اگر مالدار ہیں تو ان کے مال سے ورنہ اپنے مال سے ان کا صدقۂ فطر ادا کرنا اسپر واجب ہے اپنی بی بی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احسانًا ادا کردے تو جائز ہے اسی طرح ماں کو اپنی اولاد کی طرف سے اور بی بی کو اپنے شوہر کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں اور بے اجازت اگر احسانًا ادا کرے تو جائز نہیں یعنی اس کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا جائے اور وہ شوہر کے گھر میں رخصت کردی جائے تو اگر وہ قابل خدمت کے یا موانست کے ہے تو اسکے باپ کے ذمہ اسکا صدقۂ فطر واجب نہیں بلکہ اگر وہ لڑکی مالدار ہے تو خود اس کے مال سے صدقۂ فطر دیدیا جائے ورنہ اسپر واجب ہی نہیں، اور اگر وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست کے نہو تو اسکا صدقۂ فطر اسکے باپ کے ذمہ واجب رہیگا اور اگر شوہر کے گھر میں رخصت نہیں کی گئی تو گو وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست کے ہو ہر حال میں اس کے باپ پر اس کا صدقۂ فطر واجب ہوگا۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۷) صدقۂ فطر میں گیہوں اور اس کے آٹے یا ستو کا آدھا صاع ہر شخص کی طرف سے ہونا چاہیئے اور چھوہارے[ع۲] یا منقےٰ یا جو کا ایک صاع[س۱]۔

انھیں چار چیزوں کا ذکر احادیث میں ہے لہذا اگر کوئی شخص ان کے علاوہ اور چیز دینا چاہے تو اس کو چاہیے کہ انھیں چیزوں کی قیمت کا لحاظ کرے یعنی اسی قدر دے کہ جس کی قیمت آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو وغیرہ کے برابر ہوجائے

ع۱ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض لوگوں کے نزدیک دادا باپ کے حکم میں نہیں ہے محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں۔ دیگر اور محققین نے اپنی اور کتابوں میں اسی کو ترجیح دی ہے کہ اگر باپ مرجائے تو دادا اس کے حکم میں ہے

ع۲ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جو اور چھوہارے اور منقےٰ وغیرہ قیمت میں برابر تھے اور گیہوں کی قیمت ان کے اعتبار سے دونی ہوتی تھی ۱۲۔

س۱ صاع کی مقدار کی تحقیق اسی جلد کے مقدمہ میں گذر چکی کہ وہ تقریباً دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے اور اس حساب سے آدھا صاع ایک سیر تین چھٹانک ہوا ۱۲۔

Marfat.com

اور اگر نقد دینا چاہے تو اختیار ہے[عہ] کہ جس کی قیمت چاہے دے خواہ نصف صاع گیہوں کی یا ایک صاع جو چھوہاروں وغیرہ کی۔

ان چاروں چیزوں میں ایک کو بلحاظ دوسرے کی قیمت کے اسکی مقدار معین سے کم دینا جائز نہیں مثال کوئی شخص چھوہارے بقدر چوتھائی صاع کے دے اس لحاظ سے کہ چھوہارے کا چوتھائی گیہوں کے نصف صاع یا جو کے پورے صاع کی برابر ہے تو یہ جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص گیہوں کا آٹا آدھے صاع سے کم دے بخیال اسکے کہ یہ نصف صاع سے کچھ بھی کم ہوگا تو نصف صاع گیہوں کی قیمت کے برابر ہوگا تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (ردالمختار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس ایک قسم کی چیز پوری نہ ہو یعنی نہ گیہوں نصف صاع ہوں اور نہ جو وغیرہ ایک صاع تو اس وقت اختیار ہے[عہ] کہ دو قسموں کو ملا کر مقدار واجب کو پورا کر دے مثلاً نصف صاع جو دے اور نصف صاع چھوہارا یا نصف صاع جو دے اور چوتھائی صاع گیہوں۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے اور اگر خدانخواستہ گرانی کا زمانہ ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔ (مراقی الفلاح)

(۸) صدقہ فطر کے مستحقین بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ اور عشر کے ہیں ان کے سوا کسی اور کو صدقہ فطر کا دینا جائز نہیں یعنی اوروں کے دینے سے صدقہ فطر ادا نہ ہوگا۔ ہاں عامل زکوٰۃ اس سے مستثنیٰ ہے یعنی جس طرح اس کو زکوٰۃ کے مال سے دینا جائز تھا صدقہ فطر کے مال سے دینا جائز نہیں۔

صدقہ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحر کے لیے لوگوں کو اٹھاتا ہو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اس کی اجرت میں نہ قرار دے بلکہ پہلے کچھ اور اس کو دے

عہ میرے نزدیک امراء کو یہ مناسب ہے کہ اگر ان سے گراں چیز کی قیمت دیں مثلاً آجکل چھوہارا دوسرے ان سب چیزوں میں گراں ہیں لہٰذا اس کی قیمت دیا کریں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے اذا وسع اللہ علیکم فاوسعوا یعنی جب اللہ تم کو زیادہ دے تو تم بھی زیادہ دو ۱۲

عہ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ۱۲۔

اس کے بعد صدقہ فطر کا مال دے۔

(۹) صدقہ فطر کا قبل رمضان کے آنے کے ادا کر دینا بھی جائز ہے اور دوسرے شہر میں بھی بوجوہ مذکورہ بالا بھیجنا درست ہے۔

(۱۰) صدقہ فطر کا اگر وہ عید کے دن سے پہلے ادا نہ کر دیا گیا ہو تو عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دینا مستحب ہے۔

(۱۱) بہتر یہ ہے کہ ایک شخص کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے اور اگر ایک شخص کا صدقہ کئی محتاجوں کو دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

(ردالمختار)

اور اگر کئی شخصوں کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے تو بھی جائز ہے بکراہت اگر اس کی ضرورت سے زیادہ ہو اور بے کراہت۔ اگر اس کی ضرورت کے موافق ہو۔

زکوٰۃ کے مسائل ختم ہو گئے اب زکوٰۃ کے متعلق چالیس حدیثیں اور حضرت امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چالیس اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

واللہ المعین

بیروت۔ مصر۔ شام۔ دمشق اور عراق کے علاوہ پاکستان اور ہندوستان کے اکثر کتب خانوں کی کتب ناشروں کے نرخ پر

ملنے کا پتہ

(مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند

ضلع سہارنپور یو۔پی

چہل حدیث زکوٰۃ

(۱) قال ابن عباس حدثنی ابو سفیان عــه فذکر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف (البخاری)

(۲) قال جریر بن عبد اللہ بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم (البخاری)

(۳) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یقبلها بیمینه ثم یربیها لصاحبه کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل (البخاری)

(۱) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو سفیانؓ نے بیان کیا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور کہا کہ وہ ہمکو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور صلہ رحم کا اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں (بخاری)

(۲) جریر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے (کے اقرار) پر بیعت کی۔ (بخاری)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایک چھوہارے کے برابر بھی پاک کمائی سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ تو پاک کمائی ہی کو قبول فرماتا ہے تو بیشک اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے پھر اسکو صدقہ دینے والے کیلئے بڑھاتا ہے جیسا [illegible] سے [illegible] اپنے گھوڑے کے [illegible]

عــه یہ حدیث مختصر ہے جسکو امام بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں لکھا ہے۔ مفصل حدیث بخاری کے باب الوحی میں [illegible] شاہ روم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت نامہ پہنچا تو اسنے عرب کے قافلہ کو جو اتفاق سے غرض تجارت وہاں آیا تھا بلایا [illegible] ابو سفیان بھی تھے یہ اسوقت تک کافر تھے مختصر یہ کہ ہرقل نے ابو سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] انبیاء سابقین کے حالات بھی اسی طرح تھے بالآخر اس نے آپکی تعلیمات کی کیفیت بھی دریافت کی [illegible] تعلیم کرتے ہیں ف اس حدیث سے بعض علمانے یہ بات ثابت کی ہے کہ زکوٰۃ کہیں فرض ہو چکی تھی کیونکہ ابو سفیان نے ہرقل سے [illegible] بیان کیا وہ قیام مکہ کے وقت کا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد مطلق صدقہ ہے نہ صدقہ مخصوصہ اور دلیل اسکی یہ ہے کہ امام بخاری نے باب الوحی میں بجائے زکوٰۃ کے صدقہ کا لفظ روایت کیا ہے [illegible] مفصل کیفیت [illegible]

(۴) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتاہ اللہ مالا فلم یؤد زکوتہ مثل لہ مالہ یوم القیمۃ شجاعا اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیمۃ یاخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ ثم یقول انا مالك انا کنزك (البخاری)

(۵) عن عدی بن حاتم قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقفن احدکم بین یدی اللہ لیس بینہ وبینہ حجاب ولا ترجمان یترجم لہ ثم لیقولن لہ الم اوتك مالا فلیقولن بلی ثم لیقولن الم ارسل الیك رسولا فلیقولن بلی فینظر عن یمینہ فلا یری الا النار ثم ینظر عن شمالہ فلا یری الا النار فلیتق احدکم النار ولو بشق تمرۃ فان لم یجد فبکلمۃ طیبۃ۔ (البخاری)

(۶) عن اسماء قالت قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا توکی فیوکی علیك

پرورش کرے یہانتک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے (بخاری)

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو وہ مال اس کا قیامت کے دن اسکے سامنے ایک مار سیاہ کی شکل میں کر دیا جائیگا جسکے دو نقطے ہوتے ہیں وہ قیامت کے دن اسکی گردن میں لپٹ جائیگا اور اسکے دونوں جبڑوں کو پکڑ لیگا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ (بخاری)

(۵) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ضرور تم میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اس کے اور اللہ کے درمیان میں (اسوقت) نہ کوئی حجاب ہوگا اور نہ کوئی ترجمان جو کہ باتیں بیان کرے پھر اللہ اس سے فرمائیگا کہ کیا میں نے تجھے مال نہ دیا تھا وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا پس اپنی داہنی طرف بھی سوا آگ کے کچھ نہ دیکھیگا اور اپنی بائیں جانب بھی سوا آگ کے کچھ نہ دیکھیگا پس تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ آگ سے بچے اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی دیکر سہی پھر اگر (یہ بھی) نہ پائے تو اچھی بات کہہ کر۔ (بخاری)

(۶) اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے اسماء اپنے مال پر

ع۔ شیخ مصلح الدین شیرازی نے اپنے پندنامہ کے اس شعر میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎
بخیل ار بود زاہد بحر و بر + بہشتی نباشد بحکم خبر۔ یعنی بخیل جو شخص زکوٰۃ مفروضہ نہ ادا کرے۔ اگرچہ دنیا بھر کی عبادتیں کرے مگر وہ بحکم حدیث بہشت میں نہ جائیگا یعنی بغیر سزا کے ورنہ بعد سزا کے تو ہر مومن بہشت میں داخل ہوگا ۱۲۔

گرہ نہ دو ورنہ تم پر (بھی اللہ کی طرف سے) گرہ دے دی جائے گی۔ (بخاری)

(۷) عن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ من خمس من البخل والجبن و فتنۃ الصدر و عذاب القبر و سوء العمل۔ (مسند احمد)

(۷) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ بخل سے اور نامردی سے اور دل کے فساد سے اور قبر کے عذاب سے، اور بدکاری سے۔ (مسند احمد)

(۸) عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقۃ قال اللھم صل علیھم فاتاہ ابی ابو اوفی بصدقتہ فقال اللھم صل علی ابی اوفی۔ (مسلم)

(۸) عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں جب کچھ لوگ اپنا صدقہ لاتے تو آپ فرماتے، اے اللہ انپر اپنی رحمت نازل فرما۔ پس میرے باپ ابو اوفی اپنا صدقہ آپ کے پاس لائے تو آپنے فرمایا کہ اے اللہ ابو اوفی پر رحمت نازل کر۔ (مسلم)۔

(۹) عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا فقلت یا رسول اللہ اکنز ھو فقال ما بلغ ان تودی زکوٰتہ فزکی فلیس بکنز۔ (ابو داؤد)

(۹) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں کنگن پہنتی تھی تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا یہ بھی کنز ہے؟ تو آپنے فرمایا کہ جو مال اس حد کو پہنچے کہ اسکی زکوٰۃ دینا چاہئے پھر اسکی زکوٰۃ دیدی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔

(۱۰) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یبسط اللہ علیہ فی رزقہ وینساء فی اثرہ فلیصل رحمہ (ابو داؤد)

(۱۰) انس رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو اس بات کی خوشی ہو کہ اللہ اسپر اس کے رزق میں کشادگی کرے اور اس کی عمر زیادہ کرے تو اسکو چاہیئے کہ صلہ رحم کرے۔ (ابو داؤد)

(۱۱) عن عبد اللہ بن عمرو قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال

(۱۱) عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ تم لوگ

عـ۱ یعنی آیہ الذین یکنزون میں جو سزا مال کے جمع کرنے کی ارشاد ہوئی ہے یہ بھی اس میں داخل ہے یا نہیں ۱۲۔

عـ۲ اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور اسپر عمل کرو، دیکھو کہ تمہارے رزق میں کشادگی ہوتی ہے کہ نہیں ۱۲۔

ایاکم والشح فانما هلك من كان قبلكم بالشح امرهم بالبخل فبخلوا وامرهم بالقطيعة فقطعوا وامرهم بالفجور ففجروا ۔ (داؤد)

حرص سے بچو اس لیے کہ اگلے لوگ حرص ہی سے برباد ہوئے تھے، حرص نے (ان کو) بخل سکھایا اور وہ بخیل ہو گئے اور اسی نے انکو قطع (رحم) سکھایا اور انھوں نے قطع کر دیا اور اسی نے ان کو بدکاری سکھائی اور وہ بدکار ہو گئے۔

(ابوداؤد)

(۱۲) عن عمر رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یشبع الرجل دون جاره ۔ (مسند احمد)

(۱۲) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص بغیر اپنے پڑوسی کے اپنا پیٹ نہ بھرے (مسند احمد)

(۱۳) قال عمر امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نتصدق فوافق ذلك مالا عندی فقلت الیوم اسبق ابابکر ان سبقته یوما فجئت بنصف مالی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما ابقیت لاهلك قلت مثله فاتی ابوبکر بکل ما عنده فقال یا ابابکر ما ابقیت لاهلك قال ابقیت لهم الله ورسوله فقلت لا اسابقك الی شیٔ ابدا ۔ (الدارمی)

(۱۳) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم صدقہ دیں اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس کچھ مال تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کسی دن میں ابوبکر پر سبقت لے جاؤں گا تو آج ضرور لے جاؤں گا پس میں اپنا آدھا مال لے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کس قدر چھوڑ دیا میں نے کہا کہ اسی قدر، پھر ابوبکر اپنا کل مال لے آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا تو آپ بولے کہ اللہ[ع] اور اس کے رسول کو۔ تو میں نے (ان سے) کہا کہ میں کسی نیکی میں تم سے آگے کبھی نہ جا سکوں گا۔

(دارمی)

(۱۴) قال النبی صلی الله علیه وسلم لیس علی المسلم فی فرسه وغلامه

(۱۴) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر اس کے سواری کے گھوڑے اور اسکی خدمت کے غلام پر

[ع] معلوم ہوا کہ اگر کسی میں توکل کی صفت درجہ علیا تک پہونچ گئی ہے تو اس کو کل اپنا مال خیرات کر دینا جائز ہے جیسا کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ۱۲۔

Marfat.com

صدقۃ۔ (البخاری)

(۱۵) بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر علی الصدقۃ فقیل منع ابن جمیل وخالد ابن الولید والعباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ والما خالد فانکم تظلمون خالدا قد احتبس ادراعہ واعتادہ فی سبیل اللہ والعباس فھی علی ومثلھا معھا ثم قال یا عمر اما شعرت ان عم الرجل صنوابیہ۔ (مسلم)

(۱۶) امرأۃ من اھل الیمن اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبنت لھا وفی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال اتودیان زکوٰۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ عزوجل بھما یوم القیمۃ سوارین من نار قال فخلعتھما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ھما للہ والرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ (نسائی)

زکوٰۃ فرض نہیں۔ (بخاری)

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ[ع] کی تحصیل کرنے پر مقرر کیا، تو کہا گیا کہ ابن جمیل نے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا تو آپ نے فرمایا کہ ابن جمیل اسی بات کا بدلہ دیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اور اللہ نے اس کو مالدار کر دیا اور رہ گئے خالد رضی اللہ عنہ تو تم ان پر ظلم کرتے ہو بے شک انھوں نے اپنی زرہ اور اپنے آلات حرب اللہ کی راہ میں وقف کر رکھے ہیں یعنی ان کے سوا جہاد کے کچھ کام نہیں نیتے اور رہ گئے عباس رضی اللہ عنہ تو ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے بلکہ اس سے دوچند، پھر فرمایا کہ اے عمر کیا تم نہیں جانتے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے مثل ہوتا ہے۔ (مسلم)

(۱۶) ایک عورت یمن کی مع اپنی بیٹی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں دو موٹے موٹے کنگن تھے تو آپ نے پوچھا کہ تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ وہ بولی کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تم کو قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنائے تو اس نے ان دونوں کو اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ اللہ [illegible]

[illegible]

ع اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ دینی خدمت کے آلات و اسباب [illegible] زکوٰۃ فرض [illegible] ان کے سلاح جنگ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی کیونکہ وہ اسے دین کا کام لیتے تھے۔ [illegible] بات یہ کہ اگر ایک عزیز اپنے کسی عزیز کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرے تو وہ جائز ہے یعنی اس کے ذمہ سے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عم مکرم کی طرف سے ادا کر دی۱۲۔

(۱۷) عن سمرۃ بن جندب قال اما بعد فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعد للبیع۔ (ابوداؤد)

(۱۷) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ کہا بعد حمد و نعت کے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیا کرتے تھے کہ ہم تجارتی مال کی زکوٰۃ ادا کیا کریں (ابوداؤد)

(۱۸) عن عبد اللہ بن ابی بکر عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل رجلاً من بنی عبد الاشہل علی الصدقۃ فلما قدم سئلہ ابلا من الصدقۃ فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی عرف الغضب فی وجہہ وکان مما یعرف بہ الغضب فی وجہہ ان تحمر عیناہ ثم قال ان الرجل لیسألنی ما لا یصلح لی ولا لہ فان منعتہ کرہت المنع وان اعطیتہ اعطیتہ ما لا یصلح لی ولا لہ فقال الرجل یا رسول اللہ لا اسئلک منہا شیئاً ابداً۔

(مؤطا امام مالک)

(۱۸) عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الاشہل کی اولاد سے ایک شخص کو صدقہ پر مامور فرمایا پس وہ مال (تحصیل کرکے) آئے تو انھوں نے آپ سے صدقہ کا ایک اونٹ مانگا تو آپ غضبناک ہو گئے یہانتک کہ آپ کے چہرۂ مبارک میں غضب کا اثر معلوم ہوا اور غضب کا اثر آپ کے چہرۂ مبارک میں یہ ہوتا تھا کہ آپکی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں پھر آپنے یہ فرمایا کہ بیشک ایک شخص مجھسے ایسی چیز مانگتا ہے کہ مجھکو نہ اس کا دینا جائز ہے اور نہ اسکو لینا پھر اگر میں نہ دوں تو نہ دینے کو برا جانتا ہوں اور اگر دیدوں تو میں اسکو وہ چیز دی کہ نہ اسکا دینا جائز ہو میرے لئے اور نہ لینا جائز ہے اسکے لئے پس اس آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ اب میں کبھی آپ سے صدقہ کی کوئی چیز نہ مانگا کروں گا۔ (موطا امام مالک)

(۱۹) عن طاؤس الیمانی ان معاذ بن جبل الانصاری اخذ من ثلثین بقرۃ تبیعا ومن اربعین بقرۃ مسنۃ واتی بما دون ذلک فابی ان یاخذ منہ شیئاً

(۱۹) طاؤس یمانی سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل نے تیس گائے کی زکوٰۃ میں ایک سال کی گائے لیلی اور چالیس گائے کی زکوٰۃ میں ایک دو برس کی گائے اور اس سے کم گائیں جوان کے پاس لائی گئیں تو انھوں نے

ع۔ معلوم ہوا کہ ہر تجارتی مال پر زکوٰۃ ہے یعنی بعد نصاب کامل ہوجانے اور تجارتی مال کی زکوٰۃ اس کی قیمت کے حساب سے ہوتی ہے یعنی چالیسواں حصہ بعد نصاب پورا ہو جانے کے ۱۲۔

وقال لم اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئی حتی القاہ فاسألہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یقدم معاذ بن جبل (موطا امام مالک)

اس کی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا یہاں تک کہ میں آپ سے ملوں اور پوچھوں مگر معاذؓ کے آنے سے پہلے آنحضرت علیہ السلام کی وفات ہوگئی (موطا)

(۲۰) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ۔ (مالک)

(۲۰) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق چھوہاروں میں (زکوٰۃ فرض) نہیں ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ (فرض) ہے۔ اور نہ پانچ عدد سے کم اونٹ میں زکوٰۃ (فرض) ہے (مالک)

(۲۱) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الرکاز الخمس (موطا امام مالک)

(۲۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکاز میں پانچواں حصہ بیت المال کا ہے) موطا۔

(۲۲) عن سوید بن غفلۃ اتانی مصدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ فجلست فسمعتہ یقول ان فی عھدی ان لا ناخذ راجع لبن ولا نجمع بین متفرق ولا نفرق بین مجتمع فاتاہ رجل بناقۃ کوماء فقال خذھا فابی (نسائی)

(۲۲) سوید بن غفلہ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق آیا تو میں اس سے ملا اور بیٹھ گیا تو میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے حکمنامہ میں یہ ہے کہ ہم کوئی دودھ دار جانور لیں اور نہ متفرق اشیاء کے درمیان میں جمع کریں اور نہ مجتمع اشیاء کے درمیان میں تفریق کریں پھر ایک شخص عیب دار اونٹنی لے آیا اور کہا اسکو تو انھوں نے منظور نہ کیا۔ (نسائی)

(۲۳) عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

(۲۳) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے

عــہ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے تحصیل کرنیوالے کو بے رضامندی مالک کے عمدہ جانور لے لینا جائز نہیں اسی طرح خراب جانور کا بھی۔

Marfat.com

عفوت من الخيل والرقيق فادوا زكوتكم من كل مائتين خمسة۔ (نسائی)

گھوڑے[ع] سے اور غلام سے زکوٰۃ معاف کردی پس تم اپنی زکوٰۃ ہر دو سو درم سے پانچ درم نکالو (نسائی)

(۲۴) قال رسول الله صلعم لزینب امرأۃ ابن مسعود زوجك وولدك احق من تصدقت به علیهم۔ (البخاری)

(۲۴) فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کی بی بی زینب سے کہ تمہارے شوہر اور تمہارا بیٹا جو صدقہ تم دو اس کے زیادہ حقدار[ع] ہیں (بخاری)

(۲۵) عن ابی هریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمر الصدقة فقال النبی صلی الله علیه وسلم کخ کخ لیطرحها ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقة (البخاری)

(۲۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا لے لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کخ کخ تاکہ وہ اسے ڈال دیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں[ع] کھاتے۔ (بخاری)

(۲۶) عن ابی حمید الساعدی قال استعمل رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا من الاسد علی صدقات بنی سلیم یدعی ابن اللتبیة فلما جاء حاسبه۔ (البخاری)

(۲۶) ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (جو قبیلہ بنی اسد میں سے (تھا) بنی سلیم کے صدقات پر عامل بنایا اسکو ابن اللتبیہ کہتے تھے تو جب وہ آیا تو آپ نے اس[ع] سے حساب کیا۔ (بخاری)

(۲۷) عن النبی صلی الله علیه وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر۔ (البخاری)

(۲۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس پیداوار میں جسے آسمان کا پانی یا چشمے سینچیں یا از خود پیدا ہو عشر فرض ہے اور جو زمین ڈول سے سینچی جائے اسمیں نصف عشر (بخاری)

ع مراد سواری کا ۔ اسے تجارت کی تو ہر چیز پر زکوٰۃ ہے عہ یہ نفلی صدقوں کا حکم ہے زکوٰۃ مفروضہ کا نہیں۔ کیونکہ اس کا اپنے شوہر یا اپنی اولاد کو دینا جائز نہیں ۱۲ عہ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو صدقہ لینا جائز نہیں مگر بعض متاخرین نے بسبب ضرورت کے اس زمانہ میں جائز لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲ لعہ معلوم ہوا کہ اگر کسی دینی خدمت پر کوئی شخص مقرر کیا جائے۔ اس کی کارگذاری کا جانچنا بھی ضروری ہے ۱۲۔

(۲۸) عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر وغیرہ من المسلمین وامر بها ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ (البخاری)

(۲۸) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر چھوہاروں سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے اور جو سے بھی ایک صاع غلام پر اور آزاد پر، مرد پر اور عورت پر، چھوٹے پر اور بڑے پر غرض سب مسلمانوں پر اور نیز قبل اس کے کہ لوگ نماز عید کے لیے جائیں اس کے ادا کیے جانے کا حکم دیا ہے سه۔ (بخاری)

(۲۹) عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطہ من ھو افقر الیہ منی فقال خذہ اذا جاءک من ھذا المال شیء وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ وما لا فلا تتبعہ نفسک۔ (البخاری)

(۲۹) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ انعام دیتے تھے تو میں کہتا کہ یہ اس کو دیجیے جو مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو تو آپ نے فرمایا کہ جب اس (دنیا کے) مال میں سے کچھ بغیر طمع کے مل جائے تو اس کو لے لیا کرو ورنہ اس کے پیچھے اپنا خیال نہ دوڑاؤ عه۔

(بخاری)

(۳۰) ابو مسعود البدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المسلم اذا انفق علی اھلہ نفقۃ وھو یحتسبھا کانت لہ صدقۃ (مسلم)

(۳۰) ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنی بی بی پر بھی بغرض ثواب کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے سه (مسلم)

(۳۱) عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بلحم بقر فقیل ھذا ما تصدق

(۳۱) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ گائے کا گوشت

سه یہ حکم بطور استحباب کے ہے ۱۲ عه معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی دینی خدمت پر بیٹھ جائے [illegible] اس کو کچھ دیا جائے اور اس نے پیسے کی غرض سے اس کام کو نہ لیا ہو بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے لیا ہو [illegible] اس کے حق میں بلا کراہت جائز ہے سه اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوگی کہ [illegible] خرچ کرو وہ بھی عبادت ہے ۱۲۔

بہ علی بریرۃ فقال لہا صدقۃ لنا ھدیۃ (مسلم)

پیش کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ بریرہ کو صدقہ میں ملا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کے حق میں صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے ۱؎ (مسلم)

(۳۲) عن جابر انہ قال اعتق رجل من بنی عذرۃ عبدا لہ عن دبر فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الک مال غیرہ فقال لا فقال من یشتریہ منی فاشتراہ نعیم بن عبد اللہ العدوی بثمانمائۃ درہم فجاء بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفعہا الیہ ثم قال ابدأ بنفسک فتصدق علیہا فان فضل شئی فلاھلک فان فضل شئی عن اھلک فلذی قرابتک فان فضل عن ذی قرابتک شئی فھکذا وھکذا یقول فبین یدیک وعن یمینک وعن شمالک (مسلم)

(۳۲) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی، آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کے سوا اور مال بھی ہے انھوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون مول لیتا ہے تو اسکو نعیم بن عبداللہ عدوی نے آٹھ سو درہم پر مول لے لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ درہم لایا تو آپ نے ...... وہ درہم اس شخص کو دیئے کہ پہلے اپنی ذات سے ابتدا کرو اور اس کو صدقہ دو پھر اگر کچھ بچ رہے تو اپنے گھر والوں کو دو پھر اگر تمہارے گھر والوں سے کچھ بچ جائے تو وہ تمہارے قرابت داروں کے لیے ہے پھر اگر تمہارے قرابت داروں سے کچھ بڑھے تو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے سامنے اور داہنے اور بائیں سے خرچ کرو ۲؎ (رواہ مسلم)

(۳۳) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی واحدۃ ولہ الجنۃ قال یحیی ھھنا کلمۃ معناھا ان لا یسأل الناس شیئا۔ (نسائی)

(۳۳) ثوبان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے کہ مجھ سے ایک بات کا اقرار کرے اور اس کو جنت مل جائے۔ یحیی نے کہا کہ اس جگہ پر کوئی ایک لفظ تھا جس کے معنی یہ تھے کہ لوگوں سے کچھ سوال نہ کرے (نسائی)

۱؎ معلوم ہوا کہ صدقہ کا مال اگر فقیر لیکر کسی کو ہدیہ دے تو وہ صدقہ نہیں رہتا لیس بنی ہاشم کے دینے کی بہت اچھی صورت نکل آئی کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدیا جائے اور بعد دے چکنے کے اس سے کہا جائے کہ اگر تمہارا دل چاہے تو اسمیں سے فلاں سید کو بھی دو

۲؎ معلوم ہوا کہ اپنے اہل وعیال کو حاجتمند چھوڑ کر غیر پر احسان کرنا درست نہیں ۱۲-

Marfat.com

(۳۴) مالك انه بلغه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تحل الصدقة لآل محمد انما هي اوساخ الناس - (موطا)

(۳۴) امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں ہے سوا اس کے نہیں کہ صدقہ لوگوں کا میل ہے (موطا امام مالک)

(۳۵) عن عطاء بن يسار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تحل الصدقة لغني الا لخمسة لغاز في سبيل الله او لعامل عليها او لغارم او لرجل اشتراه بماله او لرجل له جار مسكين فتصدق على المسكين فاهدى المسكين للغني (موطا امام مالك)

(۳۵) عطا بن یسار سے روایت ہے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ [illegible] سوا پانچ کے [illegible] یا صدقہ پر کام کرنے والے [illegible] کے لئے جو اس کو اپنے مال سے مول لے [illegible] جس کا پڑوسی مسکین ہو پس اس مسکین کو صدقہ [illegible] اس غنی کو بطور ہدیہ کے دے (موطا امام مالک)

(۳۶) عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لان ياخذ احدكم حبله فيحتطب على ظهره خير من ان ياتي رجلا اعطاه الله من فضله فيساله اعطاه او منعه -

(مالك)

(۳۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک تم میں کسی کا [illegible] اور پیٹھ پر لکڑی لادنا [illegible] کسی آدمی کے پاس [illegible] مال دیا ہو [illegible] سوال [illegible] (موطا [illegible])

(۳۷) عن ام سلمة قالت قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم الي اجر ان انفق على بني ابي سلمة انما هم بني فقال انفقي عليهم فلك اجر ما انفقت عليهم (البخاري)

(۳۷) ام سلمہ رضی اللہ عنہا [illegible] یا رسول اللہ [illegible] ثواب [illegible] اپنے بچوں [illegible] فرمایا [illegible] (بخاری)

(۳۸) مالك عن زيد بن اسلم عن ابيه قال سمعت عمر بن الخطاب يقول حملت على فرس عتيق فى سبيل الله وكان الرجل هو الذى عنده قد اضاعه فاردت ان اشتريه منه وظننت انه بائعه برخص قال فسالت عن ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لا تشتره وان اعطاكه بدرهم واحد فان العائد فى صدقته كالكلب يعود فى قيئه۔

(۳۸) امام مالکؒ زید بن اسلمؓ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے (ایک مرتبہ) راہ خدا میں ایک اصیل گھوڑا ایک شخص کو سواری کے لئے دیدیا اور جس شخص کے پاس وہ رہا اسنے اسکو اس نے قریب المرگ کر دیا تو میں نے چاہا کہ میں اسکو اس شخص سے مول لیلوں اور میں نے یہ سمجھا کہ وہ کچھ ارزانی سے اسکو بیچ ڈالیگا تو اسکی بابت میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ اسے تم نہ مول لو[ع] اگرچہ وہ ایک ہی درم میں بیچ ڈالے کیونکہ اپنے صدقہ کا واپس لینے والا مثل اس کتے کے ہے جو اپنی قے کھالے۔

(۳۹) عن ابى رافع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث رجلا من بنى مخزوم على الصدقة فقال لابى رافع اصحبنى كيما تصيب منها لا حتى اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاساله فانطلق الى النبى صلى الله عليه وسلم فساله فقال ان الصدقة لا تحل لنا وان مولى القوم من انفسهم۔ (الترمذى)

(۳۹) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے (مروی ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ) بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ تحصیل کرنیکے لئے بھیجا تو انھوں نے ابو رافع سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ تاکہ تم کو بھی اس سے کچھ ملجائے وہ بولے کہ نہیں یہاں تک کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں اور آپ سے پوچھ لوں پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے حلال[ع] نہیں ہے اور بیشک قوم کا غلام بھی اسی قوم کے حاکم میں ہے۔

(۴۰) عن ابن مسعود قال قال رسول الله

(۴۰) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (مروی ہے کہ) انھوں نے کہا کہ

ع معلوم ہوا کہ صدقہ دیکر بقیمت واپس لینا بھی مکروہ ہے چہ جائیکہ بلا قیمت واپس لینا یہیں سے سمجھ لو ۱۲۔

ع معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی صدقہ کا مال لینا جائز نہیں، ابو رافع آنحضرت کے غلام تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم یا بنی ہاشم کے غلاموں کا مال صدقہ بنانا جائز ہے ورنہ آنحضرت ابو رافع کو اس امر کی اجازت نہ دینے کا سبب یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ بھلوگوں کو کال صدقہ بنانا یا ہوانا جائز ہے ۱۲۔

صلی اللہ علیہ وسلم من اصابتہ فاقۃ فانزلھا بالناس لم تسد فاقتہ من انزلھا باللہ اوشک لہ اللہ بالغنی اما بموت عاجل او غنی اجل (ابو داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو فاقہ کی مصیبت پہنچے اور اسکو لوگوں کے سامنے پیش کرے تو اسکی حاجت پوری نہ کی جاویگی اور جو کوئی اسکو اللہ کے سامنے پیش کرے تو عنقریب اللہ اسکو بے نیاز کریگا یا بذریعہ موت کے جو جلد آجائے یا بذریعہ تونگری کے جو دیر میں حاصل ہو

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) قال ابو ھریرۃ لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابو بکرؓ وکفر من کفر من العرب قال عمرؓ کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قالھا فقد عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ فقال واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور ابو بکرؓ (خلیفہ) ہوئے اور عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے (تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انسے لڑنیکا ارادہ کیا) اور عمرؓ نے کہا کہ تم ان لوگوں سے کس طرح لڑ سکتے ہو حالانکہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسی وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں پس جو شخص اسے کہہ دے تو بیشک اس نے مجھ سے اپنا مال و اپنی جان محفوظ کر لی مگر کسی حق کے عوض میں۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے تو ابو بکرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں ضرور ضرور اس شخص سے لڑوں گا جو نماز

عہ یہ بات برابر تجربہ میں آرہی ہے کہ جو لوگ آدمیوں سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیشہ صاحب احتیاج رہتے ہیں اور در بدر گدائی کرتے کرتے ان کی عمر ختم ہو جاتی ہے ۱۲ عہ اس حدیث کو غور سے دیکھو زکوٰۃ کی تاکید کس قدر سختی کے ساتھ اس سے نکل رہی ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت جو کل تقریباً ڈھائی برس کا تھا بہت پر آشوب زمانہ تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ مہر رسالت غیب چکا تھا اور ایک سخت اور نیا واقعہ اس زمانہ میں پیش آیا تھا کہ بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تھے اور اندیشہ تھا کہ اگر مقابلہ نہ ہوا تو اور بھی لوگ برگشتہ ہو جائینگے مگر حضرت ابو بکرؓ زکوٰۃ کی سخت سخت تاکیدوں کو دیکھ کر نہ رہ سکے اور زمانہ کی نیرنگی کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور مرتدوں کو سزا دہی کے لئے سخت جنگ کی اور اللہ نے ان کو اس میں کامیاب فرمایا ۱۲

منعوني عقالاً كانوا يؤدونها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعها قال عمر فوالله ما هو الا ان شرح الله صدر ابي بكر فعرفت انه الحق۔ (البخاري)

(۲) عن عمر بن الخطاب قال ذكر لي ان الاعمال تباهي فتقول الصدقة انا افضلكم وقال عمر ما من امرء مسلم يتصدق الا ابتدرته حجبة الجنة (كنز العمال)

(۳) عن عمر قال ما كان من رقيق او برّ يراد به التجارة ففيه الزكوٰة (كنز العمال)

(۴) كتب عمر الى ابي موسى ان مر من قبلك من نساء المسلمين ان يتصدقن من حليهن (كنز العمال)

(۵) مالك انه قرأ كتاب عمر في الصدقة قال فوجدت فيه۔

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا كتاب الصدقة في اربعة

اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس لیے کہ زکوٰۃ حق مال کا ہے اللہ کی قسم اگر وہ مجھے ایک تسمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دیتے تھے نہ دینگے تو یقیناً میں انسے لڑوں گا، عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ یہی بات تھی کہ اللہ نے ابوبکر کے سینہ کو کھولدیا تھا، پس میں سمجھ گیا کہ یہ حق ہے (بخاری)

(۲) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعمال باہم فخر کرینگے تو صدقہ کہے گا کہ میں تم سب سے افضل ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مسلمان صدقہ دیتا ہے اس کو جنت کے داروغہ ہاتھوں ہاتھ لینگے (کنز العمال)

(۳) عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنا یا گیہوں جو کچھ بھی بغرض تجارت ہو اسمیں زکوٰۃ (فرض) ہے (کنز العمال)

(۴) عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ تم اپنی طرف کی مسلمان عورتوں کو یہ حکم دو کہ وہ اپنے زیوروں[۲] کی زکوٰۃ دیں (کنز العمال)

(۵) امام مالک کہتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے خط کو پڑھا تو اس میں یہ مضمون پایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ زکوٰۃ[۳] کی کتاب ہے۔ چوبیس اونٹوں میں اور ان سے

لے حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق کی رائے کا برحق ہونا نہ صرف ان کے کہنے سے سمجھا بلکہ خود اپنے اجتہاد سے کیونکہ وہ خود بھی مجتہد تھے اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے ۱۲ ۲؎ زیوروں کی کچھ تخصیص نہیں ہے کہ وہ استعمال میں آتے ہوں یا نہیں معلوم ہوا کہ ہر حال میں انپر زکوٰۃ فرض ہے، یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے ۱۲ ۳؎ اس مقدس خط سے جانوروں کی زکوٰۃ کے اکثر مسائل نکالے گئے ہیں اس خط کے بعض بعض الفاظ کے دو دو مطلب ہو سکتے ہیں، شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے مسوی شرح موطا میں اس کی شرح امام ابو حنیفہ و امام شافعی دونو کے مذاہب کے موافق کی ہے مگر میں صرف حنفیہ کے موافق اس کی شرح کرتا ہوں تاکہ بہت طول نہ ہو ۱۲۔

شرین من الابل فدونها الغنم فی کل
مس شاة وفیما فوق ذلك الی خمس
ثلاثین بنت مخاض فان لم یکن بنت
اض فابن لبون ذکر وفیما فوق
لك الی خمس واربعین ابنة لبون وفیما
ق ذلك الی ستین حقة طروقة
فحل وفیما فوق ذلك الی خمس وسبعین
ذعة وفیما فوق ذلك الی تسعین
تا لبون وفیما فوق ذلك الی
شرین ومائة حقتان طروقتا
فحل فما زاد علی ذلك من الابل
فی کل اربعین بنت لبون وفی کل
مسین حقة وفی سائمة الغنم
ذا بلغت اربعین الی عشرین ومائة
اة وفیما فوق ذلك الی مائتین شاتان
فیما فوق ذلك الی ثلث مائة ثلث
یاة فما زاد علی ذلك ففی کل مائة شاة

کم میں بکری (واجب ہے) ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری اور اس سے زیادہ[1] میں پینتیس تک ایک بنت[2] مخاض پھر اگر بنت مخاض نہ ہو تو ایک نر ابن لبون[3] اور اس سے زیادہ میں پینتالیس تک ایک مادہ بنت لبون اور اس سے زیادہ میں ساٹھ تک ایک حقہ جو حاملہ ہونے کے قابل ہو اور اس سے زیادہ میں پچھتر تک ایک جزعہ اور اس سے زیادہ میں نوے تک دو بنت لبون اور اس سے زیادہ میں ایک سو بیس تک دو حقہ جو حاملہ ہونے کے قابل ہوں پھر جس[4] قدر اونٹ اس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ اور سائمہ بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں ایک سو بیس تک ایک بکری اور اس سے زیادہ میں دو سو تک دو بکریاں اور اس سے زیادہ میں تین سو تک تین بکریاں پھر جو اس سے زیادہ ہوں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری اور نہ زکوٰۃ میں نر بکرا دیا جائے اور نہ کوئی بوڑھی بکری اور نہ کوئی عیب دار سوائے اس کے کہ مصدق[5] چاہے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے کسی متفرق مال میں جمع کیا جائے

[1] یعنی چھبیس پر ایک بنت مخاض ہو چھبیس کے بعد پینتیس پر کچھ نہیں نتیجہ یہ کہ اگر کسی کے پاس پینتیس اونٹ ہوں اور دس آخر سال میں مر جائیں تو زکوٰۃ نہ ہوگی کیونکہ وہ معافی میں تھے [2] بنت مخاض اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دوسرے برس میں ہو اور بنت لبون تیسرے برس کی اونٹنی کو اور حقہ چوتھے برس کی اونٹنی کو اور جزعہ پانچویں برس کی اونٹنی کو [3] یا شاید بلحاظ قیمت کے ہیں۔ ابن لبون کی قیمت اس زمانہ میں بنت مخاض کے برابر ہوگی [4] جب ایک سو بیس سے اونٹ بڑھ جائیں تو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ جب تک ایک سو پینتالیس نہ ہو جائیں ہر پانچ میں ایک بکری دی جائیگی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔۔۔۔ غرضکہ وہابیوں کا عمل اس حد پر نہیں بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط پر ہے اور اسی پر حضرت ابو بکر صدیق نے عمل کیا اور حضرت فاروق اعظم سے بھی ایک روایت میں اسی پر عمل کرنا منقول ہے ۱۲ دستانی [5] مصدق صدقہ وصول کرنے والا۔

ولا یخرج فی الصدقۃ تیس ولا ھرمۃ ولا ذات عوار الا ماشاء المصدق ولا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع خشیۃ الصدقۃ وما کان من خلیطین فانھما یتراجعان بالسویۃ وفی الرقۃ اذا بلغت خمس اواق ربع العشر

(۶) وفی کتاب عمر بن الخطاب وفی سائمۃ الغنم اذا بلغت اربعین شاۃ شاۃ فان کان الضان اکثر من المعز ولم تجب علی ربھا الا شاۃ واحدۃ اخذ المصدق تلک الشاۃ التی وجبت علی رب المال من الضان وان کانت اکثر اخذ منھا فان استوی الضان والمعز اخذ من ایتھا شاء

(۷) ابوبکر عن طارق ان عمر بن الخطاب کان یعطیھم العطاء ولا یزکیہ۔

(۸) ابوبکر عن عبد الرحمن بن عبد القاری وکان علی بیت المال فی زمن عمر فکان اذا خرج العطاء جمع عمر اموال التجار فحسب عاجلھا واجلھا ثم یاخذ الزکوۃ من الشاھد والغائب۔

اور نہ کسی مجتمع مال کی تفریق کی جائے اور جو مال دو شخصوں کی شرکت میں ہو تو وہ دونوں برابر باہم سمجھ لیں اور چاندی میں جب وہ پانچ اوقیا ہو جائے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ ہے)

(موطا امام مالک)

(۶) عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ مضمون تھا کہ سائمہ بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں ایک بکری ہے پھر اگر بھیڑ بکری کی بہ نسبت زیادہ ہوں اور ان کے مالک پر صرف ایک بکری واجب ہوتی ہو تو مصدق اس بکری کے عوض میں جو واجب ہوتی بھیڑ[1] لے۔ اور اگر بکری زیادہ ہوں تو بکری لے۔ پھر اگر بھیڑ اور بکری برابر ہوں تو دونوں میں سے جسے چاہے لے (موطا امام مالک)

(۷) ابوبکر طارق رضی سے (راوی) ہیں کہ عمر بن خطاب رضی فقیروں کو صدقے دیتے تھے اور صدقہ کی زکوٰۃ نہ دیتے تھے۔

(۸) ابوبکر عبد الرحمن رض بن عبد قاری رض سے راوی ہیں اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال پر (مامور) تھے پس جس وقت صدقہ نکلتا تھا تو حضرت عمر رض تاجروں کے مال جمع کر لیتے تھے اور ان کے پرانے[2] اور نئے مال کا حساب کر لیتے تھے پھر ہر حاضر و غائب سے زکوٰۃ لیتے تھے۔

[1] معلوم ہوا کہ بھیڑ بکریوں سے ملا کر نصاب پورا کر لیا جائیگا اور زکوٰۃ میں وہی جانور لیا جائیگا جو تعداد میں زیادہ ہو اور ایک بکری کی قید اتفاقی ہے اوپر یہ مسئلہ مفصل گزر چکا ہے ۱۲

[2] اس کا مطلب یہ ہے سال کے اندر جو مال ملا ہو اور ابھی اس پر سال نہ گزرا ہو اسکو علیحدہ اور جس پر سال گزر چکا ہو اس کو علیحدہ رکھتے تھے پس اگر دونوں ہمجنس ہوتے اور دو دفعہ زکوٰۃ کا دینا لازم نہ آتا تو دونوں کو ملا دیتے ورنہ تفصیل اس مسئلہ کی زکوٰۃ کے بیان میں دیکھو ۱۲

Marfat.com

۹) ابوبکر عن عبد الملك بن ابی بکر
ن عمر قال احسب دینك وما
ندك فاجمع ذالك جميعا ثم
ہ۔

۱۰) مالك والشافعی عن عائشة زوج النبی
ی الله علیه وسلم انها قالت مر علی عمر بن الخطاب
نم من الصدقة فرای فیها شاة حافلا
ت ضرع عظیم فقال عمر بن الخطاب ما
زه الشاة فقالوا شاة من الصدقة
ال عمر ما اعطی هذه اهلها وهم طائعون
تفتنوا الناس لا تاخذ حزرات المسلمين
بوا عن الطعام۔

۱۱) الشافعی عن ابی عمرو بن الحماس ان
اه قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی عنقی
مة احملها فقال عمر الا تؤدی زكوتك یا حماس
لت یا امیر المومنین مالی غیر هذه الذی
ظهری وهبة فی القرظ قال ذلك مال
نع فوضعتها بين يديه فحسبها
وجدها قد وجبت فيها الزكوة
اخذ منها الزكوة۔

(۹) ابو بکرؒ عبد الملک بن ابو بکرؓ سے (راوی ہیں) کہ عمرؓ نے (ایک شخص) سے کہا کہ تو اپنے قرضؑ کا اور اس (مال) کا جو تیرے پاس ہے حساب کر اور سب کو جمع کر پھر جو بڑھے اسکی زکوٰۃ دے۔

(۱۰) مالکؒ و شافعیؒ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (راوی ہیں)، انھوں نے کہا عمرؓ کے سامنے زکوٰۃ کی بکریاں گزریں تو انھوں نے ان میں سے ایک دودھار بڑے تھن والی بکری دیکھی تو پوچھا یہ بکری کیسی ہے لوگوں نے کہا کہ زکوٰۃ کی بکری ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اسکو اس کے مالک نے خوشیؑ سے نہیں دیا (دیکھو) لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ مسلمانوں کا عمدہ مال (زکوٰۃ میں) نہ لو (نئے) کھانیکی چیز سے احتراز کرو۔

(۱۱) شافعی ابو عمرو بن حماسؓ سے کہ ان کے باپ نے کہا میں ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے گزرا اور میری گردن پر کچھ کھالیں تھیں جن کو میں لادے ہوئے تھا تو انھوں نے فرمایا اے حماسؓ کیا تم اپنی زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں نے کہا اے امیر المومنین میرے پاس سوا اس کے جو میری پیٹھ پر ہے کچھ نہیں ہے یہی چند کھالیں دباغت کیلئے ہیں اور اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں آپ نے فرمایا یہی مال ہےؑ رکھدو میں نے ان کے سامنے رکھدیا تو وہ اس کو چھونے لگے اور انھوں نے اسمیں زکوٰۃ واجب پائی تو اس سے زکوٰۃ لے لی۔

ے معلوم ہوا کہ جو مال قرض میں مستغرق ہوا سپر زکوٰۃ فرض نہیں ۱۲ ؑ معلوم ہوا کہ اگر خوشی سے دیدیتا تو درست تھا ۱۲ ؑ یعنی کھالیں
ای کی ذاتی مملوکہ ہوں گی اور ان کی قیمت نصاب کے برابر ہوگی ۱۲۔

(۱۲) الشافعی روی عن عمر انه قال
کانت النواضح علی عهد رسول الله
صلی الله علیه وسلم وخلفائه فلم اعلم
احدا روی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
اخذ منها صدقة ولا احد من خلفائه
ولا شك ان شاء الله ان قد کان للرجل
الخمس واکثر۔

(۱۳) مالك والشافعی عن سلیمان
ابن یسار ان اهل الشام قالوا لابی
عبیدة الجراح خذ من خیلنا صدقة
فابی ثم کتب الی ابن الخطاب
فابی عمر ثم کلموه ایضا فکتب
الیه ان احبوا فخذها منهم وارد
دها علیهم وارزق رقیقهم۔

(۱۴) الشافعی عن ابن شهاب ان
ابا بکر وعمر لم یکونا یاخذان الصدقة
بنسیئة ولکن یبعثان علیها فی الجدب
والخصب والسمن والعجف لان اخذها
فی کل عام من رسول الله صلی الله علیه وسلم
سنة۔

(۱۲) شافعیؒ (کہتے ہیں) کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ بیشک پانی بھرنے والے اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں تھے مگر میں نہیں جانتا
کہ کسی نے روایت کی ہو کہ آپ نے ان سے زکوٰۃ لی ہو[1]
نہ آپ کے خلفا میں کسی نے اور خدا نے چاہا تو اسمیں شک
نہیں کہ ایک ایک آدمی کے پاس پانچ اونٹ اور بلکہ
اس سے بھی زیادہ تھے۔

(۱۳) مالکؒ اور شافعیؒ سلیمان بن یسار سے (روایت
کرتے ہیں) کہ شام کے لوگوں نے ابو عبیدہ بن جراح
رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں کی بھی زکوٰۃ لیا کریں
انھوں نے نہ مانا، پھر انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو
لکھا، انھوں نے بھی نہ مانا[2]، پھر لوگوں نے ان سے کہا
بھی تو انھوں نے ان کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ چاہیں تو اسکو ان
سے لو اور پھر انھیں پر واپس کر دو اور ان کے غلاموں
کو کھلا دو۔

(۱۴) شافعیؒ ابن شہابؒ سے (روایت کرتے ہیں) کہ
ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما زکوٰۃ ادھار پر نہ لیتے تھے لیکن
گرانی اور ارزانی اور فربہی اور لاغری (غرض ہر حال
میں) اس کی تحصیل کراتے تھے کیونکہ زکوٰۃ کا ہر سال
لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت
ہے۔

---

[1] یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ ۱۲ عالمگیری [2] گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کی بحث اوپر گذر چکی ہے اور یہ کہ تجارتی گھوڑے
تو انپر بھی تجارتی مال کی زکوٰۃ فرض ہے یہاں مراد سواری کے گھوڑے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

(۱۵) ابوبکر عن الحسن کتب عمر الی ابی موسٰی فمازاد علی المائتین ففی کل اربعین درھما درھم قلت معناہ عند ابی حنیفۃ لا یوخذ فی اقل من الاربعین اذا سن ادعیلے مائتین وعند الشافعی ھذا بیان الکسر ببیان مخرجہ۔

(۱۶) مالک والشافعی عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی ان عمر بن الخطاب بعثہ مصدقا فکان یعد علی الناس بالسخل فقالوا اتعد علینا بالسخل و لا تاخذ منہ شیئاً فلما قدم علی عمر بن الخطاب ذکر ذلک لہ فقال عمر نعد علیھم بالسخلۃ یحملھا الراعی و لا ناخذھا ولا ناخذ الاکولۃ ولا الربے ولا الماخض ولا فحل الغنم وناخذ الجذعۃ والثنیۃ وذلک عدل بین غذاء الغنم وخیارہ۔

(۱۷) ابوبکر قال عمر اذا وقف

(۱۵) ابوبکر حسن بصریؒ سے (راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسٰیؓ کو یہ لکھ بھیجا کہ جس قدر (چاندی)، دو سو (درم سے) زیادہ ہو تو ہر چالیس درم میں ایک درم (زکوٰۃ) ہے[1] ۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ دو سو سے زیادہ ہوں تو چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہ لی جاوے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک کسر کا بیان ہے۔ بذریعہ اسکے مخرج کے۔

(۱۶) مالکؒ اور شافعیؒ سفیان بن عبد اللہ ثقفیؓ سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو صدقہ تحصیل کرنے پر مقرر کیا تو وہ بکریوں کے بچوں کو بھی شمار کر لیتے تھے تو لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے بچوں کو بھی شمار کر لیتے ہو اور ان میں سے کسی کو لیتے نہیں تو جب وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو اس کا ذکر ان سے کیا انھوں نے فرمایا کہ ہم ان کے اس بچے کو بھی شمار کر لیں گے[2] جس کو چرواہا اٹھاتا ہے اور اس کو لیں گے نہیں۔ اور نہ کھانے کی بکری لیں گے اور نہ حاملہ اور نہ بکریوں کا نر، نہ ایک سال کی بکری اور دو سال کی لیں گے اور یہ متوسط ہے بڑی اچھی بکریوں میں

(۱۷) ابوبکر ابن ابی شیبہؒ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

[1] یہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے امام شافعی کے مذہب پر جو انھوں نے اس اثر کو [illegible] ہو کا لاینفی [2] امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے کہ اگر سب بچے ہی بچے ہیں اور ایک بھی ان میں بڑا جانور موجود ہو تو اس کی معیت میں بچے بھی شمار کر لئے جائیں گے اور زکوٰۃ لے لیجائیگی ۱۲ [3] یعنی اس قدر مجمع کے بچوں کا بھی شمار کر لیا جائے تاکہ تو [illegible] ان سے جیادہ نہیں جاتا مقصود حضرت فاروق اعظم کا اس تمام بیان سے یہ ہے کہ ہم انصاف پر چلتے ہیں [illegible] کا شمار [illegible] ویسا ہی حاملہ اور کھانے کی بکری نہ لیتے ہیں تمہارے ساتھ رعایت بھی ہے ۱۲

الرجل عليكم غنمه فاصدعوها صدعين ثم اختاروا من النصف الآخر۔

(۱۸) ابوبکر عن مجاهد عن عمر ليس في الخضراوات زكوة۔

(۱۹) البيهقي عن عمرو ابن شعيب عن ابيه عن جده ان رجلا جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعشور نحل له وسأله ان يحمي واديا يقال له سلبة فحماه له فلما ولي عمر كتب سفيان بن وهب الى عمر بن الخطاب يسأله عن ذلك فكتب عمر ان ادى اليك ما كان يودي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من عاشور نحله فاحم له سلبة والا فانما هو ذباب غيث يأكله من شاء۔

(۲۰) ابوبکر عن زياد بن حدير بعثني عمر على العشور وامرني ان لا افتش احدا۔

(۲۱) ابوبکر عن زياد بن حدير بعثني عمر على السواد ونهاني ان

نے (صدقہ تحصیل کرنیوالوں سے) فرمایا کہ جب کوئی اپنی بکریاں تمہارے حوالے کردے تو ان کے دو حصے[ع۱] کردو پھر دوسرے حصہ میں سے زکوٰۃ کی بکری نکالو۔

(۱۸) ابوبکر مجاہد سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سبزیوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۱۹) بیہقی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے (روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ سلبہ نام جنگل کی آپ حفاظت کردیں تو آپ نے حفاظت کردی پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سفیان بن وہب نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے لکھدیا کہ اگر وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا تھا یعنی شہد کا عشر وہ تم کو دے تو تم اس کے لئے سلبہ کی حفاظت کرو ورنہ (مکھی سے پیدا ہوئی چیز تو) آسمانی بارش کے مثل ہے جو چاہے اسکو کھالے[ع۲]۔

(۲۰) ابوبکر زیاد بن حدیر سے (روایت کرتے ہیں) کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے عشر کے تحصیل کرنے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ میں کسی کے (مال) کی تلاشی نہ لوں[ع۳]۔

(۲۱) ابوبکر ابن حدیر سے راوی ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ناکہ پر متعین کیا اور مجھے منع کردیا کہ میں کسی مسلمان

ع۱ دو حصہ سے مراد یہ ہے کہ اچھی اور بری کے درمیان میں ہو، نہ بہت عمدہ نہ بہت بری ۱۲ ع۲ معلوم ہوا کہ عشر تجارتی مالوں پر اسی وقت آتا ہے جب امام وقت کی طرف سے اسکی حفاظت ہو ۱۲ ع۳ یعنی مسلمانوں کے مال کی بابت جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہے کہ مسلمانوں کی بات کا اعتبار کرلیا کرو ۱۲۔

Marfat.com

عشر مسلما۔

(۲۲) ابو بکر عن عبد الرحمن بن البیلمانی قال ابو بکر الصدیق مما اوصی بہ عمر من ادی الزکوٰۃ الی غیر ولاتہا لم یقبل منہ صدقۃ ولو تصدق بالدنیا جمیعا۔

(۲۳) قال الشافعی سمعت بعض من یقول بنصاب خمسۃ اوسق یقول قد قام بالامر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان و علی واخذ والصدقات اخذ اعلاما زمانا طویلا فما روی عنہم انہم قالوا لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ رواہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ابو سعید الخدری ثم اجاب الشافعی عما حاصلہ ان الحدیث صحیح

سے عشر (نہ) لوں۔

(۲۲) ابو بکر عبد الرحمن بن بیلمانی سے (راوی ہیں) کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمرؓ کو اس بات کی بھی وصیت کی جاتی ہے کہ جو شخص عاملین زکوٰۃ کے سوا کسی کو زکوٰۃ دے تو اس سے کہدیں کہ اس کا صدقہ اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگا اگرچہ تمام دنیا صدقہ کردے۔

(۲۳) امام شافعی نے کہا ہے کہ میں[۲] نے بعض ان لوگوں سے جو عشر میں پانچ وسق کے نصاب ہونیکے قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ کہتے ہیں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر وعمر وعثمان وعلیؓ خلیفہ ہوئے اور وہ عام طور پر بغیر تعین اس نصاب کے ایک زمانہ دراز تک صدقات لیتے رہے پھر ان سے کسی نے نہیں روایت کی کہ انھوں نے کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ فرض نہیں ہے اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابو سعید خدری کے کسی نے روایت نہیں کیا۔ پھر امام شافعی نے اس کا یہ جواب[۳] دیا کہ ابو سعید کی اور چار کی روایت صحیح ہے عمرو ابن حزم

۱؎ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر امام برحق یعنی حاکم مسلم عادل کے ہوتے کسی اور کو اگر زکوٰۃ کا مال دیا جائے تو وہ قبول نہ ہوگا اسکو پھر زکوٰۃ دینی پڑیگی یہ مسئلہ بھی اوپر بیان ہوچکا ہے ۱۲ ۲؎ اس سے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں ان کے نزدیک عشر کے واجب ہونے میں کوئی نصاب شرط نہیں ہے صاحبین کے نزدیک شرط ہے اور انھوں نے اسی حدیث سے تمسک کیا ہے جس کا جواب امام ابو حنیفہ کی طرف سے امام شافعی نے نقل فرمایا ہے اور اس کے رد کی کیفیت حاشیہ آیندہ میں مذکور ہے ۱۲ ۳؎ امام شافعی کا جواب اس امر کی تسلیم پر مبنی ہے کہ خلفاء راشدین کا عمل اس حدیث پر نہ تھا اب اس پر عمل نہ ہونے کی وجہ جو انھوں نے بیان فرمائی یعنی حدیث کا نہ معلوم ہونا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے خلفائے راشدین کی خلافت بہت دنوں تک رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قطعی حکم تھا کہ جس کسیکو حدیث معلوم ہو مجھے اکر بتائے جب ان کو کسی مسئلہ میں حدیث نہ معلوم ہوتی تھی تو مجمع عام کرکے اس مسئلہ کو پیش کردیتے تھے تاکہ اگر کسی کو حدیث معلوم ہو تو بتا دے اور جب کوئی بتا دیتا تھا تو مان لیتے تھے پس ایسی حالت میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ان سے کیوں نہ بیان کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کیوں نہ کہا معلوم ہوتا ہے کہ ابو سعید خدریؓ خود جانتے تھے کہ یہ حدیث متروک العمل ہے یا انھوں نے حضرات خلفاء کے سامنے یہ حدیث پیش کی ہو اور اس کو اس کا متروک العمل ہونا معلوم تھا اس سبب سے اس پر عمل نہ کیا ۱۲

Marfat.com

من روایۃ ابی سعیدؓ جابر موجود فی کتاب عمرو بن حزم فوجب العمل بہ ولو یذکر عن الائمۃ ان الحدیث ظہر فی زمانہم فتکلموا فیہ قلت بل ذکر مالک سنۃ اھل المدینۃ علی ما رویناہ عن ابی سعید۔

(۲۴) عمر بن الخطاب بعث رجلا من ثقیف علی الصدقۃ ثم رأہ بعد ذلک متخلفا فقال اراک متخلفا ولک اجر غاز فی سبیل اللہ۔

(کنز العمال)

(۲۵) عن ابن الساعدی المالکی قال استعملنی عمر بن الخطاب علی الصدقۃ فلما فرغت منہا وادیتہا الیہ امرنی بعمالۃ فقلت لہ انما عملت للہ واجری علی اللہ فقال خذ ما اعطیت (مسلم)

(۲۶) ابو بکر عن عمر فی قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء فقال ھم زمناء

کے خط میں موجود ہے پس اس پر عمل واجب ہے اور خلفائے راشدین سے یہ منقول نہیں کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر ہوئی اور انھوں نے اس میں کلام کیا۔ میں کہتا ہوں کہ امام مالکؒ نے اہل مدینہ کا طریقہ اسی کے موافق ذکر کیا ہے جو ابو سعیدؓ سے ہکو روایت ملی ہے۔

(۲۴) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ثقیف سے کسی شخص کو صدقہ (کی تحصیل) پر (مقرر کرکے) بھیجا پھر انکو اس کو (جانے میں) تاخیر کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں تاخیر کرتا ہوا دیکھتا ہوں حالانکہ اگر تم اس کام کو کرو تمہارے لیئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالوں کا ثواب ہوگا (کنز العمال)

(۲۵) ابن ساعدی مالکی سے روایت ہے کہ مجھ کو عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ (کی تحصیل) پر (مقرر کرکے) بھیجا تو میں جب اس سے فارغ ہوا اور سب مال انکو دے چکا تو مجھے اجرت کا حکم دیا تو میں نے کہا کہ میں نے صرف اللہ کے لئے کیا ہے اور میری اجرت اللہ کے ذمہ ہے تو انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ دیا جائے لے لیا کرو (مسلم)

(۲۶) ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں "انما الصدقات" یہ فرمایا کہ

لے یہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا قول ہے انکا جواب بھی امام صاحب کے استدلال کے تسلیم کرنے پر مبنی ہے اب رہ گیا امر کا عمل وہ خلفائے راشدین کے ترک عمل کے بعد ہرگز ہمارے نزدیک حجت نہیں ہو سکتا ۱۲ ے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ اور عشر کافر کو نہیں دیا جاتا گو وہ ذمی ہو اور حضرت فاروقؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو صدقہ کا مال دیا جا سکتا ہے اس کا جواب یہ ہیکہ شاید حضرت فاروقؓ کے نزدیک اس آیت میں صدقات سے عام صدقات مراد ہوں واجبہ بھی نافلہ بھی، اور صدقات کا ذمی کافروں کو دینا جائز ہے یا حضرت فاروقؓ کا اس بیان سے مقصود یہ ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ لوگ اس میں داخل تھے مگر جب تالیف قلوب کی مصلحت جاتی رہی تو یہ حکم ساقط ہو گیا ۱۲ -

اهل الكتاب -

(۲۷) ابو بكر عن عطاء ان عمر كان ياخذ العرض فى الصدقة وغيرها زاد فى رواية ويعطيها فى صنف واحد مما سمى الله -

(۲۸) لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء الى ابى بكر احدهم سهمهم والى عمر فقال عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعطيكم ليولفكم على الاسلام فاما اليوم فقد اعز الله دينه فليس بيننا وبينكم الا السيف او الاسلام فنصرفوا الى ابى بكر فقالوا انت الخليفة ام عمر فاقر ابو بكر راى عمر وابطل سهمهم وكان ذلك بمحضر من الصحابة فصار اجماعا منهم على سقوط سهمهم (بنایہ)

(۲۹) ابو بكر عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقة الى غير الذى تصدق عليه فلا باس ان يشتريها -

(۳۰) ابو بكر عن جماعة ان عمر بن الخطاب صالح نصارى بنى تغلب على ان

اہل کتاب سے لنجے لوگ ہیں -

(۲۷) ابو بکر عطاؒ سے راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ صدقہ وغیرہ ہیں اسباب بھی لے لیا کرتے تھے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ صدقہ کو اللہ کی بنائی ہوئی ایک[1] قسم میں دے دیا کرتے تھے -

(۲۸) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مولفۃ القلوب[2] اپنا حصہ لینے کے لئے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آئے تو عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو اس لئے دیتے تھے کہ تمکو اسلام پر راغب کریں لیکن اب اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا لہذا اب ہمارے تمہارے درمیان میں یا تلوار ہے یا اسلام تو وہ ابو بکر صدیقؓ کے پاس لوٹ کر گئے اور کہنے لگے آپ خلیفہ ہیں یا عمرؓ [illegible] عمر کی رائے کو برقرار رکھا اور ان کا حصہ بند کر دیا [illegible] کے سامنے ہوا تو اجماعی ہو گیا (بنایہ)

(۲۹) ابو بکر حسنؒ سے [illegible] عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب صدقہ اس شخص کے پاس [illegible] جسکو [illegible] تو صدقہ دینے والا اس کو مول لے سکتا ہے -

(۳۰) ابو بکرؒ بہت لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے نصرانیوں سے

[1] یعنی نقد کی تخصیص نہ کرتے تھے یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲ [2] یہی مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک [illegible] قسم کو دیا جائے ۱۲ [3] یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے کہ مولفۃ القلوب کا حصہ [illegible] مخالفین وہ کہتے ہیں کہ اب بھی امام وقت کو بحسب مصلحت اختیار ہے ۱۲ [illegible] ۱۲

ليضعف عليهم الزكوٰة مرتين

(۳۱) عن عبد الله بن عمر قال كان الناس يخرجون صدقة الفطر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم صاعا من شعير او تمر او سلت او زبيب قال قال عبد الله فلما كان عمر رضي الله عنه وكثرت الحنطة جعل عمر نصف صاع حنطة مكان صاع من تلك الاشياء (ابوداؤد)

(۳۲) الشافعي عن عمرو بن دينار ان عمر بن الخطاب قال ابتغوا في اموال اليتامى لا يستهلكها الزكوٰة۔

(۳۳) قال ابو عمرو رأى عمر وعلي وابن عمر وجابر وعائشة وطاوس وعطاء وابن سيرين ان يزكى مال اليتيم وقال الزهري يزكى مال المجنون (البخاري)

(۳۴) عن عمر قال اذا اعطيتم الصدقة فاغنوا يعني عن الصدقة (كنز العمال)

(۳۵) عن مكحول ان عمر بن الخطاب

اس شرط پر صلح کی ان سے کہ دگنی زکوٰۃ[1] لی جائے گی۔

(۳۱) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (روایت) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر میں ایک صاع جو یا چھوہارے یا منقےٰ دیا کرتے تھے عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور گیہوں کثرت سے ہوا تو انھوں نے گیہوں کا آدھا صاع ان چیزوں کے ایک صاع کے برابر کر دیا۔

(ابوداؤد)

(۳۲) شافعی عمرو بن دینارؒ سے (روایت کرتے ہیں) کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یتیموں کے مال میں تجارت کرو (کہیں) زکوٰۃ[2] ان کو ختم نہ کر دے۔

(۳۳) ابو عمرو نے کہا ہے کہ عمر اور علی اور ابن عمر اور جابر اور عائشہ اور طاؤس اور عطار اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہے کہ یتیم کے مال[3] کی زکوٰۃ لیجائے اور زہریؒ نے کہا مجنون کے مال کی بھی (بخاری)

(۳۴) عمر رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے انھوں نے کہا کہ جب تم صدقہ دو تو فقیر کو سوال[4] سے بے پروا کر دو۔

(کنز العمال)

(۳۵) مکحولؒ سے (روایت) ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

---

[1] زکوٰۃ سے مراد عشر ہے یہ مسئلہ عشر کے بیان میں بالتفصیل دیکھو ۱۲ [2] زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر ہے چنانچہ حضرت فاروقؓ کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اسی مذہب کو منسوب کیا ہے اور زکوٰۃ کا مال یتیم پر ان کے نزدیک واجب ہونا کسی نے نہیں لکھا ۱۲ [3] یہ حدیث امام بخاریؒ نے صدقہ فطر کے باب میں لکھی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زکوٰۃ سے مراد یہاں صدقہ فطر ہے ۱۲ [4] یعنی صرف اس دن کے لیے نہ تمام عمر کے لیے ۱۲ –

جعل المعادن بمنزلۃ الرکاز فی الخمس (کنز العمال)

(۳۶) ان رباحا انهم وجدوا قبرا بالمدائن علیه ثیاب منسوجة بالذهب ووجدوا معه مالا فاتوا به عمار بن یاسر فکتب فیه الیه عمر ان اعطهم ایاه ولا تنزعه منهم (کنز العمال)

(۳۷) ابو بکر عن الشعبی ان غلاما من العرب وجد ستوقة فیها عشرة الاف فاتی بها عمر فاخذ منها خمسها الفین واعطاه ثمانیة الاف۔

(۳۸) قال عمر رضی اللہ عنه واللہ ما احد احق بهذا المال من احد وما انا احق به من احد واللہ ما من المسلمین احد الا وله نصیب الا عبدا مملوکا (مسند احمد)

(۳۹) البیهقی سئل عمر بن الخطاب اعلی المملوک زکوة قال لا قیل علی من هی قال علی مالکه

زمین[1] کو خمس کے بارے میں رکاز میں رکھا ہے (کنز العمال)

(۳۶) رباح سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے مدائن میں ایک قبر پائی کہ جس میں کچھ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے کپڑے تھے اور اس کے ساتھ کچھ مال بھی پایا تھا تو وہ اس کو عمار بن یاسر رضؓ کے پاس لے آئے عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ان کو یہ لکھا کہ یہ انھیں کو دیدو[2] اور اس کو ان سے نہ لو (کنز العمال)

(۳۷) ابو بکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کے کسی غلام نے ایک ظرف[3] گڑا ہوا پایا جس میں دس ہزار درم تھے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اسکو لے آیا تو آپ نے اسکا پانچواں حصہ یعنی دو ہزار بیت المال کیلئے اور آٹھ ہزار اسکو دیدیا۔

(۳۸) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اس مال کا کوئی بہ نسبت کسی کے زیادہ حقدار[4] نہیں اور نہ میں بہ نسبت کسی کے زیادہ حقدار ہوں اس میں سب مسلمانوں کا سوا غلام کے حصہ ہے (مسند احمد)

(۳۹) بیہقی سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا غلام[5] پر زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا نہیں۔ کہا پھر اسکی زکوٰۃ کس پر فرض ہے۔ فرمایا اسکے مالک پر۔

[1] یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے امام بخاری نے صحیح بخاری میں اس مذہب پر بہت طعن و تشنیع کی ہے اور اسکو خلاف حق ہونا بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے مگر اس اثر کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ اس مسئلہ میں بے قصور ہیں حضرت فاروقؓ کے مذہب کی طرفداری کر رہا ہے ۱۲ [2] معلوم ہوا کہ قبر کے اندر سے جو مال نکلے وہ رکاز نہیں ہے بلکہ جس کی قبر ہے اس کے وارثوں کو وہ مال دیدینا چاہیئے ۱۲ [3] یہ رکاز کا مسئلہ ہے رکاز کے بیان میں مفصل دیکھو ۱۲ [4] یہ غنیمت کے مال کا ذکر ہے کیونکہ زکوٰۃ کے مال میں سوا فقیروں کے اور کسی مسلمان کا حق نہیں ہوتا ۱۲ [5] زکوٰۃ سے مراد یہاں صدقہ فطر ہے، غلام کا صدقہ فطر اس کے آقا پر واجب ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

(۴۴) عن عدی بن حاتم قال اتیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی اناس من قومی فجعل یفرض للرجل من الغین ویعرض عنی قال فاستقبلتہ فاعرض عنی ثم اتیتہ من حیال وجہہ فاعرض عنی قال فاستقبلتہ فاعرض عنی قال فقلت یا امیرالمومنین اتعرفنی قال فضحک حتی استلقی لقفاہ ثم قال نعم واللہ انی لاعرفک آمنت اذ کفروا واقبلت اذ ادبروا ووفیت اذ غدروا وان اول صدقۃ بیضت وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووجوہ اصحابہ صدقۃ طی جئت بہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ یعتذر ثم قال انما فرضت لقوم اجحفت بہم الفاقۃ وہم سادۃ عشائرہم لما ینوبہم من الحقوق

(مسند الامام احمد)

(۴۴) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ہمراہ آیا تو وہ ایک شخص کا دو دو ہزار درم سے حصہ لگانے لگے اور مجھ سے اعراض کرتے رہے تو میں ان کے سامنے گیا مگر مجھ سے منھ پھیر لیا عدیؓ کہتے ہیں پھر تو میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں تو وہ ہنسدیئے، یہانتک کہ (جب کام ختم کرکے) لیٹ گئے تو بولے کہ ہاں اللہ کی قسم ضرور تمہیں میں پہچانتا ہوں کہ تم اس وقت ایمان لائے کہ جب لوگ کافر تھے اور تم اسوقت (اسلام کی طرف) متوجہ ہوئے جب لوگ پیٹ پھیر کر (بھاگتے) تھے اور تم نے (عہد ازلی کو) اسوقت پورا کیا جب لوگ عہد شکنی کرتے تھے، اور بیشک (سب سے) پہلا صدقہ جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے چہروں کو بشاش کردیا حضرت علی مرتضیٰ رضی کا تھا کہ جب وہ آپ کے سامنے لایا گیا تو آپنے معذرت کیا تھا اسے لیلیا پھر فرمایا کہ یہ تو انھیں کے یئے جائز کیا گیا ہے جنکو فاقہ نے کمزور کردیا ہو اور وہ اپنے قبیلہ کے متکفل ہوں، اُن اُن حقوق میں جو ان کو پہونچتے ہیں۔

(مسند امام احمد)

تمام شد

یہ اور جملہ درسی وغیر درسی عربی۔ فارسی۔ اردو کتب نیز قرآن شریف سیپارے اور قاعدے یکجا باکفایت

ملنے کا پتہ (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور یو-پی

تصحیح کردہ۔ عمر فاروق عثمانی

Marfat.com

ہر قسم کی درسی وغیر درسی کتب
نیز ہر قسم کے قرآن مجید حمائلیں
ملنے کا پتہ :- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ ا

جلد پنجم

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

علم الفقہ

جلد پنجم

اس جلد میں

حج کے تمام مسائل معہ ارکان و شرائط کے علاوہ حالات زیارت گاہ عالم اسلامی مدینہ منورہ و روضۂ مقدسہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں

اثر خامہ

حضرت حجۃ الاسلام امام اہلسنت مولٰنا الحاج الشاہ محمد عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی نقشبندی مدظلہ العالی

جسکو (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند نے اپنے کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

S.A.

ہر قسم کی کتب درسی و غیر درسی و
جملہ تصانیف علمائے دیوبند
ملنے کا پتہ :- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَضَعَ لِلنَّاسِ بَیْتَهٗ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ وَبَعَثَ فِیْهَا اَشْرَفَ الرُّسُلِ دَاعِیًا اِلَى الشَّرْعِ الْمُبِیْنِ فَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ مَا طَافَ طَائِفٌ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَمَا دَامَ الْبَلَدُ الْاَمِیْنُ ط۔

حق جل شانہ کی توفیق سے علم الفقہ کی چار جلدیں تمام ہو چکیں اب یہ پانچویں جلد شروع ہوتی ہے جس میں اسلام کے پانچویں رکن حج کا بیان ہے امید ہیکہ خدائے تعالیٰ اس کو بھی بخیر و خوبی انجام کو پہنچائے، آمین بالنبی الامین۔

حج کے معنی لغت میں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبہ مکرمہ کا طواف اور مقام عرفات میں ٹھیرنا، انھیں خاص طریقوں سے جو صاحب شریعت سے منقول ہیں اسی خاص زمانہ میں جو شریعت سے ثابت ہے (مراقی الفلاح وغیرہ)، صحیح یہ ہے کہ حج کی فرضیت اسی امت مکرمہ کیساتھ خاص ہے گو حج کا رواج حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے ہے مگر اس وقت اسکی فرضیت کا حکم نہ تھا، حج کی فرضیت ۹ھ ہجری کے آخر میں[1] ہوئی جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

[1] اکثر علما اس طرف ہیں کہ حج کی فرضیت ۶ھ میں ہوئی مگر علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ ان علما کے پاس کوئی اسکی دلیل نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بہت بعید ہیکہ خدا کے حکم کی تعمیل میں اسقدر تاخیر کریں حج کی فرضیت تو ۶ھ میں ہو اور آپ ۱۰ھ پورے چار برس تک اس کی تعمیل نہ کریں قبیلۂ عبدالقیس کے لوگ جب آپکے پاس آئے تو آپنے ان کو حج کا حکم نہیں دیا (صحیح بخاری)، قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حج کا حکم نہ دینے کی وجہ یہ ہیکہ اسوقت تک حج فرض نہ ہوا تھا اور یہ واقعہ ۸ھ کا ہے اور حج ۹ھ میں فرض ہوا تھا (فتح الباری)،

Marfat.com

نازل ہوا تھا کہ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ترجمہ اللہ کی خوشنودی کے لیے لوگوں پر کعبہ کا حج (ضروری) ہے (یعنی اس شخص پر جو وہاں تک جا سکے جس سال یہ آیت نازل ہوئی حج کا زمانہ باقی نہ تھا، سال آئندہ یعنی ۱۰ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمان عالی شان کی تعمیل فرمائی اور یہ آپ کا آخری حج تھا جو حجۃ الوداع کے لقب سے مشہور ہے (ردالمحتار) فرضیت کے بعد اسی ایک حج کا اتفاق ہوا اس کے بعد آپ نے اپنی مفارقت سے دنیا کو بے نور کر دیا فالی اللہ المشتکی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حج کی تاکید اور فضیلت

حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرضیت کہتے ہیں) قرآن مجید سے اسی صراحت کے ساتھ ثابت ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ کا قرآن مجید میں اس کے چند مسائل بھی مذکور ہیں، سچے مسلمانوں کے لیے تو یہی دو تین لفظیں کافی ہیں مگر سوتوں کے جگانے کیلئے چند احادیث بھی نقل کی جاتی ہیں۔

اس سے زیادہ اور کیا تاکید ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز روزہ کی طرح حج کو بھی اسلام کا بنی قرار دیا ہے (بخاری مسلم) اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں کچھ ان میں سے دوسری تیسری چوتھی جلد میں مذکور ہو چکی ہیں یہاں ہم چند حدیثیں نقل کرتے ہیں جو ابھی تک نہیں لکھی گئیں۔

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو بیشک اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہذا تم حج کرو، تو ایک شخص بولا یا رسول اللہ کیا ہر سال (حج فرض ہے) تو آپ نے سکوت فرمایا یہاں تک اس شخص نے یہی تین مرتبہ کہا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کہدیتا ہاں تو یقیناً (ہر سال کے لیے) ضروری ہو جاتا اور بلا شبہہ تم لوگ (ہر سال حج) نہ کر سکتے، پھر آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نہ کہا کروں مجھ سے نہ پوچھا کرو اس لیے کہ اگلے لوگ جو ہلاک ہوئے تو انبیاء سے زیادہ پوچھنے اور اختلاف کرنے سے ہوئے لہذا جب میں تم کو کسی بات کا حکم دیدوں تو حتی الامکان اس کو کرو اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کر دوں تو اس کو چھوڑ دو (مسلم)

Marfat.com

(۲) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا عرض کیا گیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں (کافروں سے) لڑنا، عرض کیا گیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ حج مبرور (بخاری مسلم)

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لیے حج کرے اور (اثنائے حج میں) فحش گوئی سے بچے تو وہ (ایسا بے گناہ ہو کے لوٹے گا جیسے اس دن بیگناہ تھا) کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (بخاری ومسلم)

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دوسرے عمرہ تک ہوں اور حج مبرور کا بدلہ سوا جنت کے کچھ نہیں ہے (بخاری مسلم)

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہے اور کوئی عورت بغیر اپنے محرم کی (ہمراہی) کے سفر نہ کرے، تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میرا نام تو فلاں فلاں جہاد میں لکھدیا گیا ہے اور میری بی بی حج کرنے نکلی ہے آپ نے فرمایا کہ (تو جہاد میں نہ جا بلکہ اپنی عورت کے ساتھ جا) اور اپنی عورت کے ہمراہ حج کر (بخاری مسلم)

(۷) عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں (جانیکی) اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے (بخاری مسلم)

(۸) علی مرتضیٰ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچائے اور (پھر بھی) وہ حج نہ کرے تو اسکے لیے یہودی یا نصرانی مر جاتے ہیں (اور بے حج مر جانے میں، کچھ فرق نہیں) اور یہ اس لیے کہ اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ اللہ (کی خوشنودی) کے لیے لوگوں پر کعبہ کا حج کرنا ضروری ہے (یعنی) اس پر جو وہاں تک جا سکتا ہو۔ (ترمذی)

(۹) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ ساتھ کرو

Marfat.com

اس لیئے کہ یہ دونوں فقر کو اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (ترمذی)

(۱۰) ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والا مرض نہ روکے اور وہ بغیر حج کیئے مرجائے تو اسے اختیار ہے چاہے یہودی ہو کر مرجائے چاہے نصرانی ہو کر (دارمی) اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور سمجھو کیسی سخت تاکید ہے۔

(۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنیوالے اور عمرہ کرنیوالے اللہ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ انکی دعا قبول کرے اور اگر وہ اس کی مغفرت مانگیں تو اللہ انکی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

(۱۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی حج کرنیوالے سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیئے استغفار کرے کیونکہ اسکی مغفرت ہو چکی ہے (مسند امام احمد)

(۱۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے کے لیئے یا جہاد کرنے کے لیئے (اپنے گھر سے) نکلے پھر راستہ ہی میں مرجائے تو اللہ اس کو غزا کرنیوالے کا ثواب دے گا۔ (بیہقی)

(۱۴) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت اس وقت قایم ہوگی کہ بیت اللہ کا حج نہ کیا جائے (بخاری)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت اس وقت قایم ہوگی جب معاصی کی کثرت ہوجائے گی اور حج نہ کرنا چونکہ ایک بڑی معصیت ہے لہذا آپ نے اسکے ترک کو علامات قیامت سے قرار دیا۔ یہاں تک تو حج کے فضائل تھے، مکہ مکرمہ کے فضائل میں بھی بہت صحیح حدیثیں ہیں مگر اس کی فضیلت کے لیئے یہ بات کیا کم ہے اللہ جل شانہ کا مقدس مکان یعنی کعبۂ مکرمہ وہاں ہے اور یہ شہر خدا کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آباد ہوا، حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شہر مقدس کو بلد امین اور ام القریٰ کر کے

خطاب سے مشرف فرمایا ہے۔

حج کی نسبت اگر صحابہ اور اگلے مسلمانوں کے ذوق وشوق کی کچھ کیفیت بیان کی جائے تو بلا مبالغہ ایک بہت بڑا ضخیم دفتر بھی کفایت نہ کریگا اور ان کے دلی جذبات اور شوقی کیفیات کا ایک شمہ بھی بیان نہ ہو سکے گا، اب تو روز بروز خشکی اور تری کے سفروں میں آسانی پیدا ہوتی جاتی ہے، پہلے زمانہ میں یہ باتیں کہاں تھیں مگر وہ اپنے ذوق وشوق میں تمام مصائب کو راحت سمجھتے تھے۔

اس بیان کو طول دینا مناسب نہیں، گو ائمہ ماضیین کے حالات کا دل پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے لیکن حج تو ایک ایسی پیاری اور مرغوب عبادت ہے کہ اسکے لئے زیادہ ترغیب ترہیب کی کچھ ضرورت نہیں، وہ کون مسلمان ہے جس کا دل یہ نہ چاہتا ہو کہ خدا کے مقدس گھر کی زیارت کرے اس پاک سرزمین کے جمال سے اپنی آنکھوں کو روشن کرے جہاں سے اسلام نکلا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پیدا ہوئے وہیں نبی ہوئے برسوں وہاں وعظ فرمایا، صدہا صحابہ سو رہے ہیں وہ کون مسلمان ہے جس کو یہ آرزو نہ ہو کہ اس پرانے اور باعظمت گھر کا طواف کرے، جس کے گرد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم پھرا کرتے تھے، اے میرے ذوالجلال پروردگار، اے خداوند لوح وقلم، اے آفریدگار عالم، اے وہ کہ تیرا پاک جلوہ عرش بریں پر ہے اے وہ کہ کعبہ مکرمہ کا رب البیت ہے اپنے برگزیدہ نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پسندیدہ ہمنشینوں کے طفیل میں تمام مسلمانوں کو اس نعمت عظمیٰ سے فیضیاب کے سب کے دلوں کو اپنے جمال بےمثال کا پروانہ بنالے اور اس ناچیز عاجز کو بھی اپنی نیک نظر سے مورد لطف وکرم فرما اور اگلے بزرگوں کے درد ذوق کا ایک آدھا قطرہ اسکو بھی عنایت کر، آمین یا النبی الامین ۔

زان حریم اگر رسد حرفے
بندم از دولت ابد طرفے

اصطلاحی الفاظ اور مقامات کے ناموں کی تشریح

میقات - وہ مقام جس سے آگے مکہ مکرمہ کا جانیوالا بغیر احرام کے نہ جا سکے آفاقی کے لیئے پانچ میقات ہیں، اہل مدینہ کے لیئے **ذوالحلیفہ** کوفہ بصرہ والوں کے لیئے **ذات عرق** شام والوں کے لیئے **جحفہ** یمن کے رہنے والوں کے لیئے **یلملم** ہندوستانیوں کی بھی یہی میقات ہے **قرن** اہل نجد کیلئے اور حلی کی میقات حل ہے اور حرمی کی میقات حج کے لیئے تو حرم ہے مگر عمرہ کے لیئے حل -

آفاقی وہ شخص جو میقات سے باہر کا رہنے والا ہو جیسے [illegible] عراقی شامی ہندوستانی -

حلی وہ شخص جو میقات کے اندر مگر مکہ مکرمہ سے باہر رہتا ہو، جیسے نخلہ جدہ کے رہنے والا

حرمی - خاص مکہ مکرمہ کا رہنے والا -

احرام حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ یا کوئی ایسا فعل کرنا جو قائم مقام تلبیہ کے ہو مثل ہدی کے روانہ کرنیکے جو شخص احرام باندھے اس کو **محرم** کہتے ہیں -

حج بحالت احرام کعبہ مکرمہ کا طواف اور عرفہ کا وقوف ایک مخصوص زمانہ میں کرنا حج کرنے والے کو حاج کہتے ہیں -

عمرہ بحالت احرام کعبہ کا طواف اور سعی، عمرہ کرنیوالے کو **معتمر** کہتے ہیں -

افراد صرف حج کا احرام باندھنا اور صرف حج پر اکتفا کرنا، جو شخص ایسا کرے اس کو مفرد کہتے ہیں -

قران حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنا اور پہلے عمرہ کر کے پھر حج کرنا جو شخص ایسا کرے اس کو **قارن** کہتے ہیں -

تمتع ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لینا اور اس کے بعد اسی سال اسی زمانہ میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا، جو شخص ایسا کرے اس کو **متمتع** کہتے ہیں

طواف کعبہ شریفہ کے گرد گھومنا اور کبھی صفا مروہ کے درمیان سعی کرنیکو کہتے ہیں

شوط - ایک چکر۔
استلام - جب حجر اسود کی نسبت مستعمل ہوتا ہے تو اس کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے اور جب رکن یمانی کی نسبت بولا جاتا ہے تو صرف اس کا چھو لینا مراد ہوتا ہے۔
تلبیہ اس عبارت کا پڑھنا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔
تہلیل کلمہ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا پڑھنا۔
تلبید کسی چیز کا مثل گوند وغیرہ کے احرام سے پہلے بالوں میں لگا لینا تاکہ ٹوٹنے سے محفوظ رہیں۔
وقوف کے معنی لغت میں ٹھیرنا اور اصطلاح میں عرفات اور مزدلفہ میں پہنچ جانا۔
رمی ایک خاص مقام میں کنکریوں کا مارنا۔
رمل شانہ ہلا کر کچھ تیزی کیساتھ قریب قریب قدم رکھکر چلنا۔
اضطباع چادر کا اس طرح اوڑھنا کہ اس کا ایک سرا داہنے شانے سے اتار کر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لے۔
تقلید بالوں کی یا کپڑے کی رسی بنا کر اس میں جوتی کا ٹکڑا یا کسی درخت کی چھال وغیرہ باندھ کر ہدی کے گردن میں ڈالدینا تاکہ دیکھتے ہی ہر شخص سمجھ لے کہ یہ ہدی ہے اور اس سے مزاحمت نہ کرے اور اس رسی کو قلادہ کہتے ہیں۔
اشعار ہدی کی پہچان کے لیے اس کے داہنے شانے پر خفیف زخم لگا دینا جو اس کی کھال کو کاٹ دے مگر گوشت تک نہ پہنچے۔
تجلیل ہدی کو جھول اڑھا دینا۔
تحلیق بالوں کا منڈوانا۔
تقصیر بالوں کا کترانا۔
رفث جماع کرنا یا عورتوں کے سامنے جماع وغیرہ کا ذکر کرنا اشارۃً یا صراحۃً۔

ع۵ اے اللہ میں تیرے دروازہ پر بار بار حاضر ہوں اور تیری طلبی کو بار بار قبول کرتا ہوں تیرا کوئی شریک نہیں بیشک تعریف اور احسان تیرے ہی لیے ہے اور بادشاہت تیری ہی ہے کوئی تیرا شریک نہیں ۱۲۔

Marfat.com

مکہ ایک شہر ہے جو کسی زمانہ میں بالکل جنگل تھا کوہستان اور بے آب وگیاہ ریگستان ہونے کے سبب سے لوگ وہاں رہنے کا قصد نہ کرتے تھے جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اس جنگل میں لاکر چھوڑا اور خدا سے دعا کی کہ اس جنگل کو آباد کردے اور یہاں کے رہنے والوں کو میوہ جات کے رزق عطا فرما اس وقت حق تعالیٰ نے اس جنگل مقدس کو آباد کر دیا، میوہ جات بھی وہاں بکثرت آنے لگے وہ جنگل خدا کو ایسا محبوب ہوا کہ اس کو خوب سرسبز کیا اور بلد امین کا مبارک لقب اسے دیا اور سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں مبعوث فرمایا مکہ بھی اسی شہر کو کہتے ہیں۔

کعبہ شہر مکہ مکرمہ میں ایک مقدس مکان ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے زمین پر بیت معمور کی محاذات میں تعمیر کیا تھا، بیت معمور ساتویں آسمان پر ایک مکان ہے جس کا فرشتے طواف کیا کرتے ہیں پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو بوجہ پہلی عمارت کے منہدم ہو جانے کے درست کیا اور ان کی اولاد نے اس کو آباد رکھا یہانتک کہ نوح علیہ السلام کے طوفان میں وہ غرق ہو گیا پھر حق تعالیٰ نے اپنے خلیل مکرم حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی تعمیر کا حکم دیا، انھوں نے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ میں دو دروازے بنائے ایک بجانب مشرق دوسرا بجانب مغرب کہ ایک دروازہ سے آدمی داخل ہو اور دوسرے سے نکل جائے، اور انھوں نے دروازوں کی چوکھٹ اونچی نہ بنائی تھی بلکہ زمین سے ملی ہوئی، پھر لوگ برابر اس مکان متقدس نشان کی تعمیر اور درستی کرتے رہے اور اس کا طواف کرنے کو دور دور سے لوگ آتے رہے یہانتک کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نبوت سے پہلے کچھ حصہ کعبہ شریفہ کا آگ سے جل گیا اہل مکہ نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ پاک کمائی سے جو مال پیدا کیا گیا ہو وہی اس کی تعمیر میں صرف کیا جائے الغرض انھوں نے تعمیر شروع کی مگر

قدیم طرز عمارت کو بدل دیا اور بجائے دو دروازوں کے صرف ایک دروازہ بجانب مشرق باقی رکھا، اتفاق سے سرمایہ کم پڑ گیا اس سبب سے بقدر چھ گز کے دیوار چھوٹی کردی گئی۔ (اعلام الاعلام ببنائے مسجد الحرام) پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر عمر میں اپنی یہ تمنا ظاہر فرمائی کہ اگر میں سال آئندہ تک زندہ رہا تو کعبہ کی از سر نو تعمیر کروں گا اور خلیل علیہ السلام کے طرز پر اسکی عمارت کردونگا اور جو حصہ کفار قریش نے کعبہ سے نکال دیا ہے اس کو پھر اسمیں داخل کردوں گا مگر سال آئندہ میں آپ کی وفات ہوگئی، خلفائے راشدین کو مہمات خلافت سے اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ آپ کی اس تمنا کے پوری ہونے کی کوشش کرتے جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اہل حجاز وغیرہ نے خلیفہ بنایا تو انھوں نے کعبہ کی تعمیر سرور انبیاء کی تمنا کے موافق شروع کی اور خلیل علیہ السلام کے طرز پر کعبے کی عمارت بنا دی بعد اس کے جب عبدالملک نے عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے حجاج کو بھیجا اور اس نے ان پر فتح پائی تو اس نے نہ چاہا کہ ابن زبیر کا بنایا ہوا کعبہ باقی رہے چنانچہ اس نے حجر اسود کی طرف دیوار توڑ دی اور اس کی عمارت کا پھر وہی طرز کر دیا جو زمانہ جاہلیت میں تھا اور اب بھی اسی طرز پر ہے کعبہ مکرمہ دنیا میں سب سے پہلا مکان ہے جو اللہ جل شانہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا، چنانچہ حق سبحانہ اس کی تعریف میں فرماتا ہے:-

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا **ترجمہ** بے شک (سب سے) پہلا گھر جو لوگوں کے (عبادت کرنیکے لئے) بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور لوگوں کا رہنما اس میں واضح نشانیاں (ہماری قدرت کی) ہیں، یعنی مقام ابراہیم اور اور جو کوئی وہاں داخل ہوجاتا ہے (دشمن کے شر سے) بیخوف ہوجاتا ہے۔

حطیم وہ حصہ جو حضرت خلیل علیہ السلام کے عہد میں کعبہ کے اندر داخل تھا اور قریش نے سرمایہ کے کم ہوجانیکے سبب سے اس کو داخل نہیں کیا۔

حجر اسود ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے جو کعبۂ مکرمہ کے شرقی گوشہ میں جو دروازہ کے قریب ہے گڑا ہوا ہے یہ پتھر جنت سے نازل ہوا ہے جس وقت نازل ہوا تھا دودھ

سے زیادہ سپید تھا مگر آدمیوں کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا (ترمذی) قیامت کے دن یہ پتھر بھی اٹھایا جائے گا اور اس کو آنکھیں اور زبان عنایت ہوگی جس نے اسکا استلام کیا ہے اس کے مومن ہونیکی گواہی دے گا (ترمذی - دارمی)

رکن یمانی - ایک پتھر ہے جو کعبۂ مکرمہ کے ایک گوشہ میں بجانب یمن گڑا ہوا ہے -

مقام ابراہیم - ایک پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کے دیکھنے کو مکہ آتے تھے تو اونٹ سے اسی پتھر پر اترتے تھے، اور جب جانے لگتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اونٹ پر سوار ہوتے اس پتھر پر ان کے دونوں مبارک قدموں کا نشان بن گیا ہے -

زمزم ایک چشمہ جو بی بی ہاجرہ اور ان کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے حق تعالیٰ نے جاری کیا تھا، اس پانی کے بہت فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں اسی سبب سے اس پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے -

میلین اخضرین - صفا اور مروہ کے درمیان میں ایک نشیب تھا جس سے بی بی ہاجرہ دوڑ کر نکل جاتی تھیں اب وہ نشیب تو باقی نہ رہا مگر اس کی حد معلوم کرنے کیلئے اس کے دونوں سروں پر ایک ایک نشان گاڑ دیا گیا ہے، ان دونوں نشانوں کو میلین اخضرین کہتے ہیں -

منیٰ ایک گاؤں ہے حدود حرم میں مکۂ مکرمہ سے تقریباً تین میل -

عرفات ایک پہاڑ کا نام ہے جس میدان میں وہ پہاڑ واقع ہے اس کو وادی عرفات کہتے ہیں -

بطن عُرَنہ - میدان عرفات میں ایک خاص مقام کا نام ہے -

مزدلفہ - ایک مقام ہے منیٰ اور عرفات کے درمیان میں -

محسّر - مزدلفہ میں ایک خاص مقام کا نام ہے -

ذوالحلیفہ - ایک مقام ہے مدینۂ منورہ سے مکۂ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مسجد نبوی کے پاس چھ میل سے کچھ کم ہے -

ذات عرق ایک مقام ہے اسمیں عرق نامی ایک پہاڑ ہے کوفہ بصرہ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے، مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔
جحفہ ایک مقام ہے شام سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ سے تقریباً تین مراحل ہے
قرن۔ ایک مقام ہے نجد سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔
یلملم۔ ایک پہاڑ کا نام ہے یمن سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے، ہندوستان سے جو لوگ کہ مکہ جاتے ہیں ان کو بھی یہ پہاڑ ملتا ہے۔ مکہ سے دو مراحل ہے۔
جبل الرحمتہ میدانِ عرفات کے وسط میں ایک پہاڑ ہے۔
جبل قزح۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے۔
مسجد خیف۔ منیٰ میں ایک مسجد ہے اس کا نام ہے۔
مُحصّب۔ منیٰ اور مکہ مکرمہ کے درمیان میں ایک مقام ہے۔

حج کے فوائد اور اُس کی حکمتیں

اگرچہ شریعت کا کوئی حکم مصالح اور فوائد سے خالی نہیں مگر ان کی حکمتوں کا کما ینبغی سمجھ لینا بڑی عقل قدسی کا کام ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات سمجھ میں آ جاتی ہے مگر اس کے بیان کرنے کیلئے بہت سے مقدمات کی تمہید کی ضرورت پڑتی ہے اور ان کے مبادی ذہن میں حاضر نہیں ہوتے بہر کیف جو کچھ سمجھ میں آ رہا ہے اور جہاں تک قوتِ بیانیہ کام دیتی ہے لکھتا ہوں۔
(۱) حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے جو حق سبحانہٗ کے خلیل اور بڑے برگزیدہ تھے اور یہ بڑی حکمت ہیکہ جب کسی سے تقرب اور ازدیادِ محبت منظور ہو تو ان لوگوں کا طریقہ اختیار کیا جائے جو اسکی نظر میں محبوب اور پسندیدہ ہوں۔
(۲) خاص کر اس امت کے لئے حج کی فرضیت میں یہ بڑی حکمت ہے کہ حج کرنے سے ان مقاماتِ متبرکہ کی زیارت نصیب ہوتی ہے جہاں اس امت کے سردار کے آثار نمایاں طور پر موجود ہیں، وہیں آپ پیدا ہوئے، وہیں رہے وہاں کی مبارک زمین سے

آپ کے مقدس قدموں نے مس کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان امور کے ملاحظہ کرنے سے ایمانی کیفیت میں ایک عجیب ترقی ہوتی ہے، اسی سبب سے ہر مذہب کے عقلا نے اپنی مذہبی مقامات کی زیارت کو لازم کر لیا ہے۔

(۳) حج کے جتنے افعال ہیں وہ سب عاشقانہ ہیں اور ان سب سے از خود رفتگی اور شیفتگی ظاہر ہوتی ہے، اپنے محبوب کے لئے اپنے وطن گھر بار کا چھوڑ دینا مصائب سفر کا برداشت کرنا، ایک مدت تک جنگل جنگل پھرنا، تمام آرائش اور زیب و زینت کی چیزوں کو ترک کر دینا اور اکثر نفسانی خواہشوں سے اجتناب کرنا پھر اس کے گھر کے گرد نہایت شغف کے ساتھ چکر لگانا یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ اگرچہ بہ تکلف کیجائیں اور دلی کیفیت سے نہ صادر ہوں تب بھی دل میں کچھ نہ کچھ اثر کر جاتی ہیں اور خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو تو یہ بات تو ضرور ہے کہ عشاق کی صورت بنائی جاتی ہے اور محض اللہ کے لئے تکالیف اور مصائب اٹھانے اور گھر بار چھوڑنے کی نفس کو عادت ہوتی ہے۔

(۴) وہ مقامات متبرکہ جنکی زیارت حج میں نصیب ہوتی ہے انوار و برکات الٰہیہ کے مہبط ہیں، پس لامحالہ ان کے زیارت کرنیوالے پر ان انوار و برکات کا ضرور انعکاس ہوتا ہے اسی کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ حج کرنیوالا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اسی دن کا پیدا ہوا بچہ۔

(۵) شریعت کا ایک بڑا مقصود اتحاد فیما بین المسلمین اور اظہار شوکت و جلالت بھی ہے۔ یہ مقصود بھی حج میں پوری طور سے حاصل ہوتا ہے، دور دراز ممالک کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، سب ایک ہی کام میں مصروف ہوتے ہیں اس اجتماع سے کیسی کچھ ہیبت اور شوکت اسلام کی ظاہر ہوتی ہے۔

حج کے احکام

فرض ہے عمر بھر میں ایک بار جبکہ وہ تمام شرائط پائے جائیں جن سے حج فرض ہوتا ہے باوجود پائے جانے ان شرائط کے جو شخص حج نہ کرے وہ فاسق گنہگار ہے اور جو شخص

فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

صحیح یہ ہے کہ جب حج کے شرائط پائے جائیں تو علی الفور حج کرنا فرض ہے[۵۱] دوسرے سال تک اسمیں تاخیر کرنا گناہ ہے (مراقی الفلاح درمختار وغیرہ)

واجب ہے (۱) اس شخص پر جو میقات کے اندر بغیر احرام باندھے چلا جائے اور اس کے بعد[۵۲] حج کا احرام باندھے (۲) اس شخص پر جس نے حج کی نذر کی ہو۔

حرام ہے۔ ناجائز مال سے حج کرنا۔

مکروہ تحریمی ہے[۵۳] (۱) بغیر اجازت ان لوگوں کے حج کرنا جن سے اجازت لینا ضروری ہے (۲) جنکا نفقہ اسکے ذمہ واجب ہے ان کے نفقہ کا انتظام کئے بغیر حج کرنا۔

حج کے واجب ہونیکی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا کافر پر واجب نہیں۔

(۲) حج کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام ہونا۔

(۳) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔

(۴) عاقل ہونا، مجنون، مست، بیہوش پر حج فرض نہیں۔

---

۵۱ یہ امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے ان کے نزدیک بعد تمام شرائط کے پائے جانے کے اگر کسی سال حج نہ کیا جائے تو ایسے شخص کی گواہی نہیں قبول کی جاتی، امام محمد کے نزدیک علی الفور حج کرنا کچھ ضروری نہیں، ان کے نزدیک تاخیر سے کچھ گناہ نہیں ہوتا ۱۲۔

۵۲ میقات کے اندر بغیر احرام باندھے ہوئے جانا ممنوع ہے لہذا اگر کوئی شخص سہواً بے احرام باندھے چلا جائے تو اسپر واجب ہے کہ پھر میقات پر واپس آکر احرام باندھے پس اگر حج کا احرام باندھے گا تو یہ حج واجب ہوگا اور اگر عمرہ کا احرام باندھے گا تو عمرہ واجب ہے ۱۲۔

۵۳ مثلاً کسی کے ماں باپ اسکی خدمت کے محتاج ہوں یا کسی کا قرض اس کے ذمہ آتا ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو یا کسی کی ضمانت کی ہو تو ان سب صورتوں میں ماں باپ یا قرض خواہ یا جس سے ضمانت کی ہے اس سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۵) آزاد ہونا۔ لونڈی غلام پر حج فرض نہیں۔

(۶) استطاعت یعنی اس قدر مال کا مالک[1] ہونا جو ضرورت اصلیہ سے اور قرض سے محفوظ ہو اور اس کے زادِ راہ اور سواری[2] کے لیے کافی ہو جائے اور جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے لیے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اسکے لوٹنے تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے۔

زادِ راہ سے وہ متوسط مقدار مراد ہے جو اسکی صحت قایم رکھ سکے مثلاً جو شخص گوشت اور مٹھائی وغیرہ کا عادی ہو اس کے لیے انھیں چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایسے شخص کے پاس فقط اس قدر روپیہ ہو جو صرف خالی روٹی یا دال وغیرہ کے لیے کافی ہو تو وہ شخص زادِ راہ کا مالک نہ سمجھا جائے گا۔

سواری انھیں لوگوں کے لیے شرط ہے جو مکہ معظمہ کے رہنے والے نہ ہوں، مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کے لیے بشرطیکہ وہ پیادہ چل سکیں، سواری کی شرط نہیں اور جو پیادہ نہ چل سکیں تو ان کے لیے بھی شرط ہے (مراقی الفلاح)

(۷) ان سب شرائط کے ساتھ اس قدر وقت کا ملنا جس میں ارکان حج ادا ہو سکیں اور مکہ معظمہ تک رفتار معتاد سے پہونچ سکے (ردالمختار)

یہانتک جو شرائط بیان ہوئے یہ وہ تھے کہ اگر نہ پائے جائیں تو حج فرض ہی نہ ہوگا اور باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کیا جائے تو اس کے بعد جس وقت یہ شرائط پائے جائیں گے دوبارہ حج کرنا پڑے گا پہلا حج کافی نہ ہوگا، اور اب آگے

---

[1] مالک ہونیکی قید اسلیئے لگائی گئی اگر کوئی شخص کسی کو حج کرنیکے لیئے یا اور کسی غرض سے کچھ مال ہبہ کرے تو اسپر حج فرض نہیں نہ اس کے ذمہ ہبہ کا قبول کرنا ضروری ہے گو ہبہ کرنیوالا اس کا عزیز کیوں نہ ہو مثل باپ ماں لڑکے بالوں اور بی بی کے۔ ف نفقہ کے معنی خرچ کرنا کھانے پینے کپڑے کا خرچ رہنے کا مکان سب نفقہ میں داخل ہے ۱۲

[2] سواری کے بیان میں فقہانے بہت تفصیل کی ہیکہ کس قسم کی ہونی چاہیئے ملخص اسکا یہ ہیکہ ایسی سواری ہو جسپر سوار ہونیکی اسے عادت ہو یا اسپر سوار ہونے سے اسے تکلیف نہ ہو پس جو شخص گھوڑے کی سواری کا عادی نہ ہو یا اسپر سوار ہونے سے اسکو تکلیف ہوتی ہو اسکے لیئے گھوڑے کی سواری کا موجود ہونا کافی نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

جو شرائط بیان کئے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے نہ پائے جانے سے فرضیت حج کی ثابت رہے گی ہاں بذات خود اس وقت حج کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ دوسرے سے حج کرالینا یا وصیت کر جانا کافی ہوگا اور جب شرائط پائے جائیں گے پھر بذات خود حج کرنا پڑے گا اور باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کرے گا تو دوبارہ نہ کرنا پڑے گا۔ (ردالمحتار)

(۸) بدن کا ایسے عوارض سے[۱] محفوظ ہونا جنکے سبب سے سفر نہ کر سکے پس اندھے اور لنگڑے اپاہج اور ایسے بوڑھے پر جو سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو بذات خود حج کرنا فرض نہیں اسی طرح تمام ان امراض کو قیاس کر لو جو سفر سے باز رکھیں۔

(۹) کسی بادشاہ ظالم کا خوف یا کسی کی قید میں نہ ہونا۔

(۱۰) راستہ میں امن[۲] ہونا، اگر راستہ میں ڈاکہ زنی ہوتی ہو یا کوئی دریا ایسا حائل ہو کہ اس میں بکثرت جہاز ڈوب جاتے ہوں یا اور کسی قسم کا خوف ہو تو ایسی حالت میں بذات خود حج کرنا فرض نہیں بلکہ اس امر کی وصیت کر جانا کہ بعد امن کے میری طرف سے حج کرلیا جائے۔ کافی ہے۔

(۱۱) عورت کے لئے ہمراہی میں شوہر یا کسی اور محرم[۳] کا موجود ہونا، اور محرم کا عاقل بالغ مسلمان ہونا بھی شرط ہے اور فاسق نہ ہونا تو شوہر اور محرم دونوں میں شرط ہے۔

---

[۱] یہ صاحبین کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسے عوارض کے حالات میں دوسرے سے بھی حج کرانے کی ضرورت نہیں ۱۲۔

[۲] ہمارے زمانہ میں حجاج کے لئے قرنطینہ مقرر ہے پس اگر اس میں حج کرنے والوں کے ساتھ زیادہ سختی کی جائے تو اس کا شمار بھی بے امنی میں ہوگا ۱۲۔

[۳] محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح درست نہ ہو خواہ نسب کے سبب سے جیسے باپ چچا بھائی بیٹا وغیرہ یا دودھ کے باعث جیسے دودھ شریک بھائی وغیرہ یا سسرالی قرابت کی وجہ سے جیسے خسر وغیرہ، لیکن پھر بھی احتیاط اس کو چاہتی ہے کہ جوان عورت اپنے سسرالی یا دودھ کے رشتہ داروں کے ہمراہ سفر نہ کرے ۱۲۔

(۱۲) عورت کے لئے عدت کا نہ ہونا جو عورت عدت میں ہو خواہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی خواہ طلاق رجعی کی یا بائن کی بہرحال ... اس پر اس وقت حج فرض ہوگا اگر سفر کر چکنے کے بعد عدت لاحق ہو جائے مثلاً اسکا شوہر مر جائے یا طلاق بائن ہو جائے تو اس کو دیکھنا چاہیئے کہ جس مقام میں وہ ہے وہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری بہ قدر مسافت سفر کے ہے یا اس کے وطن کی اگر دونوں اس مقدار سے کم ہیں تو اسکو اختیار ہے چاہے مکہ مکرمہ جائے چاہے وطن واپس آئے اگر ایک کم ہے اور دوسری زیادہ تو جو کم ہے اسی کو اختیار کرے یعنی اگر مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم ہو تو وہاں چلی جائے اور اگر وطن کم ہو تو وطن واپس آ جائے اور اگر دونوں کی دوری مسافت سفر کی برابر ہو تو اگر وہ مقام جہاں وہ ہے کوئی شہر یا امن کی جگہ ہو تو وہیں ٹھہر جائے اور عدت پوری کرے اور اگر امن کی جگہ نہ ہو تو امن کے مقام میں جو وہاں سے قریب تر ہو جا کر عدت پوری کرے عدت کے پورا کرنے کے بعد اگر حج کا زمانہ باقی ہو تو وہ حج کے لئے جا سکتی ہے اور اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق رجعی دی ہو تو اس کے شوہر کو چاہیئے کہ اس کو اپنے ہمراہ رکھے۔

حج کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا حج صحیح نہیں۔ بعد اسلام کے اسکو دوبارہ حج کرنا ہوگا
(۲) حج کے تمام فرائض کا بجالانا اور مفسدات سے بچنا۔
(۳) زمانہ حج میں حج کرنا اور اس کے ہر رکن کا اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا۔ مثلاً وقوف اپنے وقت میں، طواف اپنے وقت میں، حج کرنے کے مہینے [illegible] شوال، ذلیقعدہ اور ذی الحجہ کا پہلا عشرہ۔
(۴) مکان یعنی حج کے ہر رکن کا اسی مقام میں ادا کرنا جو اس کے لئے معین ہے

ع عدت اس زمانہ کو کہتے ہیں جو عورت کے لئے بعد طلاق کے یا شوہر کی وفات کے بعد شریعت کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے کہ اس مدت کے اندر وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

مثلاً۔ طواف کا مسجد حرام کے گرد ہونا وقوف عرفات کا عرفات میں ہونا وغیر ذلک۔
(۵) سمجھدار اور عاقل ہونا۔
(۶) جس سال احرام باندھا ہے اسی سال حج کرنا۔

حج کی فرضیت ساقط ہونے کی شرطیں

حج کی فرضیت کی پہلی سات شرطیں اور حج کے صحیح ہونیکی کل شرطیں جو مذکور ہوئیں ان کا پایا جانا بھی ضروری ہے اور ان کے علاوہ چار شرطیں اور ہیں۔
(۱) اسلام کا آخر عمر تک باقی رہنا اگر خدا نخواستہ درمیان میں مرتد ہو جائے (معاذ اللہ منہ) تو وہ پہلا حج کافی نہ ہوگا اور در صورت پائے جانے شرائط فرضیت کے دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔
(۲) بہ شرط قدرت بذات خود حج کرنا اگر باوجود قدرت کے دوسرے سے حج کرائے تو فرض ادا نہ ہوگا گو ثواب مل جائے گا۔
(۳) حج کا احرام باندھتے وقت نفل کی نیت نہ کرنا۔
(۴) حج کا احرام باندھتے وقت کسی دوسرے کی طرف سے نیت نہ کرنا۔

حج کا مسنون و مستحب طریقہ

اے ز گلت نازدہ سر حب دل ماندہ ز حبّ وطنت پا بہ گل
خیز کہ شد پردہ کش و پردہ ساز مطرب عشاق براہ حجاز
رو بہ حرم کن کہ دران خوش حریم ہست سیاہ پوش نگارے مقیم
صحن حرم روضۂ خلد بریں او بہ چنان صحن مربع نشین
قبلۂ خوبانِ عرب روئے او سجدۂ شوخانِ عجم سوئے او

جب کسی خوش نصیب صاحب اقبال پر رب العرش کی رحمت خاصہ کا نزول ہو اور حق تعالی اپنے فضل و کرم سے اس کو اس سعادت عظمٰی کی توفیق دے اور حج بیت اللہ

Marfat.com

کا مبارک ارادہ اس کے قابل قدر دل میں پیدا ہوا تو اس کو چاہیئے کہ استخارہ[1] کرکے کوئی تاریخ اس سفر مقدس کی تعین[2] کرے اور جہاں تک ممکن ہو ابرار و اخیار کے ہمراہی کی کوشش کرے اور اس امر کے لیے بھی استخارہ کرے اور اپنے ماں باپ سے اجازت حاصل کرے اور تمام اپنے احباب و اعزا سے رخصت ہو اور ان سے معافی طلب کرے اور جن جن لوگوں کے حقوق مانند قرض وغیرہ کے اس کے ذمہ ہوں انکو ادا کردے یا انسے اجازت لیلے جب چلنے لگے تو مسجد میں دو رکعت نماز سفر پڑھے اور کچھ صدقہ دے اور خدا کا شکر کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائے۔

زہے سعادت آن بندہ کہ کرد نزول　　گہے بہ بیتِ خدا و گہے بہ بیتِ رسول

کم از کم اپنے وطن سے ایسے وقت چلے کہ مکہ مکرمہ میں ذیحجہ کی ساتویں تاریخ سے پہلے پہونچ جائے تاکہ ساتویں تاریخ کا خطبہ سن سکے۔

جب میقات پر پہنچے تو احرام باندھ لے اگر مفرد ہو تو صرف حج کا اور قارن ہو تو حج و عمرہ دونوں کا متمتع ہو تو صرف عمرہ کا۔

احرام کے بعد تمام گناہوں[3] سے اور تمام ان باتوں سے جو حالت احرام میں ممنوع[4] ہیں پرہیز کرے اور احرام کے بعد فوراً اور نیز ہر صبح کو اور جب بلندی پر چڑھے یا نشیب میں اترے یا کسی سوار کو آتا ہوا دیکھے اور جب باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرے اور ہر نماز کے بعد غرض ہر حال میں کھڑے بیٹھے سوا حالت طواف کے بلند آواز سے تلبیہ کی کثرت کرے مگر اتنا نہ چلائے کہ تکلیف ہو اور جب مکہ مکرمہ قریب آجائے تو غسل کرے اور وہاں دن میں کسی وقت باب المعلیٰ سے داخل ہو اور سب سے پہلے

۱؎ استخارہ کا مسنون طریقہ اور اس کی دعا دوسری جلد میں دیکھو ۱۲۔

۲؎ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ پنجشنبہ کے دن روانہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے پنجشنبہ کے دن مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے ۱۲۔

۳؎ گناہ کا ارتکاب تو ہر حالت میں ممنوع ہے لیکن احرام کی حالت میں اس کا ارتکاب اور بھی زیادہ قبیح ہے۔

۴؎ حالت احرام میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان کا بیان آگے آئے گا۔

مسجد حرام کی زیارت کرے اور مسجد حرام میں باب السلام کی طرف سے شرف وصول حاصل کرے اور اس وقت اگر بدقسمتی سے خدانخواستہ حالت ذوق وشوق میں کچھ کمی ہو تو بہ تکلف[1] آثار شوق پیدا کرے اور نہایت خشوع خضوع کی حالت اپنے اوپر طاری کرے اور اس مقام مقدس کی جلالت وعظمت کا تصور ہر وقت دل میں رکھے اور تلبیہ کے ساتھ تہلیل[2] بھی کرتا رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے اور اس وقت جو شخص اس سے مزاحمت کرے اس کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آئے اور کعبہ کے جمال دلربا پر نظر پڑتے ہی جو کچھ دل چاہے اپنے پروردگار سے طلب[3] کرے پھر تکبیر وتہلیل کرتا ہوا حمد وصلوٰۃ پڑھتا ہوا حجر اسود کے مقابلہ میں آئے اور اس کا استلام کرے۔

آفاقی ہو تو طواف قدوم کرے طواف کرتے وقت اپنی چادر بصورت اضطباع اوڑھ لے، طواف اپنی داہنی طرف سے جو کعبۂ مکرمہ کے دروازہ سے قریب ہے شروع کرے، طواف میں حطیم کو بھی شامل کرے اور سات شوط کرے ہر شوط کا ختم حجر اسود کے مقابلہ میں اور ہر مرتبہ جب حجر اسود کے مقابلہ میں آئے تو اسکا استلام کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے، اور نیز ہر شوط میں رکن یمانی کا بھی استلام کرے، بعد اسکے دو رکعت نماز طواف بہ نیت واجب مقام ابراہیم علیہ السلام میں پڑھے وہاں نہ میسر ہو تو کعبہ شریفہ کے اندر جس جگہ چاہے نماز پڑھ لے، اس کے بعد ملتزم میں آئے اور

[1] زیادہ تکلف کی بھی ضرورت نہیں صرف یہ خیال کر لینا کافی ہے کہ یہ کون مقام مقدس ہے جسکی آرزو برسوں لوگوں کے دلوں میں رہتی ہے اور بڑی خوش قسمتی سے یہ دن نصیب ہوتا ہے علاوہ بریں اس عظیم الشان مجمع میں اکثر لوگ صاحب درد وذوق ہوں گے ان کی حالت پر نظر کرنا بھی بہت مفید ہوگا ۱۲۔

[2] تلبیہ کے ساتھ تہلیل کرنے میں علماء نے یہ حکمت لکھی ہے کہ اس سے توہم شرک دفع ہو جاتا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس مکان کی پرستش منظور ہے ۱۲۔

[3] علماء نے لکھا ہے کہ پندرہ مقامات ایسے ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے منجملہ ان کے کعبہ مکرمہ کے دیکھنے کے وقت اور زمزم کا پانی پیتے وقت اور ملتزم میں وغیر ذلک ۱۲۔

Marfat.com

زمزم کا پانی پیئے اور پھر حجر اسود کا استلام کر کے سعی کرے اور سعی میں صفا پر کھڑا ہو کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور تکبیر و تہلیل کرے درود پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے، پھر جب مروہ پر چڑھے تو اسی طرح کرے، یہاں تک کہ سات شوط پورے کرے، ہر شوط کی ابتدا صفا سے ہو اور انتہا مروہ پر اور ہر شوط میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑ کے چلے اور بہتر ہے کہ طواف قدوم کے بعد بحالت احرام مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے اور جتنے دن وہاں رہے روزانہ جسقدر چاہے طواف کرے طواف کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت چاہے کرے مگر ان طوافوں میں رمل اور ان کے بعد سعی نہ کرے۔

پھر ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو بعد ظہر کے امام خطبہ پڑھے اور اس میں حج کے مسائل بیان کرے، یہ خطبہ ظہر کی نماز کے بعد پڑھا جائے اور ایک خطبہ ہو، پھر ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو فجر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھ کر منیٰ جانے کی تیاری کرے اور ایسے وقت جائے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھے اور منیٰ میں قیام رکھے اور مسجد خیف کے قریب ٹھہرے۔

منیٰ میں نویں تاریخ کو فجر کی نماز اول وقت [illegible] جب آفتاب نکل آئے تو عرفات جائے اور وہاں [illegible] مسجد نمرہ میں جائے اور امام اس وقت مثل جمعہ کے دو خطبے پڑھے اور ان خطبوں کے درمیان جلسہ بھی کرے اور جس وقت امام منبر پر بیٹھے اس سے پہلے اذان دی جائے ان خطبوں میں حج کے مسائل بیان [illegible] کرے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے اذان صرف ایک مرتبہ دی جائے ہاں اقامت دونوں فرضوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ہو اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھی جائے [illegible]

لے زمزم کا پانی [illegible]
کھڑے ہو کر پینا [illegible]
پانی [illegible]

ایک وقت میں پڑھنے کی اسی شخص کو اجازت ہے جو محرم ہو اور امام کے ساتھ نماز پڑھے، نماز سے فارغ ہو کر پھر موقف چلا جائے، عرفات میں سوا بطن عرنہ کے جہاں چاہے وقوف کرے اور وقوف کے لئے زوال کے بعد غسل بھی کرے اور جبل رحمت کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر تہلیل تلبیہ کرتا ہوا ہاتھ پھیلا کر خوب دل سے دعا مانگے اور بہت گڑگڑائے اور اپنے اور اپنے والدین اور تمام اعزّہ کے لئے استغفار کرے اور اس وقت کو غنیمت سمجھے خصوصاً اگر آفاقی ہو کیونکہ اس کو یہ دن کہاں نصیب ہوتا ہے اور وقوف سواری پر افضل ہے ورنہ کھڑا رہنا بہ نسبت بیٹھے رہنے کے بہتر ہے اور امام اس کے بعد ایک خطبہ پڑھے اس میں حج کے مسائل بیان کرے یہ خطبہ نماز ظہر کے بعد پڑھا جائے، پھر جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام مع تمام لوگوں کے آہستگی کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور جب وسیع میدان مل جائے تو تیز روی بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو جبل قزح کے قریب اتریں اور آنے جانے والوں کے لئے راہ چھوڑ دیں، اور وہیں مغرب وعشا کی نماز ایک ساتھ پڑھیں، اذان بھی ایک ہی مرتبہ پڑھی جائے اور اقامت بھی ایک ہی مرتبہ اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھیں اور اگر کوئی شخص مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لے تو وہ درست نہ ہوگی بلکہ اس کو چاہیئے کہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے اس کا اعادہ کر لے۔

دسویں تاریخ کی رات بھر مزدلفہ میں ٹھیرے جب صبح ہو جائے تو فجر کی نماز سب لوگ اوّل وقت اندھیرے میں پڑھ لیں، پھر سب لوگ وہاں وقوف کریں، مزدلفہ میں سوا بطن محسّر کے جہاں چاہیں وقوف کر سکتے ہیں، اس وقوف کی حالت میں سب لوگ نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اپنے دینی ودنیوی مقاصد کے لیے خداوند عالم سے دعا کریں اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ یہ التجا کریں کہ اے پروردگار جس طرح تو نے ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول فرمائیں

اسی طرح اپنے فضل سے ہماری دعائیں بھی قبول فرما، آفتاب کے نکلنے سے کچھ پہلے وقوف ختم کردیں، پھر جب روشنی خوب پھیل جائے تو آفتاب نکلنے سے پہلے سب لوگ امام کے ہمراہ منیٰ واپس جائیں اور وہاں اتریں پھر جمرۃ العقبہ کے پاس آکر نشیب کی طرف سے اسکو رمی کریں سات کنکریاں ماری جائیں اور یہ کنکریاں یا تو مزدلفہ سے ہمراہ لیتے آئیں یا راستہ سے اٹھالیں جمرۃ العقبہ کے پاس سے نہ لیں رمی کے ابتداء ہی سے تلبیہ موقوف کردیں بعد اس کے قربانی کریں پھر اپنے سر کو منڈوا ڈالیں یا ایک انگل کتروا دیں، مرد کے لئے منڈوانا بہتر ہے اور عورت کو منڈوانا منع ہے اسکو کتروا دینا چاہئے اس کے بعد وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں سوا رفث کے جائز ہوجائینگی پھر منیٰ ہی میں نماز عید پڑھ کر اسی دن مکہ معظمہ جائے اور طواف زیارت کرے اس طواف میں رمل اور سعی دونوں نہ کرے، اور اگر اس سے پہلے طواف میں سعی نہ کی ہو تو اس طواف میں رمل اور سعی دونوں کرے طواف زیارت کرکے پھر منیٰ میں واپس آئے وہاں ٹھہرے طواف زیارت کے بعد رفث بھی جائز ہوجاتا ہے

گیارھویں تاریخ کو زوال کے بعد پیادہ پا تینوں جمروں کی رمی کرے جو مسجد خیف کے پاس ہے اس کو سات کنکریاں مارے ہر مرتبہ تکبیر کہتا جائے بعد اس کے وہیں ٹھہر کر حمد و صلوٰۃ پڑھکر جو کچھ چاہے دعا کرے اپنے اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے، پھر اسی طرح اس جمرہ کی رمی کرے جو پہلے جمرہ کے قریب ہے اور اس کے پاس بھی ٹھہر کر دعا کرے پھر سوار ہو کر جمرۃ العقبہ کی رمی کرے اور وہاں نہ ٹھہرے پھر رات بھر منیٰ میں رہے۔

بارھویں تاریخ کو تینوں جمروں کی بدستور سابق پھر رمی کرے اور اسی دن غروب آفتاب سے پہلے مکہ مکرمہ واپس چلا آئے اور راستہ میں تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترے پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کرنے لگے تو طواف وداع کرے اس طواف میں بھی رمل و سعی نہیں ہے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھکر زمزم کا مبارک پانی پیئے اور گھونٹ گھونٹ کرکے پیئے اور ہر مرتبہ کعبہ مکرمہ کی طرف دیکھ کر حسرت سے آدم د

Marfat.com

بھرے پھر اس مقدس چوکھٹ کو بوسہ دے جو بیت اللہ میں ہے اور اپنا منہ اور سینہ ملتزم پر رکھدے اور کعبۂ مکرمہ کے پردوں کو پکڑ کر دعا کرے اور روئے اگر خود بخود یہ حالت طاری نہ ہو تو اس مقدس سرزمین کے فراق کا تصور کرکے بہ تکلف اپنے اوپر حالت پیدا کرے پھر پچھلے پیروں واپس آئے یعنی کعبۂ شریفہ کی طرف پشت نہ کرے ، حج کے تمام افعال ختم ہو گئے ۔

عورت بھی اسی طرح حج کرے مگر بلند آواز سے تلبیہ نہ کرے اور میلین اخضرین کے درمیان میں سعی نہ کرے اور ازدحام کے وقت حجر اسود کا استلام نہ کرے اور رمی کے بعد اپنے بالوں کو نہ منڈوائے بلکہ ایک ایک انگل کترواڈالے ، یہ طریقہ مفرد کے حج کا ہے قارن بھی اسی طرح تمام افعال ادا کرے صرف فرق یہ ہے کہ وہ جب مکہ مکرمہ میں پہنچے تو سب سے پہلے عمرہ کا طواف کرے اسکے بعد طواف قدوم کرے عمرہ کا طواف اور طواف قدوم دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے سعی بھی ہر طواف کے بعد کرے پھر دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی رمی کرکے قربانی ضرور کرے اگر استطاعت نہ ہو تو تین روزے دسویں تاریخ سے پہلے اور سات روزے بعد ایام تشریق کے رکھے ۔ متمتع کو چاہیئے کہ وہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئے اور عمرہ کا طواف کرے اور اسی وقت تلبیہ موقوف کردے ، طواف کے بعد نماز طواف پڑھ کر سعی کرے اس طواف کے پہلے تین شوطوں میں رمل بھی کرے بعد اس کے اپنے سر کو منڈوا ڈالے یا بال کتروالے پھر چاہے تو احرام سے باہر ہو جائے چاہے نہ باہر ہو ۔ باہر ہو جائے گا تو حج کے احرام کے لیئے میقات جانا پڑے گا ، نہ باہر ہو گا اور مکہ میں رہے گا تو اس کی میقات حرم ہے ، الغرض اسی طواف کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھے اور بہتر ہے کہ آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے پھر مفرد کی طرح حج کے تمام ارکان بجالائے اور قارن کی طرح قربانی اسپر بھی ضروری ہے نہ کر سکے تو اس کے مانند دس روزے رکھے ۔

اور اگر متمتع اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو تو وہ عمرے کے طواف کے بعد قربانی کرے

Marfat.com

اس کے بعد حج کا احرام کرے اور پھر بدستور سابق حج کرے بعد اس کے دسویں تاریخ کو تحلیق یا تقصیر کرے تب وہ عمرہ اور حج دونوں کے احرام سے باہر ہو جائیگا اس سے پہلے عمرہ کے احرام سے بھی باہر نہیں ہو سکتا۔

حج کے فرائض

حج میں پانچ فرض ہیں۔

(۱) احرام، یہ حج کے لیے شرط بھی ہے اور رکن بھی ہے، اگر شرط نہ ہوتا تو زمانہ حج سے پیشتر احرام صحیح نہ ہوتا اور اگر رکن نہ ہوتا تو جس کو حج نہ ملے اس کو احرام پر قائم رہنا درست نہ ہوتا۔

(۲) وقوف عرفات، گو ایک منٹ ہی کے بقدر ہو اور خواہ دن میں ہو یا رات میں۔

(۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار شوط۔

(۴) ان فرائض میں ترتیب کا لحاظ یعنی احرام کو وقوف پر مقدم کرنا اور وقوف کو طواف زیارت پر مقدم کرنا۔

(۵) ہر فرض کو اسی کے مکان مخصوص میں ادا کرنا یعنی وقوف کا خاص عرفات میں اور طواف کا خاص مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ کے گرد ہونا۔

(۶) ہر فرض کا اسی خاص وقت میں ادا کرنا جو شریعت نے اس کے لیے مقرر کیے یعنی وقوف کا نویں ذیحجہ کی ظہر کے وقت سے دسویں تاریخ کی فجر سے پہلے ادا کرنا اور طواف کا اس کے بعد ادا کرنا۔

حج کے واجبات

حج میں چھ واجب ہیں (۱) وقوف مزدلفہ (۲) سعی (۳) رمی (۴) آفاقی کے لیے طواف قدوم (۵) حلق یا تقصیر (۶) قارن اور متمتع کو قربانی کرنا حج کے واجبات لوگوں نے پینتیس تک لکھے ہیں مگر درحقیقت وہ بلاواسطہ حج کے واجبات نہیں ہیں بلکہ ان کے

افعال کے ہیں کوئی احرام کا ہے اور کوئی طواف کا اور کوئی وقوف کا لہذا ہم نے ضرورت انھیں چھ واجبات پر اکتفا کی اور باقی واجبات کو ہم اسی فعل کے ضمن میں بیان کرینگے جس کا وہ واجب ہے۔

حج کے مسائل

حج میں بہت سے ارکان ہیں ہر رکن کے مسائل علیحدہ بیان کیئے جاتے ہیں تاکہ اُن کے معلوم کرنے میں آسانی رہے۔

احرام (۱) میقات سے بغیر احرام کے آگے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے گو مکہ معظمہ بغرض تجارت یا سیر ہی کیوں نہ جاتا ہو (۲) میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا واجب ہے۔ اور جو میقات سے پہلے باندھ لے بشرطیکہ اس کے آداب کی رعایت کر سکے تو افضل ہے (۳) احرام جس چیز کا باندھا جائے خواہ حج کا یا عمرہ کا اس احرام سے بغیر اس چیز کے پورا کیئے ہوے باہر ہو جانا جائز نہیں اگرچہ وہ فاسد بھی ہو جائے بخلاف نماز کے کہ اگر وہ فاسد ہو جائے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہاں اگر حج کا احرام کیا ہو اور حج کا زمانہ فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اسی طرح حج سے روک دیا جائے تو بھی ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہو جائے (۴) احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت موکدہ ہے نہ ہو سکے تو صرف وضو پر اکتفا کرے حیض و نفاس والی عورت اور نابالغ بچوں کے لیئے بھی غسل مسنون ہے اس غسل کے عوض میں تیمم مشروع نہیں کیونکہ یہ غسل صفائی کے لیئے ہے نہ طہارت کی غرض سے (۵) غسل سے پہلے ناخون کا کتروانا اور حجامت کا بنوانا اور بعد غسل کے سپید چادر اور تہبند کا پہننا اور خوشبو لگانا مستحب ہے (۶) احرام کا طریقہ یہ ہیکہ دو رکعت نماز بہ نیت نفل پڑھے[1] بشرطیکہ کوئی وقت مکروہ نہ ہو بعد اس کے مفرد اپنے دل میں صرف حج کا ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس ارادہ میں کامیابی کی دعا مانگے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ اے اللہ میں حج کا

---

[1] اور بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے ۱۲

ارادہ رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لیۓ آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما اور معتمر اپنے دل میں صرف عمرہ کی نیت کرے اور یوں دعا مانگے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ اے اللہ میں عمرہ کا رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لیۓ آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما اور قارن حج و عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ کرے اور یوں دعا مانگے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو ان دونوں کو میرے لیۓ آسان کر دے اور ان کو مجھ سے قبول فرما اور متمتع پہلے عمرہ کی نیت بطریق مذکور کرے بعد اسکے جب عمرہ کے افعال سے فراغت پاۓ تو حج کی نیت کرے، بعد ان تینوں کے تلبیہ کرے اور دل میں نیت حج یا عمرہ وغیرہ کی مضبوط رکھے، نیت کر کے تلبیہ کہتے ہی احرام بندھ جاتا ہے جس طرح نماز میں نیت کر کے تکبیر کہتے ہی تحریمہ بندھ جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص بعد نیت کے تلبیہ نہ کرے بلکہ مکہ مکرمہ کی طرف اونٹ قربانی کے لیۓ لیکر روانہ ہو جاۓ یا کسی اونٹ کی تقلید کر دے (خواہ وہ اونٹ کسی نفل قربانی کا ہو یا حرم میں کوئی شکار اس نے کیا ہو اس کے بدلہ کا ہو) اور اسکے ہمراہ حج کے ارادہ سے خود بھی روانہ ہو جاۓ یا اس کو پہلے روانہ کر دے اور بعد اس کے خود بھی چل دے کہ میقات سے پہلے اس سے جا کر مل جاۓ یا عمرہ یا قران کے لیۓ ہدی روانہ کرے اور پھر خود بہ نیت احرام روانہ ہو جاۓ تو یہ افعال قایم مقام تلبیہ کے ہو جائیں گے اور ان افعال کے کرتے ہی احرام بندھ جائیگا بشرطیکہ یہ سب افعال حج کے زمانہ میں ہوں، بخلاف اسکے اشعار اور تجلیل اور اونٹ کے سوا اور کسی جانور کی تقلید یا قربانی کا نہ بغرض عمرہ و قران کے روانہ کرنا اور پھر اس سے میقات کے پہلے نہ مل جانا قایم مقام تلبیہ کے نہیں اور ان افعال سے احرام نہ ہوگا۔

(۷) احرام کے صحیح ہونے کے لیۓ کسی رکن خاص کا نیت میں معین کرنا ضروری

؎ جس صورت میں کہ عمرہ یا قران کی قربانی روانہ کرے تو اس صورت میں خود لیکر جانا یا اس سے میقات کے پہلے جا کر مل جانا ضروری نہیں ۱۲ -

نہیں بلکہ اگر کسی رکن کی تعیین نہ کرے یعنی نیت میں نہ حج کی تخصیص کرے نہ عمرہ کی تب بھی احرام صحیح ہو جائے گا ہاں قبل شروع کرنے افعال کے اس کو معین کرنا ضروری[1] ہے اور نہ کرے گا اور افعال شروع کر دے گا تو وہ احرام عمرہ کے لیے معین ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص حج کی نیت کرے مگر اسمیں فرض یا نفل کی تخصیص نہ کرے تو وہ احرام حج فرض کا ہو جائے گا بشرطیکہ اس کے ذمہ حج فرض ہو اور اگر باوجود حج کے فرض ہونیکے نفل کی نیت کرلے گا تو وہ احرام نفل ہی کا ہو گا، اسیطرح اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو اور وہ اپنے حج میں کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت کرلے یا نذر کے حج کی نیت کرے تو جیسی نیت اس نے کی ہو گی ویسا ہی[2] ہو گا۔

(۸) احرام کی حالت میں ان افعال کا ارتکاب ممنوع ہے، رفث[1] کرنا، گناہ[3] کا ارتکاب[4]

سلہ یعنی ہدی کا روانہ کرنا یا اس کو لے کر جانا، اور یہ افعال قائم مقام تلبیہ کے اس سبب سے ہیں کہ جس طرح تلبیہ نسک یعنی حج یا عمرہ ہی کے وقت ہوتا ہے اسیطرح یہ افعال بھی نسک کیساتھ خاص ہیں بخلاف اشعار وغیرہ کے کہ وہ بسا اوقات اور کسی فائدہ کے لیے بھی کیئے جاتے ہیں مثلاً اشعار بغرض علاج اور تجلیل سردی سے محفوظ رکھنے کے لیئے بھی ہوتے ہیں ۱۲ -

سلہ چنانچہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس آئے ہیں تو انھوں نے یہی کہکر احرام باندھا ہے کہ جس نسک کیلیئے رسول خدا صلعم نے احرام باندھا ہے اس کے لیئے میں بھی احرام باندھتا ہوں ۔ (بحر الرائق)

سلہ یہ امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص کے اوپر حج فرض ہے وہ اگر حج نفل کی نیت کرے یا کسی دوسرے کی طرف سے تو وہ احرام حج فرض ہی کے لیئے ہوگا اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا، امام شافعی حج کو روزے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح رمضان کے مہینہ میں اگر نفل روزہ کی نیت کی جائے تب بھی فرض ہی ادا ہوتا ہے، اسی طرح حج کے زمانہ میں چاہے نفل کی نیت کرے تب بھی فرض ادا ہو گا، مگر یہ قیاس صحیح نہیں، حج کا وقت روزہ کے وقت کے مثل نہیں ہے بلکہ نماز کے وقت کے مثل ہے جیسا کہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے ۱۲ -

سلہ گناہ کا ارتکاب اگرچہ ہر حالت میں ممنوع ہے مگر حالت احرام میں اس کا صدور اور بھی زیادہ قبیح ہے جس طرح ریشمی لباس کا استعمال ہر حالت میں منع ہے مگر حالت نماز میں اس کا استعمال اور بھی زیادہ برا ہے ۔ (رد المحتار)

کسی سے[1] جھگڑا کرنا۔ جنگلی[2] جانور کا خود شکار کرنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا تاکہ کوئی دوسرا شخص شکار کرلے یا کسی قسم کے شکار میں[3] اعانت کرنا۔ سلے ہوئے کپڑے[4] کا پہننا[5] مثلاً کرتہ، پائجامہ، ٹوپی، عبا، قبا، موزوں[6] وغیرہ کے، ورس[7] یا زعفران یا کسم یا کسی اور خوشبودار چیز سے رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال کرنا، منہ[8] اور سر کا کسی چیز سے چھپانا، داڑھی اور سر کے بالوں کا خطمی سے دھونا، خوشبو[9] کا استعمال کرنا، تیل[10] کا استعمال کرنا، اپنے[11] جسم کے بالوں کا (خواہ وہ سر کے ہوں یا داڑھی کے یا اور کسی مقام کے) منڈوانا[12] یا کسی دوا کے ذریعہ سے ان کا اڑا دینا یا کتروانا یا اکھاڑ ڈالنا، یا جلا دینا، ناخنوں[13] کا کتروانا۔ ان باتوں کے علاوہ اور کسی بات کی ممانعت نہیں، نہانا[14]، سایہ میں آرام لینا

---

۱ اس سے مراد دنیاوی امور میں یا بلا ضرورت دینی امور میں جھگڑنا، لیکن اگر ضرورت سخت واقع ہو جائے اور دینی معاملہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر تو حج کی تکمیل کا باعث ہے (شامی)

۲ دریائی جانوروں کے شکار کی ممانعت نہیں گو وہ از قسم ماکولات نہ ہوں ۱۲۔

۳ کسی شخص کو شکار کے ذبح کرنے کے لئے چاقو وغیرہ دینا یا کوئی آلہ شکار کا مثل بندوق وغیرہ کے اس کے حوالہ کرنا اور شکار کا بھگانا یا اس کے پر وغیرہ کا توڑ ڈالنا یا اس کی خرید و فروخت کرنا اس کا گوشت کھانا یہ سب شکار کی اعانت میں داخل ہے، جوئیں اور مچھر وغیرہ کا بھی شمار جنگلی جانوروں میں ہے ان کا قتل بھی ناجائز ہے ان کے مرجانے کے لئے کپڑے کا دھوپ میں ڈالنا یا اس کا دھونا سب ممنوع ہے ۱۲

۴ اگر کوئی کپڑا اس طرح بنایا گیا ہو کہ خود بخود جسم پر قائم رہے مثل پائتابہ، بنیان وغیرہ کے وہ بھی سلے ہوئے کے حکم میں ہے ۱۲

۵ پہننے سے مراد وہ طریقہ استعمال ہے جو مروج ہو مثلاً کرتہ کا پہننا اس طرح معمول ہے کہ آستین میں ہاتھ ڈالے جاتے ہیں اور سر اس کے گریبان میں داخل کیا جاتا ہے اگر کوئی شخص کرتہ کو اپنی پشت پر ڈال لے اور اس کی آستینوں میں ہاتھ نہ داخل کرے نہ اس کے گریبان میں سر ڈالے تو ممنوع نہیں ۱۲

۶ ہاں اگر نعلین نہ ملیں تو موزوں کو کاٹ ڈالے تاکہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اس کے بعد انکو پہن سکتا ہے ۱۲

۷ ہاں اگر اس کو دھو ڈالے کہ اس کی خوشبو بالکل جاتی رہے تو اس کا پہننا جائز ہے

۸ خواہ پورا منہ چھپائے یا اس کا بعض حصہ ہاں کسی بدبو وغیرہ کی وجہ سے یا یونہی ناک پر ہاتھ رکھ لینا جائز ہے۔

۹ خوشبو کا بغیر استعمال کے بالاختیار سونگھنا بھی مکروہ ہے ۱۲ (شامی)

بشرطیکہ وہ چیز جس سے سایہ لے اس کے سر اور چہرہ میں نہ لگنے پائے۔ ہمیانی کا کمر میں باندھنا، ہتھیاروں کا کمر میں لگانا، اپنے پاس رکھنا، انگوٹھی وغیرہ پہننا، بے خوشبو سرمہ کا استعمال کرنا، ختنہ کرانا، فصد لینا، پچھنے لگوانا، بشرطیکہ بال نہ ٹوٹنے پائے دانت کا اکھڑوانا، اپنے بدن کا یا سر کا نرمی کے ساتھ کھجلانا کہ بال نہ ٹوٹنے پائیں نہ کوئی جوئیں وغیرہ گرنے پائیں، نکاح کرنا، غرض یہ تمام باتیں جائز ہیں۔

تلبیہ (۱) احرام کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ کرنا تو فرض ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ سنت ہے اور جس طرح نماز میں ہر انتقال کے وقت تکبیر مسنون ہے اسی طرح حج میں ہر نئی حالت کے بعد تلبیہ مسنون ہے مثلاً نماز پڑھنے کے بعد اور صبح شام کو اور نشیب و فراز میں اترتے چڑھتے وقت کسی سے ملاقات ہونیکے وقت۔

(۲) مستحب ہے کہ جب تلبیہ کرے تو تین مرتبہ اس کی تکرار کرے۔

(۳) تلبیہ بلند آواز سے کرنا مسنون ہے مگر نہ ایسی بلند آواز کہ اس سے مشقت ہو۔

(۴) تلبیہ کی عبارت جو اوپر لکھی گئی اس سے کم نہ کہنا چاہیئے، ہاں زیادہ رکھنے کا اختیار ہے۔

(۵) تلبیہ کرنے کی حالت میں سوا سلام کے جواب کے اور کوئی بات کرنا مکروہ ہے۔

(۶) تلبیہ کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

(۷) تلبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے۔

بقیہ حواشی صفحہ (۲۹) سلہ تیل کا اگرچہ اکثر مصنفین نے ذکر نہیں کیا لیکن وہ چونکہ تمام خوشبوؤں کی اصل ہے اسلئے وہ بھی خوشبو میں داخل ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے ۱۲ (بحر الرائق)

سلہ جس طرح اپنے بالوں کا منڈوانا منع ہے اسی طرح حالت احرام میں کسی دوسرے کے بالوں کا مونڈ دینا بھی ناجائز ہے اگرچہ وہ دوسرا محرم نہ ہو ۱۲۔

سلہ ہاں اگر کوئی ناخون ٹوٹ گیا ہو کہ آئیں نمو نہ ہوسکے تو اس کا کاٹ ڈالنا جائز ہے ۱۲۔

سلہ مگر مستحب ہے کہ نہانے میں بدن کا میل نہ صاف کیا جائے بلکہ حرارت کے دفع کرنے کے لیے نہائے کیونکہ حج میں نظافت اور لطافت مطلوب نہیں بلکہ پراگندگی اور شوریدہ سری مرغوب ہے ۱۲۔

طواف (۱) طواف میں بیس باتیں واجب ہیں کہ ان کے ترک کر دینے سے ایک قربانی کرنی پڑتی ہے، طواف[۱] کا حجر اسود سے شروع کرنا، ابتداء طواف کی اپنی داہنی جانب کرنا، اگر کوئی[۲] عذر نہ ہو تو پیادہ[۳] پا طواف کرنا، اگر بغیر عذر کے سوار ہو کر طواف کرے گا تو اس کا اعادہ اس پر ضروری ہوگا ہاں اگر نفل کا طواف ہو اور تھکا ہوا ہو تو سوار ہو کر کر سکتا ہے لیکن پھر بھی پیادہ پا کرنا افضل ہے، طواف کی حالت میں نجاست[۱] حکمیہ کے دونوں فردوں یعنی حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا، حالت طواف میں اپنے جسم عورت کا پوشیدہ رکھنا طواف[۲] کے باقی تین شوط کا پورا کرنا، سعی کی ابتداء صفا سے کرنا، سعی پیادہ پا کرنا بشرطیکہ کوئی معذوری نہ ہو، ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، رمی اور ذبح اور حلق میں ترتیب کا لحاظ رکھنا، یعنی پہلے رمی اس کے بعد ذبح اس کے بعد حلق ہاں جس کے اوپر ذبح واجب نہ ہو جیسے مفرد تو اس کو صرف رمی اور حلق کے درمیان میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، حلق کا ایک مقام خاص یعنی حرم کے اندر ہونا، مفرد اور قارن اور متمتع کے لئے ایک خاص زمانے یعنی ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں ان تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں ہونا، ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں تاریخوں میں کسی تاریخ میں طواف زیارت کا کرنا، طواف کا حطیم کے پیچھے سے ہونا تاکہ حطیم بھی طواف میں شامل ہو جائے، عرفات میں شب کے کسی جزء کے اندر وقوف کرنا، عرفات سے امام کے پیچھے روانہ ہونا، عرفات سے آتے وقت راستے میں مغرب کی نماز نہ پڑھنا بلکہ مزدلفہ پہنچنے تک اسمیں تاخیر کرنا، ہر دن کی رمی دوسرے دن پر نہ اٹھا رکھنا، سعی کا کم از کم بغیر چار شوط طواف کے کئے ہوئے نہ کرنا، ممنوعات احرام سے اجتناب کرنا، زیادہ تفصیل ان واجبات کی انشاء اللہ جنایات کے بیان میں ہوگی۔

(۲) اگر کوئی شخص طواف کرتے وقت شوطوں کا عدد بھول جائے یعنی یہ یاد نہ رہے کہ کے شوط کر چکا ہے تو اس کو اعادہ کرنا چاہیئے، ہاں اگر کوئی راست گو آدمی بتادے

---

[۱] نجاست حکمیہ کی تعریف اور حدث اصغر و اکبر کا بیان پہلی جلد میں ہو چکا ۱۲

[۲] طواف میں سات شوط ہیں اس میں چار فرض تین واجب ۱۲

تو اس کے قول پر عمل کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص بھولے سے سات شوط کے بعد ایک شوط اور زیادہ کر جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، ہاں اگر دیدہ و دانستہ کریگا تو اس کے بعد چھ شوط اور کرنے ہونگے تاکہ ایک طواف پورا ہو جائے کیونکہ نفل عبادت بھی شروع کرنیکے بعد لازم ہو جاتی ہے۔

(۴) طواف کرتے کرتے اگر جنازہ کی نماز یا پنجوقتی نماز پڑھنے یا وضو کرنے چلا جائے تو پھر جب لوٹ کر آئے تو وہیں سے شروع کردے جہاں سے باقی ہے نئے سرے سے طواف شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) طواف کی حالت میں کوئی چیز کھانا اور خرید و فروخت کرنا اور شعر پڑھنا اور بضرورت کلام کرنا مکروہ ہے۔

(۶) طواف کی حالت میں نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا مسنون ہے۔

(۷) جن اوقات میں نماز مکروہ ہے طواف مکروہ نہیں۔

(۸) طواف کے ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے خواہ علی الاتصال پڑھ لے یا کچھ دیر کے بعد مگر جب تک ان دو رکعتوں کو پڑھ نہ لے دوسرا طواف شروع نہ کرے کیونکہ دو طوافوں کا وصل کر دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (بحر الرائق)

رمل۔ (۱) طواف کے پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا مسنون ہے۔

(۲) رمل اسی طواف میں مسنون ہے جسکے بعد سعی ہو پس اگر کوئی شخص طواف قدوم کے بعد سعی نہ کرے بلکہ اس کا ارادہ طواف زیارت کے بعد سعی کرنیکا ہو تو اس کو چاہئے کہ طواف قدوم میں رمل نہ کرے بلکہ طواف زیارت میں اسی طرح جو شخص قارن ہو اور وہ عمرہ کے طواف میں رمل کر چکا ہو وہ حج کے طواف قدوم میں رمل نہ کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص پہلے شوط میں رمل کرنا بھول جائے تو وہ صرف دو شوطوں میں رمل کرے اور ان دو شوطوں میں جو سب کے بعد ہیں۔

(۴) اور اگر کوئی شخص پہلے تینوں شوطوں میں رمل کرنا بھول جائے تو اب وہ رمل بالکل موقوف کر دے۔

Marfat.com

(۵) اگر کوئی شخص طواف کے ساتوں شوطوں میں رمل کر جائے تو اس پر کوئی جنایت نہیں
ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ مخالفت سنت کی وجہ سے کراہت تنزیہی آجائے گی۔
(۶) اگر ازدہام کی وجہ سے رمل دشوار ہو تو تھوڑی دیر توقف کرے کہ ازدحام کچھ کم ہو جائے اور
اگر کعبہ سے کچھ فاصلہ پر جا کر رمل کر سکے تو بہتر ہے کہ فاصلہ پر جا کر رمل کے ساتھ طواف کرے۔

استلام (۱) ہر شوط کی ابتدا پر اور طواف کے ختم ہو جانے پر حجر اسود کا استلام مسنون
ہے اور رکن یمانی کا مستحب۔
(۲) حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کعبۂ مکرمہ کے کسی اور رکن کا استلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔
(۳) حجر اسود کے استلام میں صرف منہ کا اس پر رکھ دینا مسنون ہے بوسہ کی آواز نکالنا نہ چاہئے جیسا کہ دکھلاوے
(۴) اگر ممکن ہو تو حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مسنون ہے۔
(۵) حجر اسود کا استلام اسی وقت مسنون ہے جبکہ اور کسی کو تکلیف نہ ہو ازدحام کے وقت
لوگوں کو ہٹانا اور ان کو ایذا دیکر اندر جانا اور استلام کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ ازدحام کے وقت
یہ چاہیئے کہ کسی لاٹھی سے حجر اسود کو مس کر کے اس لاٹھی کا بوسہ دے لے یہ بھی ممکن نہ ہو
تو حجر اسود کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور
ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف کر کے ان کو بوسہ دے لے۔

سعی (۱) طواف کے بعد صفا مروہ کے درمیان میں سعی واجب ہے۔ طواف سے پہلے جائز نہیں
(۲) سعی کے ساتوں شوط واجب ہیں کوئی بھی فرض نہیں۔
(۳) طواف کے بعد علی الاتصال سعی کرنا مسنون ہے واجب نہیں، اور سعی کی حالت
میں نجاست حکمیہ سے طاہر ہونا بھی مسنون ہے اور صفا و مروہ پر چڑھنا اور ان کے بعد
کے افعال بھی مسنون ہیں۔
(۴) سعی میں پیادہ رہنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔
(۵) پورے حج میں صرف ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیئے چاہے طواف قدوم کے بعد کر لے
چاہے طواف زیارت کے بعد بعض فقہا نے لکھا ہے کہ طواف زیارت کے بعد بہتر ہے

وقوف (۱) آٹھویں تاریخ کو کسی وقت منیٰ جانا مسنون ہے اور مستحب ہے کہ اسی تاریخ

آفتاب کے جائے اور نماز ظہر کی وہیں پڑھے اور رات کو وہیں سو رہے۔

(۲) نویں تاریخ کو بعد طلوع آفتاب کے عرفات جائے اور وہاں وقوف کرے وقوف میں صرف عرفات کے اندر پہنچ جانا ضروری ہے نیت کرنا یا کھڑا رہنا کچھ ضروری نہیں۔

(۳) وقوف مزدلفہ کے لیئے پیادہ پا داخل ہونا مسنون ہے یعنی جب مزدلفہ قریب آجائے تو سواری سے اتر پڑے اور مزدلفہ کی حد کے اندر پیادہ پا جائے۔

(۹ مزدلفہ میں وقتاً فوقتاً تکبیر، تہلیل اور تحمید مستحب ہے (۱۱) مزدلفہ میں ایک رات شب باشی کرنا مسنون ہے (۱۲) وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے، اگر طلوع فجر سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد وقوف کیا جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں۔

رمی (۱) رمی واجب ہے (۲) رمی کا مسنون طریقہ یہ ہیکہ کنکری کو انگلی کی نوک سے پکڑ کر پھینکیں (۳) واجب ہے کہ سات کنکریاں سات دفعہ کر کے ماری جائیں اگر کوئی شخص ایک ہی مرتبہ میں سات کنکریاں مار دے تو یہ ایک ہی رمی سمجھی جائے گی۔

(۴) پہلے مرتبہ یعنی ذیحجہ کی دسویں تاریخ کو صرف جمرۃ العقبہ کی رمی کیجائے پھر گیارہویں بارہویں تاریخوں میں تینوں جمروں کی رمی کرے مگر تیرہویں تاریخ کی رمی کچھ ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے، اگر بارہویں تاریخ کو منیٰ سے کوچ نہ کیا ہو تو بہتر ہے کہ کرلے۔

(۵) رمی تمام ان چیزوں سے جائز ہے جو از قسم زمین ہوں جنسے تیمم جائز ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مٹھی بھر خاک پھینکدے تب بھی رمی ہو جائیگی لکڑی اور عنبر و مشک اور جواہرات وغیرہ سے جائز نہیں (۶) کنکری اگر جمرہ پر جاکر نہ لگے بلکہ کسی آدمی یا جانور پر پڑ جائے تب بھی درست ہے بشرطیکہ جمرہ کے قریب جاکر پڑ جائے اور قصداً ایسا نہ کرے۔

(۷) نشیب میں کھڑے ہو کر رمی کرنا مسنون ہے اونچے مقام سے مکروہ ہے۔

(۸) ہر رمی کیساتھ ساتھ تکبیر کہنا مسنون ہے (۹) کنکری مارنے اور جمرہ کے درمیان میں تقریباً پانچ گز کا فصل ہونا چاہیئے (۱۰) رمی کے لیئے جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ سے ہمراہ لیتا آئے (۱۱) یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک پتھر

حاشیہ صفحہ (۳۵) پر ملاحظہ فرمایئے۔

کو توڑ کر سات کنکریاں بنائے (۱۲) سات مرتبہ سے زیادہ رمی کرنا بھی مکروہ ہے۔ (۱۳) جو کنکری کہ بالیقین نجس ہو اس سے بھی رمی کرنا مکروہ ہے (۱۴) دسویں تاریخ کی رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک رہتا ہے، اگرچہ غروب تک جائز ہے اور بعد غروب کے فجر تک مکروہ وقت ہے اور باقی تاریخوں کی رمی کا مسنون وقت زوال کے بعد سے غروب تک ہے، ہاں تیرہویں تاریخ کی رمی کا وقت فجر سے شروع ہو جاتا ہے لیکن نہ وقت مسنون بلکہ وقت جائز (۱۵) دسویں تاریخ کی رمی شروع کرتے ہی تلبیہ موقوف کر دینا چاہیئے (۱۶) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد قربانی اور حلق یا تقصیر کرکے طواف زیارت کے لیئے مکہ مکرمہ جانا چاہیئے اور وہاں طواف زیارت کرکے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ کر اسی دن پھر منیٰ میں واپس آجائے، کیونکہ دوسرے دن رمی کرنا ہوگی اور رمی کے لیئے ایک شب منیٰ میں شب باشی کرنی مسنون ہے (۱۷) سوا تیرہویں تاریخ کے جس تاریخ کی رمی رہ جائے تو اس دن کے بعد جو شب آئے اس میں وہ رمی ادا ہو سکتی ہے اور قضا نہ سمجھی جائے گی ہاں مخالفت سنت کے سبب سے کراہت ضرور ہوگی، اور تیرہویں تاریخ کی رمی اگر رہ جائے تو وہ ہر حال میں قضا ہی سمجھی جائے گی کیونکہ اس دن کے بعد جو شب آئے گی وہ اسمیں

حاشیہ از صفحہ (۳۴) جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا اس سبب سے مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں پڑی رہجاتی ہیں، جو مردود ہوتی ہیں اور جس قدر کنکریاں مقبول ہو جاتی ہیں وہ وہاں سے اٹھ جاتی ہیں، فرشتے اٹھا لیجاتے ہیں، چنانچہ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ کنکریاں جن سے ہم ہر سال رمی کرتے ہیں ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے فرمایا کہ جسقدر ان میں سے مقبول ہو جاتی ہیں وہ اٹھالی جاتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ان کے ڈھیر پہاڑوں کے برابر دیکھتے ۱۲۔

عہ اور اگر اس کی نجاست بالیقین نہ ہو تو اس کو دھو ڈالنا مستحب ہے، ([illegible] ابراہیم)

عہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں جاکر پڑھے جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے مگر سنن [illegible] میں نبی صلعم سے منقول ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی تھی صاحب فتح القدیر نے [illegible] کو ترجیح دی ہے ۱۲

نہیں ادا کی جا سکتی۔

(۱۸) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد اس ترتیب سے رمی کرنا مسنون ہے پہلے اس جمرہ کی جو مسجد خیف سے قریب ہے پھر اسکی جو اس سے قریب ہے پھر جمرۃ العقبہ کی۔

(۱۹) پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد بقدر قرأۃ سورۂ فاتحہ کے کھڑا رہنا اور تحمید تہلیل اور تکبیر اور درود پڑھنے میں مصروف ہونا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون ہے۔

(۲۰) پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی تو پیادہ پا افضل ہے اور جمرۃ العقبہ کی سوار ہو کر۔

(۲۱) رمی سے فراغت کر کے جب مکہ مکرمہ آنے لگے تو تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترنا مسنون ہے۔

حلق و تقصیر

(۱) دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد حلق یا تقصیر واجب ہے، مرد کے لئے حلق افضل ہے اور عورت کو تقصیر چاہئے

(۲) تقصیر میں صرف چوتھائی سر کے بال سے بقدر ایک انگل کے کتوا دینا کافی ہے اور پورے سر کے بالوں سے ایک ایک انگل کتروادے تو اولی ہے۔

(۳) جو شخص گنجا ہو اس کے سر میں زخم ہوں تو صرف استرہ کا سر پر پھیر دالینا اس کے لئے ضروری ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص نورہ وغیرہ یعنی کسی تیزاب سے بال اڑا دے تو یہ بھی کافی ہے۔

(۵) حلق یا تقصیر کے بعد آدمی احرام سے باہر ہو جاتا ہے جیسے نماز میں سلام کے بعد تحریمہ سے باہر ہو جاتا ہے، یعنی جو جو اشیا حالت احرام میں ممنوع تھیں اب جائز ہو جاتی ہیں، سوا عورتوں کے کہ وہ بعد[1] طواف زیارت کے حلال ہوتی ہیں۔

[1] عورتوں کا حلال ہونا بھی حلق یا تقصیر ہی کے سبب سے ہوتا ہے نہ کہ طواف زیارت کے سبب سے۔ حلق و تقصیر کا اثر عورتوں کی حلت کے بارہ میں کعبے کے طواف زیارت کے بعد ظاہر ہوتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

عُمرہ

(۱) عمر بھر میں ایک بار سنت مؤکدہ ہے (۲) عمرہ کے لیے کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں جیسے کہ حج کے لیے ہے بلکہ جس وقت چاہے کر سکتا ہے۔ ہاں رمضان میں اس کا کرنا مستحب[1] اور نویں ذیحجہ کو اور اس کے بعد چار دن تک جدید[2] احرام سے عمرہ کرنا مکروہ ہے (۳) عمرہ کا حال بالکل حج کے مثل ہے وہی طریقہ احرام کا وہی فرائض وہی واجبات وہی محرمات وہی مفسدات سوا ان چند امور کے: عمرہ کے لیے وقت مقرر نہیں، عمرہ میں طواف قدوم و طواف وداع نہیں، عمرہ میں مزدلفہ اور عرفات کا وقوف نہیں اور نہ رمی ہے، عمرہ میں نہ کوئی خطبہ ہے اور نہ دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا، عمرہ کے فاسد کرنے سے یا حالت جنابت میں عمرہ کا طواف کر لینے سے اونٹ یا گائے کی قربانی واجب نہیں ہوتی بلکہ ایک بکری کی قربانی کافی ہے عمرہ کی میقات تمام لوگوں کے لیے حل ہے۔

قِران

(۱) قران افراد اور تمتع دونوں سے افضل ہے، قران کا طریقہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں (۲) قران میں پہلے عمرہ کا طواف کرنا واجب ہے (۳) قارن کو عمرہ طواف حج کے مہینوں میں کرنا ضروری ہے، اگر کل شوط زمانہ حج میں نہ ہوں تو اکثر ضرور ہوں (۴) عمرہ کی سعی کے بعد حلق تقصیر ممنوع ہے (۵) مسنون ہے کہ قارن عمرہ کے تمام افعال سے فراغت کر کے حج کے افعال کرے اگر کوئی قارن عمرہ کا طواف اور حج کا طواف قدوم ایک ساتھ

---

[1] اہل مکہ ماہ رجب میں عمرہ کیا کرتے ہیں لیکن رمضان میں عمرہ کا مستحب ہونے کی وجہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ادب فی رجب میں یہ لکھی ہے کہ ابن زبیر نے رمضان میں کیا تھا اور سب کو حکم دیا تھا ... کا فعل بھی حجت ہے۔ [2] جدید احرام کی قید اس لیے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا احرام پہلے سے کیا ہے تو ان دنوں میں اس کے ادا کرنے کی ممانعت نہیں مثلاً کوئی شخص قارن ہو اور حج اس سے فوت ہو گیا ہو تو اس کو اس زمانہ میں عمرہ کر لینا ... [3] بات حج کے کہ اس کی میقات اہل مکہ کے لیے حرم ہے۔

کرلے بعد اسکے ایک ہی ساتھ دونوں کی سعی کرے تو جائز ہے لیکن خلاف سنت ہونے کے سبب سے گنہگار ہوگا (۶) قارن پر دسویں تاریخ کی رمی کے بعد قران کے شکریہ میں ایک قربانی واجب ہے، اگر قربانی میسّر نہ ہو تو اس کے بدلہ میں دس روزے رکھنا واجب ہیں، تین دسویں تاریخ سے پہلے اور سات ایام تشریق کے بعد (۷) اگر کوئی قارن عمرہ کے پورے یا اکثر طواف سے پہلے عرفات میں وقوف کرے تو اسکا عمرہ باطل ہو جائیگا اور اس باطل کرنیکے سبب سے ایک قربانی اسکو کرنی پڑیگی اور اس عمرہ کی ایام تشریق کے بعد قضا بھی اسپر ضروری ہوگی اور اب وہ قارن نہ رہیگا بلکہ مفرد ہو جائے گا لہذا قران کے شکریہ میں جو قربانی واجب ہوتی تھی وہ اس پر واجب نہ ہوگی۔

تمتع

(۱) تمتع افراد سے افضل ہے، تمتع کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ اپنے ہمراہ ہدی لائے دوسرے یہ کہ ہدی نہ لائے، پہلی قسم دوسری سے افضل ہے، تمتع کا طریقہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں (۲) تمتع کے صحیح ہونیکے لئے آٹھ شرطیں ہیں، عمرہ کا پورا طواف[۱] یا اس کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں ہو، اگر کسی شخص نے رمضان میں عمرہ کا احرام باندھ کر صرف تین شوط اس کے طواف کے کئے ہوں اور چار شوط شوال میں کرے تب بھی اس کا تمتع صحیح ہوگا، عمرہ[۲] کا احرام حج سے پہلے کرے، حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا کرلے، عمرہ[۳] کا اور حج کا فاسد نہ کرنا، عمرہ[۴] اور حج کے احرام کے درمیان میں المام نہ کرے، عمرہ اور حج دونوں کا طواف ایک ہی سال میں ادا کرے

---

[۱] اگر کسی وجہ سے کوئی شخص دسویں تاریخ سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے تو پھر اس پر قربانی ضروری ہو جائیگی اب کوئی اسکا بدل اس کے لئے نہیں ہو سکتا، بہتر یہ ہے کہ یہ روزے اور نیز وہ سات روزے جو بعد ایام تشریق کے رکھے جائیں پے در پے رکھے جائیں بشرطیکہ ضعف کا خیال نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ پہلے روزے اس طرح رکھے جائیں کہ آخری روزہ نویں تاریخ کو پڑے ۱۲ [۲] المام کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے افعال ادا کرنیکے بعد اپنے گھر واپس چلا جائے اور پھر مکہ لوٹنے کی کوئی شرعی ضرورت اسکو نہو، شرعی[۳] بقیہ حاشیہ برصفحہ ۴۹

اگر کوئی شخص ایک سال عمرہ کا طواف کرے اور دوسرے سال حج کا تو وہ متمتع نہ کہلائیگا اگرچہ اس نے احرام بھی نہ کیا ہو اور دوسرے سال تک احرام سے بھی باہر نہ ہوا، مکی الوطن نہ ہو، جب حج کے مہینے شروع ہوں تو وہ مکہ میں غیر محرم نہ ہو اور نہ ایسا محرم ہو کہ عمرہ کا اکثر طواف زمانہ حج سے پہلے کر چکا ہو. ہاں اگر کوئی شخص عمرہ کا طواف زمانہ حج سے پہلے کرکے اپنے وطن چلا گیا ہو پھر دوبارہ آکر اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) متمتع اگر ہدی نہ لایا ہو تو عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کرالے اور احرام سے باہر ہو جائے اس کے بعد حج کے لیے جدید احرام باندھے اور بہتر تو یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھ لے نہ ہو سکے تو آٹھویں کو بھی اگر نویں کو باندھے تب بھی جائز ہے اور اگر اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو تو پھر دسویں تاریخ سے پہلے احرام سے باہر نہ ہو، دسویں تاریخ کو ہدی کی قربانی کرکے احرام سے باہر ہو اور حج کا احرام باندھے اور اسکی میقات اب وہی ہے جو اہل مکہ کی ہے یعنی حرم۔

(۴) متمتع کو طواف قدوم کرنا مسنون نہیں اور طواف زیارت میں اس کو رمل کرنا چاہیے

(۵) قارن کی طرح متمتع پر بھی قربانی واجب ہے. نہ میسر ہو تو اسی طرح دس روزے رکھنا چاہییں. تمتع اور قران اہل مکہ اور تمام ان لوگوں کے لیے جو داخل میقات رہتے ہوں مکروہ تحریمی ہے تمتع تو بالکل صحیح ہی نہیں اور قران صحیح تو ہے مگر کراہت تحریمیہ کے ساتھ زیادہ تحقیق و تفصیل اس مسئلہ کی ردالمحتار میں ہے۔

عورتوں کے حج و عمرہ کا بھی یہی طریقہ ہے صرف ان چند باتوں میں فرق ہے

(۱) احرام کی حالت میں وہ اپنے سر کو بند رکھیں اور صرف منہ کو کھلا رکھیں اور منہ کے کھلا رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز اس پر نہ ڈالیں جو اس سے مس کرے

بقیہ حاشیہ از صفحہ (۳۸) عہ ضرورت کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ ہدی اپنے ہمراہ لایا ہو، ہدی کی صورت میں دسویں تاریخ سے پہلے احرام کے باہر ہونا جائز نہیں لہذا اسکو پھر واپس آنا چاہیے، دوسری صورت یہ کہ بغیر حلق و تقصیر کے چلا گیا ہو، حلق کا خاص حرم کے اندر ہونا ضروری ہے اس لیے اس کو پھر واپس آنا پڑے گا۔

Marfat.com

بلکہ خود پر لکڑی وغیرہ کی تیلیاں رکھکر اوپر سے کپڑے ڈال لیں تا کہ کپڑا منھ سے ہٹا ہوا رہے (۲) حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا اور موزے اور زیور پہننا انکو ممنوع نہیں (۳) تلبیہ بلند آواز سے نہ کریں بلکہ آہستہ آواز سے (۴) طواف کے وقت اضطباع نہ کریں (۵) طواف میں رمل نہ کریں (۶) میلین اخضرین کے درمیان دوڑیں نہیں (۷) حلق نہ کرائیں بلکہ بالوں کا چوتھائی حصہ کتروا دیں، سب بالوں کا چوتھائی کتروا دیں تو بہتر ہے ورنہ چوتھائی سر کے بالوں کی چوتھائی تو ضرور ہی کتروا دیں (۸) اژدحام اور مجمع کے وقت حجر اسود کا استلام نہ کریں (۹) اگر عورت کو حیض یا نفاس ہو جائے تو وہ سوا طواف اور سعی کے تمام افعال حج کے بجا لائے صرف طواف اور سعی نہ کرے کیونکہ طواف میں مسجد کے اندر داخل ہونا پڑتا ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو مسجد کے اندر داخل ہونا ممنوع ہے، رہ گئی سعی سو وہ طواف کی تابع ہے جب طواف نہ کیا تو سعی بھی نہ کرے پھر اگر تیرہویں تاریخ تک اس کو اپنے حیض سے ایسے وقت طہارت حاصل ہو جائے کہ چار شوط طواف کے کر سکتی ہے تو فوراً بعد غسل کے طواف زیارت کرے اگر تاخیر کریگی تو ایک بدنہ کی قربانی اسپر واجب ہو جائیگی ہاں اگر تیرہویں تاریخ کو بھی پاک نہ ہو تو پھر طواف زیارت کی تاخیر سے اس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے ۔

جنایتوں کا بیان

جنایت کے معنی لغت میں برا کام کرنا ۔ اور اصطلاح شریعت میں فعل حرام کا ارتکاب خواہ مال سے تعلق رکھتا ہو مثل اس کے کہ کسی کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی جائے یا جسم سے تعلق رکھتا ہو مثل ترک نماز اور شراب خواری وغیرہ کے مگر فقہا کی اصطلاح میں

لے عورت کے لیے اجنبی لوگوں سے منھ کا چھپانا ضروری ہے نہایہ میں اسکو واجب لکھا ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبیوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا منع ہے اور ایسا ہی فتاوی قاضیخاں میں بھی ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر وہاں کوئی اجنبی نہ ہو تو منھ کا چھپانا مستحب ہے اور اگر کوئی اجنبی ہو تو منھ کا چھپانا واجب ہے ۱۲ ۔

Marfat.com

جنایت خاص اسی فعل حرام کو کہتے ہیں جو جسم سے تعلق رکھتا ہو۔
لیکن حج کے بیان میں جنایت سے مراد وہ فعل حرام ہے جسکی حرمت احرام کے سبب سے ہو یا حرم کے سبب سے، اب پہلے ہم اُن جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جو احرام کے سبب سے ہیں، اس کے بعد ان جنایتوں کو بیان کرینگے جو حرم کے سبب سے ہیں۔

احرام کی جنایتیں

ان میں بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے صرف ایک قربانی واجب ہوتی ہے بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں، بعض ایسی ہیں کہ جن سے صرف صدقہ واجب ہوتا ہے، پھر کسی سے تو نصف صاع گیہوں، کسی سے اس سے بھی کم اور بعض ایسی ہیں کہ ان سے ایک خاص چیز کی قیمت کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے لہذا ہم ہر ایک کی تفصیل علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں (ایک قربانی کی جنایتیں) (۱) خوشبو کا استعمال کرنا۔ اگر خوشبو زیادہ ہے تو بہر حال ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر کم ہے تو اس میں یہ شرط ہے کہ پورے ایک عضو میں جو بہت چھوٹا نہ ہو مثل کان ناک وغیرہ کے خوشبو کا استعمال کرے جیسے ہاتھ پیر سر وغیرہ اگر خوشبو کم ہو اور پورے ایک بڑے عضو میں نہ لگائی گئی ہو بلکہ آدھے عضو میں مثلاً کسی [illegible] میں تو قربانی واجب نہ ہوگی، اگر کوئی شخص کسی خوشبودار چیز کو کھا کر [illegible] تو اسپر بھی قربانی واجب ہوگی بشرطیکہ وہ خوشبو خالص ہو کسی دوسری چیز کی [illegible] اس میں نہ ہو اور اگر خوشبو کسی دوسری چیز میں ملا دی گئی ہو اور وہ چیز [illegible] کی ہو جیسے حلوہ یا شربت وغیرہ تو اگر وہ پکی ہوئی شے ہے تو کسی حالت میں اس کو خوشبو کا حکم نہ دیا جائے گا خواہ خوشبو غالب ہو یا مغلوب، اور اگر وہ پکی ہوئی نہیں ہے تو کھانے کی چیز میں اس کے غلبہ[1] کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر خوشبو غالب ہے

[1] اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ غلبہ معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے بعض تو کہتے ہیں کہ اگر خوشبو [illegible] ویسی ہی خوشبو آئے جیسی اس خالص خوشبو میں تھی تو سمجھا جائیگا کہ خوشبو غالب ہے ورنہ [illegible] سمجھا جائیگا [illegible] لحاظ کیا جائے اگر خوشبو کی مقدار زیادہ ہے تو وہ غالب سمجھی جائے گی ورنہ مغلوب، [illegible] ترجیح دی ہے۔

Marfat.com

تو اس کو خوشبو کا حکم دیا جائے گا نہیں تو نہیں اور پینے کی چیزیں خواہ خوشبو غالب ہو یا نہیں بہر حال اس کو خوشبو کا حکم دیا جائیگا ہاں اتنا فرق ہے کہ اگر غالب ہو گی تو قربانی واجب ہو گی اور غالب نہ ہو گی تو صدقہ واجب ہو گا، غالب نہ ہونے کی صورت میں اگر کئی بار پیئے گا تب بھی قربانی واجب نہ ہو گی، اور اگر وہ چیز جسمیں خوشبو ملائی گئی ہے نہ کھانے کی ہو نہ پینے کی بلکہ ایسی چیز ہو جو بدن میں لگائی جاتی ہے مثل صابن، موم، روغن وغیرہ کے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ صابن ہے یا موم یا روغن ہے تب اسمیں صدقہ واجب ہو گا اور اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ خوشبو ہے تو قربانی واجب ہو گی۔

اگر ایک ہی مجلس میں پورے بدن پر خوشبو لگائے تو ایک ہی قربانی واجب ہو گی اور اگر مختلف مجالس میں پورے بدن پر لگائے تو جے مرتبہ خوشبو لگائے گا ہر مرتبہ کے عوض میں ایک قربانی واجب ہو گی ہاں جس مرتبہ کی خوشبو کم ہو گی اور پورے ایک عضو میں نہ لگائی گئی ہو گی اس کے عوض میں قربانی واجب نہ ہو گی۔

اگر کسی نے خوشبو لگانیکے بعد قربانی کر لی مگر اس خوشبو کو جسم سے زائل نہیں کیا تو پھر دوسری قربانی واجب ہو گی، خوشبو دار لباس کے استعمال سے بھی قربانی واجب ہوتی ہے مگر جب پورے ایک دن اسکو پہنے رہے اور خوشبو زیادہ ہو یا ایک بالشت مربع میں لگی ہو خوشبو کا استعمال ہر حالت میں قربانی کو واجب کرتا ہے گو بطور دوا کے استعمال کیجائے اور خوشبو دار چیز کا مثل پھول عطر وغیرہ کے استعمال کرنا مکروہ ہے۔

(۲) رقیق مہندی کا استعمال خواہ سر میں لگائے یا داڑھی میں یا ہاتھ پیر وغیرہ میں۔

(۳) روغن زیتون یا روغن کنجد کا لگانا، ان دونوں تیلوں کے کھانے سے یا دوائہً استعمال کرنے سے کوئی جنایت نہیں ہوتی۔

۱ے یہ اس خوشبو کا حکم ہے جو بعد احرام کے لگائی گئی ہو ورنہ اگر قبل احرام کے لگائی گئی ہو اور اس کا اثر جسم پر بعد احرام کے باقی رہ جائے تو کچھ جنایت نہیں ۱۲ ۲ے رقیق مہندی کے استعمال کی قید اس لئے ہے کہ اگر مہندی گاڑھی ہو گی تو اس سے دو قربانیاں واجب ہوں گی جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا ۱۲۔

(۴) سلے ہوئے کپڑے کا موافق رواج اور عادت کے استعمال کرنا۔ اس میں یہ شرط ہے کہ پورے ایک دن یا پوری ایک رات اس کو پہنے رہے اس سے کم میں قربانی واجب نہ ہوگی، بلکہ صدقہ۔ ایک کپڑا سلا ہوا پہنے یا کئی ہر حال میں قربانی واجب ہوگی، اگر کوئی شخص ایک دن رات سے زیادہ پہنے تب بھی ایک ہی قربانی واجب ہوگی خواہ درمیان درمیان میں اتار بھی ڈالا کرے ہاں اگر ایک مرتبہ پہن کر اتار رے اور اتارتے وقت یہ نیت کرے کہ میں اب نہ پہنوں گا تو پھر دوبارہ پہننے سے دوسری قربانی واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک مرتبہ پہنکر اس کا کفارہ دیدے اور بعد اس کفارہ کے اتار کر دوبارہ پہنے یا اتارے ہی نہیں تو پھر دوسری قربانی واجب ہوگی۔

اگر کسی ضرورت سے سلا ہوا کپڑا پہنا تھا اور جب اس ضرورت کے زائل ہو جانے کا یقین یا گمان غالب ہو گیا تب بھی اس کو پہنے رہا تو دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ اسی طرح جس ضرورت سے پہنا تھا وہ ضرورت جاتی رہے اور معاً دوسری ضرورت پیدا ہو جائے تب بھی دوسری قربانی واجب ہوگی۔

(۵) سر کا یا منھ کا ڈھانکنا کسی ایسی چیز سے کہ عادتاً اس سے ڈھانکنے کا رواج ہو۔ مثل رومال۔ ٹوپی۔ چھتری وغیرہ کے۔ بخلاف اسکے اگر کوئی شخص طشت سے یا اور کسی شے سے جس سے ڈھانکنے کا دستور نہ ہو اپنے سر کو ڈھانک لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

چوتھائی سر یا چوتھائی منھ کا ڈھانکنا مثل پورے ڈھانکنے کے ہے اس میں بھی یہ شرط ہے کہ ایک دن یا رات ڈھانکے رہے جیسا کہ سلے ہوئے کپڑے میں بیان ہو چکا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی ضرورت سے سر یا منھ کو ڈھانکے یا کوئی سلا ہوا کپڑا پہنے تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی اور جب اس کو معلوم ہو جائے کہ اب ضرورت جاتی رہی اس کے بعد پھر بھی وہ ڈھانکے رہے یا اس لباس کو پہنے رہے تو دوسری قربانی اس پر واجب ہوگی۔

لہ پس اگر کوئی شخص کرتہ کو اس طرح پہنے کہ آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے صرف گریبان میں سر ڈالے تو کچھ جنایت نہیں ۱۲

Marfat.com

(۶) سر یا ڈاڑھی کے بالوں کا دور کرنا خواہ منڈوا کر یا کسی اور طریقہ سے مثل دوا وغیرہ کے چوتھائی سر اور چوتھائی ڈاڑھی کا بھی وہی حکم ہے جو پورے سر اور پوری ڈاڑھی کا ہے۔

(۷) پوری ایک بغل یا زیر ناف یا گردن کے بالوں کا دور کرنا۔

(۸) ہاتھوں یا پیروں کے ناخونوں کا کتروانا۔ اگر ہاتھ اور پیر دونوں کے ناخون ایک ہی مجلس میں کتروائے جائیں تو ایک ہی قربانی واجب ہو گی اور اگر علیحدہ علیحدہ مجلسوں میں کتروائے تو دو قربانیاں واجب ہوں گی اور ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخونوں کے کتروانے کا بھی وہی حکم ہے جو دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کے ناخونوں کے کتروانے کا ہے۔

(۹) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا کر پچھنے لگوانا۔

(۱۰) طواف کا بحالت جنابت کرنا خواہ کوئی طواف ہو فرق یہ ہے کہ طواف زیارت کے بحالت جنابت ادا کرنے میں ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہو گی اور اس کے سوا اور کسی طواف میں صرف ایک بکری یا بھیڑ۔

(۱۱) طواف زیارت کا حدث اصغر کی حالت میں کرنا۔

(۱۲) عمرہ کا طواف جنابت یا حدث اصغر کی حالت میں کرنا خواہ پورا طواف اس حالت میں کرے یا صرف ایک ہی شوط، اسی طرح عمرہ کے طواف کا کوئی ایک شوط ترک کر دینا۔

(۱۳) غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چل دینا اور اسکے حدود سے باہر جانا۔ اگر کوئی شخص غروب آفتاب کے بعد چلا جائے تو اسپر کچھ جنایت نہیں، اگرچہ امام ابھی نہ چلا ہو، اسی طرح جو شخص غروب آفتاب سے پہلے چلدے اسپر قربانی واجب ہے اگرچہ امام کے ہمراہ ہو، اور اگرچہ اسکی سواری بغیر اس کی تحریک کے بھاگ نکلے۔

(۱۴) طواف زیارت کے ایک یا دو یا تین شوطوں کا ترک کر دینا اگر تین سے زیادہ چھوڑ دے گا تو پھر قربانی سے اسکی تلافی نہیں ہو سکتی بلکہ اس طواف کا اعادہ اس پر ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا تو جماع کے حق میں ہمیشہ محروم رہے گا اور جب جماع کیا کریگا ایک قربانی واجب ہوا کرے گی بشرطیکہ یہ تعدد جماع کا مجالس متعددہ میں ہو۔ ایک ہی مجلس میں کئی بار جماع کرنے سے ایک ہی قربانی واجب ہو گی، ہاں اگر پہلے جماع سے

نیت احرام کے توڑنے کی کر لی ہو اور مسئلہ[1] سے ناواقف ہو تو پھر ایک ہی قربانی واجب ہوگی اگرچہ مجالس بھی متعدد ہو جائیں (درمختار - ردالمختار)

(۱۵) طواف وداع کے کل شوط یا چار شوطوں کا ترک کر دینا۔ اگر کوئی شخص بغیر طواف وداع کئے ہوئے مکہ سے چل دیا لیکن ابھی میقات سے باہر نہیں ہوا تو اس پر واجب ہے کہ لوٹ آئے اور طواف وداع کرے اور اگر میقات سے باہر نکل گیا ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے لوٹ کر طواف وداع کرے اور چاہے اس کے بدلے قربانی کر دے۔ لوٹنے کی صورت میں یہ چاہئے کہ عمرہ کا احرام[2] باندھ کر لوٹے۔ طواف وداع میں اس تاخیر سے کوئی جنایت نہ ہوگی کیونکہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔

(۱۶) سعی کے کل شوطوں یا اکثر شوطوں کو ترک کر دینا۔

(۱۷) سعی میں بلا عذر سوار ہو جانا۔

ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی شخص پھر سعی کا اعادہ کرے گو یہ اعادہ بعد احرام سے باہر ہو جانے اور منافی احرام افعال کے ارتکاب کے بعد کیوں نہ ہو تو قربانی واجب نہ ہوگی۔ (بحر الرائق)

(۱۸) وقوف مزدلفہ کا ترک کر دینا۔

---

[1] مسئلہ یہ ہے کہ احرام توڑنے کی نیت سے یا بغیر اس نیت کے اگر کوئی شخص خلاف احرام افعال کا [illegible] تو اس سے احرام نہیں ٹوٹتا بلکہ جنایت ہوتی ہے [illegible] فاسد ہو جائے ہاں اگر عذر شرعی لاحق ہو گیا ہے [illegible] ہیں البتہ احرام کے مخالف افعال [illegible] انشاء اللہ [illegible] فرق [illegible] صرف ایک ہی کفارہ دینا پڑے گا۔

[2] عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹنے کا حکم اس [illegible] اور معلوم ہو چکا ہے کہ میقات سے بغیر احرام باندھے داخل ہونا [illegible]

(۱۹) رمی[1] کا بالکل ترک کر دینا یا کسی ایک دن کی پوری رمی کا ترک کر دینا یا کسی دن کی رمی[2] کے اکثر حصّہ کا ترک کر دینا مثلاً سات کنکری کی جگہ تین کنکری مارے۔

(۲۰) حرم سے باہر حلق یا تقصیر کرانا۔

(۲۱) حج مفرد کے حلق یا تقصیر میں یا طواف زیارت میں دسویں ذیحجہ سے تاخیر کریں۔

(۲۲) عورت کا بوسہ لینا یا مباشرت فاحشہ کرنا یا بشہوت اس کو مس کرنا یا اسی کے مثل کوئی اور فعل کرنا خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور اسی طرح استمنا[3] اور جماع بہیمہ بھی موجب جنایت ہے مگر ان دونوں میں انزال شرط ہے۔

(۲۳) وقوف عرفات کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کرنا۔ اسمیں اسقدر تفصیل ہے کہ اگر یہ جماع حلق یا تقصیر سے پہلے ہوا ہے تو ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی اور بعد حلق کے بکری یا بھیڑ کی۔

(۲۴) جن مناسک میں کہ ترتیب واجب ہے ان کی ترتیب بدل دینا۔

(۲۵) قارن[4] کا ذبح سے پہلے یا رمی سے پہلے حلق کرا لینا۔

---

[1] رمی کا ترک جب ہی سمجھا جائیگا جب چودھویں تاریخ کو آفتاب غروب ہو جائے اور اس نے رمی نہ کی ہو کیونکہ چودھویں تاریخ کی تمام تک رمی کا زمانہ باقی ہے ایک دن کی چھوٹی ہوئی رمی دوسرے دن ادا کر سکتا ہے۔ ہاں بعد چودھویں تاریخ کے پھر رمی کا زمانہ باقی نہیں رہتا ۱۲

[2] مثلاً دسویں تاریخ کو سات رمی ہیں وہ بھی صرف جمرہ عقبہ کی تو اسمیں سے چار ترک کر دے اور باقی دنوں میں ہر دن اکیس اکیس رمی ہیں تو ان میں سے مثلاً گیارہ رمی ترک کر دے خواہ یہ گیارہ رمی جو ترک کی گئی ہیں کچھ کچھ تینوں جمرہ کی ہوں یعنی چار ایک کے چار دوسرے کی تین تیسرے کی یا کسی جمرہ کی پوری ہوں اور کسی کی بعض، بہر صورت ایک قربانی واجب ہو گی ۱۲۔

[3] استمنا، جلق لگانا۔ جماع بہیمہ جانور سے فعل بد کرنا ۱۲۔

[4] اس صورت میں قارن پر دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں مگر ایک تو قران کے شکریہ کی ہے لہذا اس کا ذکر یہاں بیکار ہے اوپر ہو چکا ہے۔ دوسری جنایت کے سبب سے ہے اسی کا یہاں ذکر کیا گیا۔ صاحب ہدایہ نے دونوں قربانیاں جنایت کے سبب سے قرار دی ہیں اس پر لوگوں نے ان کی تغلیط کی ہے پھر صاحب بحرالرائق وغیرہ نے ان کی عبارت کی توجیہ بھی کی ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۲۶) بعد حج کرنے کے بغیر حلق کرائے حرم سے باہر چلا جانا اور پھر بارہویں ذی الحجہ کے بعد لوٹنا۔ اگر حرم سے باہر جاکر بارہویں تاریخ کے اندر اندر پھر حرم میں آکر حلق کرالیا تو کچھ جنایت نہیں۔

دو قربانی کی جنایتیں

(۱) گاڑھی منہدی کا یا اور کسی قسم کی کسی خوشبو دار چیز کا سر میں لگانا۔ بشرطیکہ وہ چیز گاڑھی ہو اور پورے سر میں یا چوتھائی سر میں لگائی جائے اور یہ قدر ایک دن رات کے لگی رہے، ایک قربانی تو بسبب استعمال خوشبو کے اور دوسری بسبب سر ڈھانکنے کے مگر یہ مرد کا حکم ہے عورت پر ایک ہی قربانی ہوگی خوشبو کے استعمال کے سبب سے سر ڈھانکنا تو اس کے حق میں جنایت ہی نہیں۔

(۲) قارن[1] کی وہ جنایتیں جنکے کرنے سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوتی ہے۔

(۳) جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو اسکی وہ جنایتیں جنکے کرنے سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوتی ہے، جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی نہ لایا ہو وہ اگر عمرہ کے افعال ادا کرنیکے بعد عمرہ کے احرام سے باہر نہ ہو جائے تو اسپر بھی ہر ایسی جنایت کے کرنے سے دو قربانیاں واجب ہوں گی۔

اُن جنایتوں کا بیان ہو چکا جن سے قربانی واجب ہوتی ہے ابتداء یا ... ہے کہ جہاں قربانی کا لفظ بغیر کسی جانور کی تخصیص کے استعمال کیا گیا ہے وہاں بکری بھیڑ مراد ہے اور اگر گائے یا اونٹ کا ساتواں[2] حصہ اس کے عوض میں دیا جائے تب بھی کافی ہے

---

[1] قارن پر اور نیز متمتع مذکور پر دو قربانیاں اس سبب سے ہوتی ہیں کہ وہ دو احرام میں مقید ہے ایک تو عمرہ کا دوسرے حج کا ایک جنایت کے ارتکاب سے اس نے دو احراموں کے خلاف کیا گویا دو جنایتیں کیں اسی سبب سے جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی نہیں لایا اگر بغیر عمرہ کے احرام سے باہر ہوئے حج کا احرام باندھ لے تو اسپر بھی دو قربانیاں واجب کی گئی ہیں ۱۲

[2] صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ اس جگہ قائم مقام ایک بکری کے نہیں ہو سکتا مگر محققین نے ان کے اس قول کو قبول نہیں کیا اور خود انھوں نے بھی باب الہدی میں جاکر اسکے خلاف لکھ دیا ہے ۱۲۔

Marfat.com

بشرطیکہ جتنے لوگ اس گائے یا اونٹ میں شریک ہوں سب کی نیت بغرض ثواب ذبح کرنے کی ہو اگر کوئی شریک اپنے کھانیکے واسطے یا گوشت بیچنے کیلئے ذبح کرنا چاہے تو پھر کافی نہ ہوگی اور جہاں جانور کی تخصیص کر دی گئی ہے وہی خاص مراد ہے، اور تخصیص جانور کی صرف دو جگہ کی گئی ہے ایک تو نمبر (۱۰) میں دوسری نمبر (۲۳) میں اور صرف انھیں دونوں مقامات میں پوری گائے یا اونٹ کی قربانی ہے اور کہیں نہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان تمام قربانیوں میں وہ سب شرطیں ملحوظ ہیں جو عید الضحیٰ کی قربانی میں ہیں مثل عمر کی ایک خاص مقدار اور معائب سے سالم ہونے وغیرہ کے۔

اب ہم ان جنایتوں کا بیان کرتے ہیں جن کے ارتکاب سے **صدقہ** دینا پڑتا ہے، یہ بات ذہن نشین رہے کہ جہاں کوئی خاص مقدار صدقہ کی نہ بتائی جائے وہاں ایک مقدار صدقۂ فطر کی مراد ہے یعنی نصف صاع گیہوں وغیرہ۔ اور صدقات کی مقدار میں یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب کسی وجہ سے انکی قیمت قربانی کے برابر ہو جائے خواہ صدقات کے متعدد ہونیکے سبب سے یا قربانی کے ارزاں ہونیکی وجہ سے تو صدقہ کی مقدار واجب میں سے اسقدر کم کر دینا چاہیئے کہ باقی مقدار کی قیمت قربانی سے کم رہ جائے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

اب وہ جنایتیں شروع ہوتی ہیں جنسے صدقہ واجب ہوتا ہے (۱) قلیل مقدار کی خوشبو کا ایک عضو سے کم میں استعمال کرنا، اور اسی طرح قلیل مقدار کی خوشبو کا کسی لباس کے ایک بالشت مربع سے کم میں رنگ کر اس لباس کو استعمال کرنا اگرچہ پورے ایک دن یا ایک رات کے بقدر استعمال کرے یا خوشبو قلیل نہ ہو بلکہ کثیر ہو یا پورے ایک بالشت مربع میں لگی ہو مگر ایک دن یا ایک رات سے کم اس لباس کا استعمال کرے۔

(۲) ایک دن یا ایک رات سے کم اپنے سر کا ڈھانکنا یا سلا ہوا کپڑا پہننا۔ اس میں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر ایک گھنٹہ سے کم سر ڈھانکا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو صرف ایک مٹھی

لہ خوشبو کی قلت و کثرت پہچاننے کا فقہا نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ عام طور پر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ کم ہے تو کم سمجھنا چاہیئے اور اگر لوگ کہیں بہت ہے جیسے ایک چلو عرق گلاب یا ایک مٹھی مشک تو سمجھنا چاہیئے کہ بہت ہے اور کھانے کی چیزوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر منہ کے اکثر حصہ میں لگ جائے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ۱۲۔

آٹا دینا ہوگا اور جو پورا ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ تک ڈھانکے یا پہنے رہا تو نصف صاع۔
(۳) مونچھ کا منڈوانا یا سر داڑھی کے چوتھائی حصہ سے کم کا منڈوانا یا گردن کے کسی حصہ کا منڈوانا بشرطیکہ تین بالوں سے زیادہ ہوں اگر صرف تین بال ہوں تو ہر بال کے عوض میں ایک مٹھی آٹا۔ (فتاویٰ قاضیخاں)

اگر کوئی شخص گنجا ہو یا اس کے سر کے بال پہلے ہی سے گر گیا اور کسی وجہ سے کم ہو گئے ہوں حتیٰ کہ بقدر چوتھائی سر کے نہوں تو وہ اگر پورا سر منڈوالیگا تب بھی صدقہ واجب ہوگا اسی طرح اگر کسی کی داڑھی میں بہت ہی کم بال ہوں کہ چوتھائی کی حد کو نہ پہنچیں تو اسپر پوری داڑھی منڈوا دینے میں بھی صدقہ واجب ہوگا (ردالمحتار)
(۴) پانچ ناخونوں سے کم کا ترشوانا یا پانچ سے زیادہ کا مگر متفرق طور پر یعنی ہر عضو کے چار چار ناخونوں کا، ہر ناخون کے عوض میں ایک صدقہ واجب ہوگا۔
(۵) طواف قدوم یا طواف وداع یا اور کسی نفل طواف کا بے وضو ادا کرنا، ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔
(۶) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال بغرض پچھنے لگانے کے منڈوانا مگر پھر کسی وجہ سے پچھنے نہ لگوانا۔
(۷) طواف قدوم یا طواف وداع یا سعی کے تین یا تین سے کم شوطوں کا ترک کرنا ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔
(۸) ایک دن جس قدر رمی واجب ہیں ان میں سے نصف سے کم کا ترک کر دینا، مثلاً دسویں تاریخ کو صرف جمرۃ العقبہ کی سات رمی واجب ہیں ان میں سے تین ترک کردے یا اور تاریخوں میں سب جمروں کی ملا کر اکیس رمی واجب ہیں ان میں سے دس ترک کردے ہر کنکری کے عوض میں ایک صدقہ۔
(۹) کسی دوسرے شخص کا سر یا گردن مونڈ دینا یا اس کے ناخون کاٹ دینا۔ خواہ یہ دوسرا شخص محرم ہو یا غیر محرم۔
اُن جنایتوں کا بھی بیان ہو چکا جن کے ارتکاب سے صدقہ دینا پڑتا ہے لہٰذا اب چند

Marfat.com

باتیں اسی کے متعلق اور ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہیئے وہ یہ ہیں۔

اگر کوئی واجب ترک کیا جاتا ہے تو اگر بے عذر ترک کیا گیا ہے تو قربانی کرنی ہوگی اور بعذر ترک کرنے میں کچھ نہیں نہ قربانی نہ صدقہ۔

اگر ممنوعات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب بلا عذر کیا جائے تو کہیں قربانی واجب ہوتی ہے کہیں صدقہ جیسا کہ گذشتہ بیان سے واضح ہو چکا اور کسی عذر سے ارتکاب کیا جائے تو اگر اس کے بے عذر ارتکاب سے قربانی واجب ہوتی تھی تو اب اختیار دیا جائیگا چاہے قربانی کرے چاہے قربانی کے بدلے چھ[1] مسکینوں کو ایک ایک مقدار صدقہ فطر کی دیدے چاہے تین روزے رکھ لے جہاں چاہے رکھے اور جس وقت چاہے رکھے اور اگر اس کے بے عذر ارتکاب سے صدقہ واجب ہوتا تھا تو اب اختیار دیا جائے گا چاہے صدقہ دیدے اور چاہے ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔

عذر کی مثالیں۔ بخار[2]، سردی[3]، زخم[4]، درد سر[5] جوئیں[6] وغیرہ۔ عذر کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت رہے نہ یہ ضروری ہے کہ اس سے خوف مرجانے کا ہو بلکہ صرف تکلیف اور مشقت کا ہونا کافی ہے، خطا اور نسیان اور بیہوشی اور مجبوری[7] ہوتا

---

[1] افضل یہ ہے کہ یہ مسکین مکہ کے رہنے والے ہوں، ان مسکینوں کا چھ ہونا ضروری ہے اگر کوئی شخص چھ مقدار صدقۂ فطر کی تین یا چار مسکینوں کو دیدے تو کافی نہیں ۱۲۔

[2] مثلاً کسی کو بخار چڑھا اور اس نے سر ڈھانک لیا یا کوئی سلا ہوا کپڑا پہن لیا ۱۲۔

[3] مثلاً کسی کو سردی بہت معلوم ہوئی اور اس نے کوئی سلا ہوا کپڑا پہن لیا، بے سیا ہوا گرم کپڑا کوئی اس کے پاس نہ تھا ۱۲۔

[4] مثلاً زخم پر پھاہا وغیرہ رکھنے کے لیئے بال اس مقام کے منڈوائے یا کوئی خوشبودار مرہم اس مقام پر رکھا

[5] مثلاً درد سر کے دفع کرنیکے لیے کوئی خوشبودار ضماد استعمال کیا ۱۲

[6] جوئیں سر میں پڑ گئیں اور اس ضرورت سے اس نے بال منڈوڈالے ۱۲

[7] مثلاً کسی محرم سے کسی نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کیئے ڈالتا ہوں نہیں تو تو اپنا سر منڈوا لے

یا یہ خوشبو دار لباس پہن لے ۱۲۔

اور سونا[1] اور مفلسی[2] کا شمار عذر میں نہیں ہے بلکہ ان حالتوں جو جنایت صادر ہوگی اسکا کفارہ ضرور دینا ہوگا ہاں آخرت کا گناہ اس کے ذمہ نہ ہوگا۔

مفسد حج وعمرہ

وقوف عرفات سے پہلے جماع یا لواطت کا مرتکب ہونا حج کو فاسد کر دیتا ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہیں، جماع و لواطت میں یہ شرط ہے کہ اس کیفیت[3] سے واقع ہو کہ جس سے غسل واجب ہوجاتا ہے۔ بھولے سے ہوجائے یا مجبوری سے سونے کی حالت میں یا کسی نابالغ بچہ سے اس کا وقوع ہو یا مجنوں سے بہرحال حج فاسد ہوجائے گی عورت[4] اگر کسی جانور کا خاص حصہ اپنے خاص حصہ میں داخل کرلے یا کسی جانور یا آدمی کا خاص حصہ کو اپنے خاص حصہ میں داخل کرے تب بھی اسکا حج فاسد ہوجائیگا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حج اگر فاسد ہوجائے تب بھی ... سکا..

---

[1] مثلاً کسی محرم نے سونے کی حالت میں اپنا سر چادر میں ڈھانک لیا یا اور کوئی فعل کیا۔

[2] مفلسی سے مراد یہ ہے کہ کسی سے کوئی جنایت صادر ہوئی اور اس کی وجہ سے اسپر قربانی یا صدقہ واجب ہوا اور اس کے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے جو وہ قربانی کر سکے یا صدقہ دے سکے تو وہ شخص معذور نہ سمجھا جائے گا اسپر جو قربانی یا صدقہ واجب ہوا تھا واجب رہیگا ہاں یہ اس کو اختیار ہے کہ جب اس کو مقدور ہو تب کفارہ ادا کرے اور اگر مرتے دم تک اتنی مقدرت حاصل نہ ہوئی تو امید ہے کہ حق تعالیٰ اس سے درگذر فرمائے ۱۲۔

[3] اس کیفیت کا بیان مفصل پہلی جلد میں ہو چکا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ مرد کے خاص حصہ کا سر بقدر اس کے کسی کے خاص حصہ میں یا مشترک حصہ میں داخل ہوجائے اور عورت بہت صغیر سن نہ ہو اور مرد اپنے خاص حصہ پر ایسا کپڑا وغیرہ نہ لپیٹے جو جسم کی حرارت محسوس ہونیکو مانع ہو ۱۲۔

[4] عورت کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مرد اگر جانور کے ساتھ یہ فعل کرے تو اس کا یہ فعل ... نہ ہوگا کیونکہ جنایت کامل نہیں ہوئی بخلاف عورتوں کے کہ ان میں بوجہ زیادتی شہوت ... میں بھی جنایت کامل ہوجائے گی ۱۲۔

بعد پورا کرنیکے ایک قربانی کرنا بھی ضروری ہے، ایک قربانی جب ہی واجب ہوگی کہ ایک مرتبہ جماع کیا جائے یا کئی بار یا کئی عورتوں سے کیا جائے مگر مجلس ایک ہی ہو اگر مجالس متعدد ہوں گی تو بہ قدر انکی تعداد کے قربانیاں[1] بھی ہوں گی (بحر الرائق)

اس فاسد شدہ حج میں بھی تمام وہی رعایتیں ضروری ہیں جو صحیح حج میں کرنا پڑتی ہیں، پس اگر کسی ممنوع احرام کا ارتکاب کرے گا تو اس کا کفارہ دینا پڑے گا۔

اس فاسد حج کی قضا علی الفور واجب ہے یعنی سال آیندہ میں اسکی قضا کرے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے، حج اگرچہ نفل ہو تب بھی اسکی قضا کرنی پڑیگی کیونکہ ہر عبادت گو وہ نفل ہو بعد شروع کرنیکے لازم و واجب ہو جاتی ہے ہاں نابالغ بچہ اور مجنوں پر اس حج کی قضا واجب نہیں۔ (در المختار)

عمرہ میں طواف کے چار شوط سے پہلے جماع ولواطت مفسد ہے، بعد چار شوط کے نہیں عمرہ فاسد ہو جائے تو اس کو بھی پورا کرے اور ایک قربانی کرے اور اسکی قضا کرے۔

شکار کی جزا

کسی جنگلی[2] شکار[3] کے قتل کرنے یا اس کے قتل میں اعانت کرنے سے جزا لازم

---

[1] ہاں اگر دوسرے جماع سے اس حج فاسد کے توڑنے کی نیت کرے اور مسئلہ نہ جانتا ہو تو پھر دوسرے جماع کے بعد جسقدر جماع ہوں گے ان میں کفارہ واجب نہ ہوگا جیسا کہ سابق میں گذر چکا ۱۲۔

[2] جنگلی ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کا توالد تناسل خشکی میں ہوا ہو گو ان کی بود و باش پانی میں ہو جیسے بطا اور مرغابی وغیرہ یہ سب جنگلی جانور ہیں کیونکہ ان کے انڈے بچے خشکی میں ہوتے ہیں، جو جانور جنگلی نہ ہو بلکہ دریائی ہو اس کا شکار حالت احرام میں بھی جائز ہے خواہ اس کا کھانا جائز ہو یا نہیں ۱۲۔

[3] شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اصل خلقت میں وحشی ہو خواہ کسی وجہ سے مانوس ہو گیا ہو جیسے ہرن کہ پالنے سے مانوس ہو جاتا ہے مگر چونکہ وہ دراصل وحشی ہے اس لیے شکار کہلائیگا، فقہانے کبوتر کو وحشی الاصل قرار دیا ہے، جو جانور وحشی الاصل نہ ہو اس کا قتل کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے علیم ۔ باقی حاشیہ بر صفحہ (۵۳)

ہوتی ہے، جزاء سے مراد وہ قیمت[1] ہے جو دو معتبر آدمی اس شکار کی تجویز کریں اور قیمت اس
مقام کے اعتبار سے ہو جہاں وہ شکار مارا گیا ہے یا اس کے قریب ترین مقام کے اعتبار سے
کیونکہ ایک چیز کی قیمت مختلف مقامات کے اعتبار سے بدل جاتی ہے اور نیز اس زمانہ
کے اعتبار سے وہ قیمت ہو جس زمانہ میں وہ شکار مارا گیا ہے کیونکہ مختلف اوقات میں
ایک چیز کی قیمت مختلف ہو جاتی ہے۔

اس قیمت سے اس کو اختیار ہے کہ کوئی جانور قربانی کا مول لیکر حرم [illegible]

باقی حاشیہ از صفحہ (۵۲) اور جزا واجب نہیں ہوتی جیسے بکری گائے اونٹ مرغی وغیرہ۔ گائے بیل
اگر چھوٹ کر آوارہ ہو گئے ہوں اور ان میں وحشت آگئی ہو تب بھی وہ شکار نہ سمجھے جائیں گے۔۱۲

[2] قتل میں تعمیم ہے چاہے قتل کا ارتکاب اپنے ہاتھوں سے کرے چاہے باعث قتل ہو جائے دونوں
صورتوں میں جزا دینا لازم ہی ہوگی فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں ارادہ اور نیت شرط نہیں
حتی کہ اگر کوئی شخص کسی شکار پر گر پڑے اور وہ اس کے گرنے سے مر جائے یا سوتے میں اس کا ہاتھ
کسی شکار پر پڑ جائے اور وہ مر جائے تو جزا لازم ہوگی اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مانوس جانور پر تیر یا
گولی چلائے اور وہ کسی شکار کے لگ جائے تب بھی جزا لازم ہوگی، اور دوسری صورت
میں ارادہ اور قصد شرط ہے لہذا اگر کوئی شخص کنواں کھودے اور اس میں اگر کوئی [illegible]
تو دیکھا جائے گا کہ اس نے کنواں کس غرض سے کھودا ہے، اگر شکار کے گرنے [illegible]
کے لئے کھودا ہے تب تو اس پر جزا واجب ہوگی اور اگر محض پانی کے لئے کھودا ہے تو جزا واجب
نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی شخص نے شکاری کتے کو کسی مانوس جانور کے پکڑنے کے لئے چھوڑا اور اس نے جاکر
شکار کو پکڑ لیا تو جزا واجب نہ ہوگی علی ہذا، اگر کسی شخص نے کسی کوٹھری کو بند کیا اور اس کے اندر کوئی پرندہ
بند ہو گیا اور پیاس وغیرہ کے سبب سے مر گیا تو دیکھا جائیگا کہ بند کرنے والے کو اس پرندے کے وہاں ہونے کا علم تھا
یا نہیں اگر تھا تو جزا واجب ہوگی ورنہ نہیں۔۱۲

[1] یہ امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے۔ امام محمد کے نزدیک جن جانوروں کا شکار ہوتا ہے ان کے
قتل کرنے سے انکے مثل جانوروں کا قربانی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً ہرن کو مارے تو بکری [illegible]
گورخر کو مارے تو گائے وعلیٰ ہذا اور یہی امام شافعی کا بھی قول ہے ۱۲ (بحر الرائق، رد المحتار)

اور وہ وہاں ذبح کر دیا جائے یا اس قیمت سے گیہوں وغیرہ مول لیکر ہر فقیر کو ایک مقدار صدقۂ فطر کی تقسیم کر دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ہر مسکین کے کھانیکے عوض میں ایک ایک روزہ رکھے اور اگر قیمت اس قدر واجب ہوئی ہو کہ اس سے قربانی نہیں ہو سکتی کہ تو پھر صرف دو ہی باتوں کا اختیار ہے صدقہ دینے اور روزہ رکھنے کا۔ اور اگر اس قدر قیمت واجب ہوئی ہو کہ اس میں ایک مقدار صدقۂ فطر کی نہیں مل سکتی تو اختیار ہے کہ جس قدر ہو جائے اسی قدر خرید کر محتاج کو دیدے یا اس کے عوض میں ایک روزہ رکھ لے، شکار اگر کسی آدمی کا مملوک ہو گا تو اس کے قاتل کو دو قیمتیں دینا پڑیں گی، ایک قیمت تو اس کے مالک کے حوالہ کر دے اور ایک قیمت اللہ کی راہ میں تصدق کرے۔ (بحر الرائق)

قتل میں اعانت کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ شکار جہاں اسوقت موجود ہو، اس مقام کی اطلاع شکاری کو کر دینا، دوسرے یہ کہ کوئی آلۂ قتل کا اسکو دینا یا قتل کی تدبیر بتانا۔ پہلی صورت میں جزا واجب ہونیکے لئے پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) اس شکار کا قتل اس کے بتانے سے ہو جائے۔

(۲) جسکو شکار کا مقام بتایا ہے وہ خود اس کا مقام نہ جانتا ہو بلکہ اسی کے بتانے سے اس نے جانا ہو (۳) جسکو شکار کا پتہ بتایا ہے وہ اس کے قول کو جھوٹ نہ سمجھے۔

(۴) بتانیوالا اس شکار کے قتل ہونے تک محرم رہے (۵) شکار بھاگ نہ جائے اگر بھاگ جائے اور بعد اس کے وہ شخص پھر اس کو مارے تو بتلانیوالے پر جزا واجب نہ ہو گی کیونکہ جب اس نے بتایا تھا اس وقت وہ شکار ہاتھ نہیں آیا۔

دوسری صورت میں یہ شرط یہ ہے کہ خود وہ شخص جسکو اس محرم نے آلۂ قتل دیا ہے یا تدبیر قتل بتائی ہے اپنے پاس آلۂ قتل نہ رکھتا ہو یا اس تدبیر قتل کو نہ جانتا ہو مثلاً کوئی شکار غار کے اندر چھپا بیٹھا ہو اور کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہے لیکن اس سے کوئی تدبیر نہ بن پڑے اور کوئی محرم اس کو اس غار کے اندر جانیکا راستہ بتائے یا کوئی نیزہ وغیرہ لمبا دیدے جو غار کے اس مقام تک جہاں شکار بیٹھا ہے پہونچ سکے۔

Marfat.com

اگر کئی محرم ایک شکار کے قتل کے مرتکب ہوں یا اسکے قتل میں معین ہوں تو ہر ایک پر جزا واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک محرم کئی شکاروں کو قتل کرے تو اسپر اتنی ہی جزائیں واجب ہوں گی جتنے اس نے شکار کئے ہیں۔ (بحرالرائق)

ان جانوروں کے قتل کی جزا جن کا گوشت حلال نہیں کبھی ایک بکری سے زیادہ نہیں ہوسکتی چاہے وہ جانور کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو مثلاً کوئی شخص ہاتھی کو مار ڈالے تب بھی اس کی جزا میں صرف ایک بکری واجب ہوگی۔

جزا کے عوض میں اگر صدقہ دے تو اس کا حکم بالکل صدقۂ فطر کے مثل ہے اور اس کے مصارف وہی ہیں جو صدقۂ فطر کے ہیں۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو زخمی کر دے اور وہ اس زخم سے مرے نہیں یا شکار کے بال اکھاڑ دے یا کوئی عضو توڑ دے یا کاٹ دے تو اس شکار کی حالت صحت کی قیمت میں جس قدر کمی آگئی ہو وہ اس محرم کو دینا چاہیئے بشرطیکہ زخمی کرنا یا بال وغیرہ کا توڑنا اس شکار کے فائدے کی غرض سے نہ ہو اگر فائدے کی غرض سے ہوگا تو پھر کچھ بھی جزا واجب نہ ہوگی مثال کوئی کبوتر کسی جال میں پھنسا ہوا ہو اور کوئی محرم اس کو جال سے نکالنا چاہے، نکالنے میں اس کے بال وغیرہ ٹوٹ جائیں بلکہ ایسی صورت میں اگر وہ مر بھی جائے تو بھی جزا واجب نہ ہوگی۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کے پیر کاٹ ڈالے یا اس کے پر توڑ ڈالے کہ وہ اپنی حفاظت

لہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ جانور کسی کا مملوک نہ ہو ورنہ اس کی [illegible] قیمت مالک کو دینا پڑے گی [illegible] قدو قامت میں چھوٹا ہو مگر کسی وصف کے سبب سے اسکی قیمت بڑھ گئی ہو تو اس وصف کا بھی اعتبار کیا جائے گا مثلاً کوئی بولتا ہوا طوطا یا شکاری چیتا یا کوئی شکاری پرند بشرطیکہ وہ وصف [illegible] ہو [illegible] اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا جیسے لڑائی کا مرغ یا مینڈھا وغیرہ [illegible] قیمت دینا ہوگی، ان اوصاف کا اعتبار صرف مالک کا حق ادا کرنے کے لئے کیا جائے گا ۱۲۔

لہ مثلاً حالت صحت میں اس کی قیمت [illegible] دینا ہوں گے ۱۲۔

سے معذور ہوجائے تو اس شکار کی پوری قیمت دینا پڑے گی۔

اگر کسی شکار کے انڈے توڑ ڈالے اور وہ انڈے گندے نہ ہوں تو اگر ان انڈوں کے اندر سے بچہ نہ نکلے گا تو انڈے کی قیمت دینی پڑیگی اور جو اس کے اندر سے بچہ نہ نکلے تو اگر وہ صحیح و سالم نکل آیا تو کچھ نہیں اور اگر مرا ہوا نکلا یا نکل کر مرگیا تو اس بچہ کی قیمت دینی پڑے گی نہ انڈے کی۔

اگر کوئی شخص جوئیں یا ٹڈی کو مار ڈالے یا دوسرے کو مارنے کا حکم دے یا اس غرض سے کسی کو اشارہ سے جوئیں یا ٹڈی کو بتائے یا کوئی فعل بقصد[1] مار ڈالنے کے کرے اور وہ مرجائیں تو اگر دو تین مارے تو جسقدر چاہے صدقہ دیدے مثلاً ہر ایک کے عوض میں ایک مٹھی آٹا اور جوئیں[2] سے زیادہ مارے تو صدقہ فطر کی پوری مقدار دینا ضروری ہے جوئیں کا بدن سے نکال کر زمین پر پھینکدینا بھی مارنے کے حکم میں ہے۔

یہاں تک تو ان جنایتوں کا بیان تھا جنکا ارتکاب صرف احرام کے سبب سے ممنوع تھا، غیر محرم کے حق میں وہ امور ممنوع نہ تھے، اب ہم ان جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جنکا ارتکاب حرم کے سبب سے منع ہے حرم کے اندر خواہ محرم ہو یا غیر محرم ان جنایتوں کا ارتکاب کریگا تو اس کو جزا دینا ضروری ہوگی اور اس جزا میں صرف دو اختیار ہیں یا تو قربانی کرے اگر قیمت بقدر ایک قربانی کے ہوگئی ہو یا وہ قیمت محتاجوں کو دے دے روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔

حرم[ؒ] کی جنایتیں

(۱) سوا اذخر کے حرم کے کسی اور گھاس یا درخت کا کاٹنا بشرطیکہ خشک اور ٹوٹا ہوا نہ ہو

---

[1] مثلاً جس کپڑے میں جوئیں ہیں اس کو دھوپ میں ڈالدے اس غرض سے کہ وہ مرجائیں، اگر اس غرض سے نہیں ڈالا بلکہ اور کسی خیال سے اور وہ مرگئیں تو کچھ جنایت نہیں ۱۲۔

[2] یہی اکثر فقہا کا قول ہے صاحب بحر الرائق نے اسکو ترجیح دی ہے لیکن فتاویٰ قاضی خاں میں اسکے خلاف وہ کہتے ہیں کہ جب دس سے زیادہ ہوجائیں تب ایک مقدار صدقہ فطر کی واجب ہوگی ۱۲۔

Marfat.com

اور خود رو ہو اور اس قسم میں سے نہ ہو جس کو لوگ عادتاً بویا کرتے ہیں جیسے غلّہ و ترکاریوں یا میوہ جات کے درخت اگر ایسی گھاس یا درخت کو کوئی شخص کاٹے کا تو اسکی قیمت دینا پڑیگی بشرطیکہ یہ گھاس وغیرہ کسی کی مملوک نہ ہو اور اگر مملوک ہو گی تو دوہری قیمت دینا پڑیگی۔ ایک تو بدستور خدا کی راہ میں اور دوسری اس کے مالک کو ہاں اگر مالک نے اجازت دے دی ہو یا معاف کر دے تو پھر وہی ایک قیمت اللہ کی راہ میں دینا پڑے گی۔

اذخر کے کاٹنے میں کچھ جنایت نہیں اور جو چیز خود رو نہ ہو بلکہ بوئی اور لگائی گئی ہو خواہ اسکے بونے کا رواج ہو یا نہیں اسکے بھی کاٹ لینے میں کچھ جنایت نہیں، کیونکہ یہ اس قسم میں سے ہے جسکو لوگ عادتاً بوتے ہیں، کسی درخت کی پتی وغیرہ توڑ لینے میں جو اس درخت کو نقصان نہ پہنچائے کوئی جنایت نہیں بشرطیکہ یہ چیزیں کسی کی مملوک نہ ہوں اور اگر مملوک ہوں تو مالک نے اجازت دیدی ہو یا معاف کر دیا ہو یا خود مالک نے کاٹا ہو۔

کوئی درخت وغیرہ اگر ایسا ہو کہ اسکی شاخوں کا کچھ حصہ حرم کے اندر ہو اور کچھ حصہ حرم سے باہر تو اسکی جڑ کا اعتبار کیا جائے گا اگر جڑ حرم میں ہے تو وہ درخت حرم کا

(حواشی از صفحہ (۵۶) سلے حرم مکہ اور اس کے آس پاس کے خدود مقاموں کو کہتے ہیں۔ اور حرم کی حد ہر طرف سے برابر نہیں ہے جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں مدینہ منورہ کی جانب تو مکہ سے تین میل حرم ہے اور یمن کی طرف سات میل اور طائف کی طرف بھی سات میل اور عراق کی طرف بھی سات میل اور جدہ کی طرف دس میل حرم کے تمام اطراف کی حد بندی کر دی گئی ہے پہلے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نشان لگائے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے پھر حضرت معاویہؓ نے جو اب تک ہیں۔

سلے اذخر ایک قسم کی گھاس ہے جو دوا میں کام آتی ہے اور قبروں کو بھی اس سے پاٹتے ہیں، ہندوستان میں اس کی جڑ دوا میں کمی جاتی ہے ۱۲ سلے کاٹ لینا اور جڑ سے اکھاڑ لینا ایک حکم میں ہے ۱۲۔

سلے اس قدر ٹوٹ جانا مراد ہے کہ اس میں نمو کی قوت نہ ہو اور نہ تر و تازہ رہ سکے۔ اگر پورا درخت نہیں ٹوٹا کوئی شاخ اس کی ٹوٹ گئی ہے تو صرف اسی شاخ کے کاٹنے میں جنایت ہو گی پورے شاخ کے کاٹنے میں جنایت ہو گی ۱۲۔

سمجھا جائیگا، اور کچھ جز حرم کے اندر ہے کچھ باہر تب بھی وہ حرم کا سمجھا جائیگا اور اگر ایسے درخت پر کوئی پرند بیٹھا ہوگا تو اس میں یہ بات دیکھی جائیگی کہ اگر وہ زخمی ہو کر گرے تو کہاں گرے گا، اگر حرم میں گرے تو وہ پرند حرم کا سمجھا جائے گا۔

حرم کی گھاس کا جانوروں سے چرو۱ لینا بھی جائز نہیں اگر خود بخود کوئی جانور چرے تو اس کے مالک پر ضمان نہ پڑے گا (درمختار وغیرہ)

(۲) حرم کے شکار کا قتل کرنا۔ اگر کوئی جانور ایسی جگہ بیٹھا ہو کہ پیر تو اسکے حرم میں ہوں اور سر حرم سے باہر تو وہ حرم کا سمجھا جائے گا اور اگر لیٹا ہوا ہو تو اگر اس کے بدن کا کوئی جز حرم میں ہوگا تو وہ جانور حرم کا سمجھا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی جانور کو حرم سے باہر نشانہ لگائے اور وہ جانور حرم کے اندر بھاگ جائے اسکے بعد اسی نشانہ سے زخمی ہو تو جنایت ہو جائے گی۔

اگر حرم کے کسی پرند کے انڈے توڑ ڈالے یا بھون لے یا حرم کی ٹڈیاں۲ مارے یا حرم کے کسی شکار کا دودھ دوہے تو اس کا ضمان دینا ہوگا بعد ضمان دینے کے اسکا کھانا جائز ہے اور اس کا بیچنا بھی جائز ہے مگر کراہت کیساتھ۔

کوے اور چیل اور بھیڑیئے اور سانپ بچھو اور چوہے کے مار ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی جزا واجب نہ ہوگی اسی طرح کتے۳ اور مچھر اور کھٹمل، چینٹی پسو اور کلنی اور کچھوا

۱؎ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا مذہب ہے قاضی ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ چرانے کی ممانعت میں لوگوں کا سخت حرج ہے اور حدیث میں صرف کاٹنے کی اور توڑنے کی ممانعت ہے چرانے کا ذکر نہیں ہے، بعض فقہا نے انھیں کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ لوگوں کا عمل بھی اسی پر ہے ۱۲ (ردالمحتار)

۲؎ ٹڈی اگر تین سے کم مارے تو صدقہ کی کوئی مقدار معین نہیں جس قدر چاہے دیدے ہاں تین سے زیادہ مارنے میں ایک مقدار صدقہ فطر کی معین ہے، یہی حال جوؤں کا بھی ہے (درمختار)

۳؎ بعض فقہا کی عبارتوں میں اس مقام پر کتے کے ساتھ کاٹنے والے کی قید ہے، مگر یہ قید اتفاقی ہے کاٹتا ہو یا نہیں جنگلی یا پالا ہوا ہر حال میں اس کے مار ڈالنے سے جزا لازم نہ ہوگی ہاں اگر وہ کسی کا مملوک ہو تو اس کو ضمان دینا پڑے گا ۱۲۔

Marfat.com

اور پروانہ اور مکھی اور چھپکلی اور بھڑ اور تمام خزندہ[1] جانوروں کے مار ڈالنے میں بھی جزا واجب نہیں ہوتی جو حملہ کرے اور اس کے حملہ کا دفعیہ بغیر قتل کے ممکن نہ ہو۔ بشرطیکہ وہ جانور کسی کا مملوک نہ ہو۔ ان جانوروں کے قتل میں کچھ جزا نہیں خواہ حرم کے اندر ہی کیوں نہ قتل کئے جائیں اور خواہ قاتل ان کا محرم ہو۔

کوے کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے عقعق[2] کو فقہا نے مستثنیٰ کیا ہے یعنی انکے قتل سے جزا لازم ہوتی ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

اگر کوئی غیر محرم شکار مارے اور اس کو حرم سے باہر ذبح کرے تو اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس شکار کے قتل میں کسی محرم کی کسی قسم کی اعانت نہ ہو نہ اس نے اس شکار کے قتل کا حکم دیا ہو گو اس شکار کرنے والے نے اس کو کسی محرم ہی کے لئے شکار کیا ہو۔

جو شخص حرم کے اندر داخل ہو اس پر واجب ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں کوئی شکار ہو تو اس کو چھوڑ دے[3] یعنی آزاد کردے اسی طرح جو شخص احرام باندھے اور اس کے ہاتھ میں شکار ہو اس پر بھی واجب ہے کہ اس کو اپنے پاس سے علیحدہ کردے کسی کے پاس امانت رکھا دے یا دیدے۔

اگر یہ شکار جس کو اس نے آزاد کیا ہے کوئی درندہ ہو جیسے شکرا باز وغیرہ اور وہ آزاد ہو کر حرم کے کسی شکار کو قتل کردے تو اس کی جزا اس پر واجب ہوگی۔

اگر شکار اس کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ مکان میں ہو یا پنجرہ میں بند ہو اور وہ پنجرہ اسکے ہاتھ میں یا اس کے خادم کے ہاتھ میں ہو یا اسباب کے اندر رکھا ہو تو چھ

---

[1] خزندہ وہ جانور ہیں جو سوراخوں میں گھس جاتے ہیں اور ان کے اندر بود و باش کرتے ہیں جیسے سانپ، بچھو، چوہا وغیرہ ۱۲۔

[2] عقعق وہ کوا ہے جس کے رنگ میں سیاہی کے ساتھ سپیدی بھی ہو اس کی آواز میں عین قاف کی صورت پیدا ہوتی ہے ۱۲ [3] چھوڑ دینے کا یہ مطلب خاص کر اس سبب سے بیان کیا گیا کہ پرند ہو تو اڑا دینا یا بوں ہی آزاد کر دینا ممنوع ہے، اس میں مال کی اضاعت ہے جو شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں رکھی گئی ۱۲۔

اس کا چھوڑنا ضروری نہیں، اسی طرح اگر وہ رسی میں بندھا ہوا ور وہ رسی اس کے ہاتھ میں ہو تب بھی اس کا چھوڑنا واجب نہیں۔ (ردالمحتار)

محرم کو شکار کا مول لینا یا بیچنا جائز نہیں، اگر بیچے تو اس پر ضروری ہیکہ واپس لیلے ورنہ جزا دینا پڑے گی۔

محرم شکار کا مالک کسی اختیاری سبب سے مثل خریدنے یا ہبہ وغیرہ کے نہیں بن سکتا ہاں اگر کوئی سبب اختیاری نہ ہو تو اسکی وجہ سے البتہ مالک بن سکتا ہے، مثلاً کوئی عزیز اس کا مر جائے اور اس کے مال میں شکار ہو اور وہ اس کو وراثت میں ملے تو اس صورت میں اسکا مالک ہو جائے گا کیونکہ وراثت غیر اختیاری چیز ہے۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو پکڑے یا مول لے پھر اس کو کوئی شخص اڑا دے تو اس پر ضمان نہیں کیونکہ وہ شکار اس محرم کی ملک میں نہ تھا۔

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جن جنایتوں کے سبب سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوگی ان کے سبب سے قارن اور ہدی والے متمتع پر دو قربانیاں واجب ہوں گی علیٰ ہذا۔ صدقہ بھی قارن وغیرہ پر دوگنا واجب ہوتا ہے سوا اس جنایت کے کہ میقات کے اندر بغیر احرام باندھے ہوئے چلا جائے اس جنایت میں قارن وغیرہ پر بھی مفرد کی طرح ایک ہی قربانی واجب ہوتی ہے (درمختار۔ ردالمحتار)

میقات سے بغیر احرام باندھے ہوئے حرم کے اندر چلا جانا بھی جنایت ہے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جو شخص حرم کے اندر جانا چاہے اس پر ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، پس اس کے خلاف کرے گا تو جنایت کا مرتکب ہوگا اس جنایت کے احکام حسب تفصیل ہیں۔

(۱) جو شخص حرم جانے کے ارادے سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے چلا جائے اس پر واجب ہے کہ میقات پر لوٹ کر آئے اگر نہ لوٹا تو چاہے میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھے یا نہ باندھے اس پر ایک قربانی واجب ہے۔

(۲) اگر حرم جانے کے ارادہ سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا

Marfat.com

پھر میقات پر لوٹ کر اس نے احرام باندھ لیا یا احرام تو میقات پر لوٹنے سے پہلے باندھ لیا مگر ابھی تک افعال حج وعمرہ شروع نہیں کیے پھر میقات پر لوٹ کر تلبیہ[1] کہا تو قربانی معاف ہو جائے گی۔

(۳) اگر میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھ لیا اور افعال حج وعمرہ کے شروع کر دیئے مثلاً طواف کا ایک شوط کر لیا اس کے بعد میقات پر لوٹ کر آیا یا افعال حج وعمرہ کے شروع کرنے سے پہلے میقات پر لوٹ کر آگیا مگر تلبیہ نہ کہا تو ان دونوں صورتوں میں ایک قربانی واجب ہو گی۔

(۴) اگر دوبارہ میقات پر آنے سے حج کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو چاہیئے کہ نہ لوٹے اور اس نہ لوٹنے کی وجہ سے ایک قربانی کر دے۔

(۵) کوئی مکی یا وہ متمتع جو اپنے عمرہ سے فارغ ہو چکا ہے بقصد حج حرم سے باہر نکل گئے اور پھر حل میں جا کر احرام باندھا اور وہیں سے عرفات میں وقوف کے لیے چلے گئے تو ان پر ایک قربانی واجب ہے کیونکہ ان کی میقات حرم ہے اور وہ اس سے بغیر احرام باندھے ہوئے نکل آئے۔

(۶) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے کئی مرتبہ حرم کے اندر آمد ورفت کرے تو ہر مرتبہ کے عوض میں اس کے ذمہ ایک حج یا ایک عمرہ ضروری ہے۔ پھر اسی سال اگر کوئی حج یا عمرہ کرے گا گو وہ اس بغیر احرام جانے کی جنایت اتارنے کی غرض سے نہ ہو تو ایک مرتبہ کی جنایت اتر جائے گی، ہاں بعد اس سال کے جو خاص اسی نیت سے کرے گا تو جنایت اترے گی ورنہ نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص میقات سے بغیر احرام باندھے نکل جائے اور اس کا ارادہ حرم میں جانیکا نہ ہو بلکہ حل میں کسی مقام کے جانیکی نیت ہو تو اس پر بغیر احرام نکل جانے میں کچھ جنایت نہیں پھر وہ اس مقام سے بغیر احرام باندھے حرم کے اندر جا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اس حل کے مقام میں پندرہ روز سے بھی کم رہا ہو۔ (درمختار وغیرہ)

[1] یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ ان کے نزدیک تلبیہ کی تجدید ضروری۔

(۱۸) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا پھر اس نے بغیر میقات پر لوٹے ہوئے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور اتفاق سے وہ فاسد ہوگیا تو اس کو پورا کرکے اس کی قضا کرلے، قضا کا احرام میقات سے باندھے اب اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

احرام پر احرام باندھنا

احرام پر احرام باندھنے کی صورت یہ ہے کہ ہنوز ایک احرام سے باہر نہ ہوا ہو کہ دوسرا احرام باندھ لے، اس کی چار قسمیں ہیں۔ عمرہ کے احرام پر حج کا احرام باندھنا حج کے احرام پر دوسرے حج کا احرام باندھنا، عمرہ کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا، حج کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا اب ہر قسم کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) غیر آفاقی[ل] اگر عمرے کا احرام باندھکر چار شوط سے کم اس کے طواف کے ادا کرچکا ہو تو پھر حج کا احرام باندھ لے تو اس کو ضروری ہے کہ ان دو احراموں میں سے ایک احرام کو توڑ دے یعنی کوئی فعل مخالف احرام کے (مثل حلق وغیرہ کے) بہ نیت احرام توڑنے کے کرلے اور اس احرام توڑنے کے جنایت کے کفارہ میں ایک قربانی کرے پس اگر اس نے حج کا احرام توڑا ہے اور یہی بہتر ہے تو اس پر اس سال ایک عمرہ اور سال آیندہ میں ایک حج ضروری ہے اور اگر حج کا زمانہ باقی ہو اور اسی سال حج کرے تو پھر عمرہ کی حاجت نہیں اور اگر اس نے عمرہ کا احرام توڑا ہے تو صرف عمرہ کی قضا اس کو کرنی ہوگی چاہے اسی سال کرے چاہے سال آیندہ میں۔

غیر آفاقی کی قید اس لیئے لگائی گئی کہ آفاقی اگر ایسا کرے گا تو اسکو کسی احرام کے توڑنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ صورت مفروضہ میں قارن ہوجائے گا اور اگر عمرہ کے چار یا چار سے زیادہ شوط طواف کے کرچکا ہوگا تو متمتع ہوجائے گا اور قرآن و تمتع آفاقی کے

ل غیر آفاقی وہ شخص جو مکہ مکرمہ کا یا حرم کے اندر اور کسی مقام کا رہنے والا ہو متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہونیکے بعد کہ مکہ مکرمہ میں قیام کرے وہ بھی حکماً غیر آفاقی ہے ۱۲۔

لیے ممنوع نہیں ہے، عمرہ کے چار شوط سے کم طواف کرنے کی قید اس لیے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا طواف بالکل کیا ہی نہ ہوگا تو پھر عمرہ کے احرام کا خاص کر توڑنا ضروری ہوگا اور چار شوط یا اس سے زیادہ عمرہ کا طواف کر چکا ہوگا تو پھر خاص کر حج کے احرام کا توڑنا لازم ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو پھر اسپر دوسرے حج کا احرام باندھے تو اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ دونوں حجوں کا احرام ساتھ ہی باندھے دوسرے یہ کہ ایک حج کا احرام باندھنے کے بعد بغیر اس کے کہ اس کے افعال شروع کردینے کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھ لے تیسرے یہ کہ..... ایک حج کا احرام باندھکر اسکے افعال شروع کر دینے کے بعد دوسرا احرام باندھے، پہلی دونوں صورتوں میں دو حج اسکے ذمہ لازم ہو جائیں گے مگر ایک کا احرام توڑ دے جب چلنے لگے اور اسکو سال آیندہ قضا کرے اور ایک عمرہ بھی اسکے ذمہ ضروری ہوگا اور ایک قربانی کرنی ہوگی، تیسری صورت میں اگر دوسرے حج کا احرام دسویں تاریخ کو حلق یا تقصیر کے بعد باندھا ہے تو اس دوسرے حج کا سال آیندہ میں ادا کرنا اس پر ضروری ہے اور جب تک اسکو ادا نہ کرلے گا محرم رہیگا اور اگر دسویں تاریخ کو حلق و تقصیر سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا ہو تو پہلے حج کے لیے حلق یا تقصیر کرائے اور سال آیندہ میں دوسرا حج کرے اور ایک قربانی بھی جنایت کے بدلہ میں کرے اور اگر دسویں تاریخ کے پہلے احرام دوسرے حج کا باندھ لیا تو بدستور اس دوسرے احرام کو توڑ دے اور ایک قربانی جنایت کی دے اور سال آیندہ میں دوسرا حج ادا کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص عمرے کے احرام پر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لے تو اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ نہیں ہوا تو دوسرے عمرہ کا احرام خود بخود پہلے عمرہ کی سعی شروع کرتے ہی ٹوٹ جائے گا اور ایک قربانی اس احرام کے توڑنے کی اس کو دینا ہوگی اور اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ ہو چکا ہے تو دوسرے عمرہ کا احرام توڑنے کی حاجت نہیں اس کو بھی ادا کرے اور اس کے فراغت سے پہلے عمرہ کی حلق و تقصیر نہ کرائے ورنہ دو قربانیاں کرنا ہوں گی۔ ایک تو

قبل فارغ ہونے دوسرے عمرہ کے حلق کرانے کے سبب سے اور دوسرے دو عمروں کے جمع کرنے کی وجہ سے۔

(۴) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو اسکے بعد عمرہ کا باندھے تو اگر غیر آفاقی ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو پہلی قسم میں گذر چکا یعنی دو احراموں میں کسی ایک کا توڑنا اور توڑنے کے عوض میں قربانی کرنا وغیرہ اس پر ضروری ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور اگر آفاقی ہے تو اس کو کسی احرام کا توڑنا ضروری نہیں دونوں اسپر لازم ہو جائیں گے اور وہ اس صورت میں متمتع کہلائے گا گو خلاف سنت ہونے کے سبب سے گنہگار ہوگا کیونکہ تمتع کی مسنون صورت یہ تھی کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھتا اس سے فراغت کر کے حج کا احرام باندھتا یا دونوں کا ساتھ باندھتا تو قران ہو جاتا۔ اب اگر وہ حج کا طواف قدوم کر چکا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ عمرہ کے احرام کو توڑ دے اور حج کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے اور ایک قربانی اس صورت میں احرام توڑنے کی جنایت میں دے اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تب بھی درست ہے مگر ایک قربانی جنایت کی اس صورت میں بھی دینا ہوگی۔ اور اگر حج کے وقوف عرفات سے فارغ ہو چکا اس کے بعد دسویں تاریخ کو یا اس کے بعد ایام تشریق کے کسی اور دن میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس پر عمرہ لازم ہو جائے گا گو ابھی حج کے لیے حلق و تقصیر نہ کرایا ہو اور طواف زیارت نہ کیا ہو یا کر چکا ہو۔ مگر عمرہ کے اس احرام کا توڑنا واجب ہے۔ پھر حج کی رمی وغیرہ سے بالکل فارغ ہونے کے بعد از سر نو عمرہ کا احرام باندھ کر اس عمرہ کی قضا کرے اور احرام توڑنے کے بدلہ میں قربانی کرے۔

جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہو وہ اگر حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا تو اسکو اس دوسرے احرام کا توڑ دینا ضروری ہے اور جب حج فوت ہو جائے تو چاہیئے کہ عمرہ ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ میں اس حج کی قضا کرے اور ایک قربانی اس جنایت کے بدلہ میں کرے کہ وہ بغیر حج کیے حج کے احرام سے باہر ہو گیا۔

Marfat.com

احصار کا بیان

احصار کے معنی لغت میں تو روک لیا جانا، اور اصطلاح فقہ میں احرام کے بعد حج یا عمرہ کے کسی رکن سے رک جانا۔ جس شخص پر ایسا واقعہ پیش آجائے تو اسکو محصر کہتے ہیں چونکہ یہ بھی ایک قسم کی جنایت ہے یعنی جس طرح جنایت کی قربانی کا قربانی کرنیوالے کو کھانا جائز نہیں اسی طرح احصار کی قربانی کا بھی قربانی کرنیوالے کو کھانا درست نہیں لہذا اس کا ذکر بھی جنایات کے بعد مناسب معلوم ہوا۔

اس جگہ ہم دو باتیں بیان کریں گے۔ اول تو احصار کی صورتیں دوسرے احصار کا حکم اور نتیجہ۔

احصار کی صورتیں

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو۔ دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ جانور مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہوا ہے وہ حجاج کو ستاتا ہے لوٹتا ہے مارتا ہے یا کوئی شیر وغیرہ لاگو ہو گیا ہے اور اس کے دفعیہ کی کوئی صورت نہیں۔

(۲) بیماری۔ احرام باندھنے کے بعد بیمار ہو جائے کہ اب آگے نہیں بڑھ سکتا یا آگے بڑھ تو سکتا ہے مگر مرض میں زیادتی کا خوف ہے۔

(۳) عورت کا کوئی محرم نہیں۔ محرم ہو اور مر جائے یا کہیں چلا جائے یا ہو ہی نہیں یا ہمراہ جانے سے انکار کرے۔ ان سب صورتوں میں اگر وہ احرام باندھ چکی ہے تو احصار ہو جائے گا۔

(۴) خرچ کم ہو جائے۔ مثلاً چوری جائے یا پہلے ہی کم ہمراہ لایا ہو۔

(۵) عورت کے لئے عدت۔ احرام باندھنے کے بعد شوہر مر جائے یا طلاق دیدے اور وہ پابند عدت ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اسوقت مقیم ہے اور اس کے وطن سے مکہ بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار

Marfat.com

نہ سمجھا جائے گا، عدت کا مسئلہ تفصیل حج کی شرائط میں گذر چکا۔
(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانیوالا نہ مل سکے۔
(۷) عورت کے لئے شوہر کا منع کرنا بشرطیکہ حج کا احرام بغیر اس کی اجازت کے باندھا ہو۔ حج فرض کے روکنے کا اور حج نفل میں بعد اجازت دینے کے روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔
(۸) لونڈی غلام کو اس کے مالک کا منع کرنا۔

احصار کا حکم

اگر محصر اپنے گھر لوٹ آئے اور اس مانع کے زائل ہونے تک اپنے احرام پر قائم رہے پھر جب احصار دفع ہو جائے تو جس چیز کا احرام باندھا ہے اس کو ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اس صورت میں اگر حج کا احرام باندھا تھا اور اسی سال حج کا وقت مل گیا تو خیر ورنہ عمرہ کر کے اپنے پہلے احرام سے باہر ہو جائے اور پھر جدید احرام باندھکر حج کرے۔ اور اگر محصر یہ چاہے کہ میں احرام سے باہر ہو جاؤں تو اگر وہ مفرد یا متمتع ہے تو ایک قربانی یا اس کی قیمت حرم میں بھیجدے اور جو قارن ہو تو دو قربانیاں یا ان کی قیمت بھیجدے کہ اس قیمت سے وہاں قربانی کا جانور مول لے لیا جائے یہ قربانی حرم میں کسی مقام پر ذبح کر دی جائے گو دسویں تاریخ سے پہلے ہی کیوں نہو اور قربانی بھیجتے وقت یہیں سے اس کے ذبح کا دن مقرر کر دے تاکہ اسی دن یہ محصر اپنے کو احرام سے باہر سمجھنے لگے، معاذاً ذبح کرتے ہی احرام سے باہر ہو جاتے گا حلق یا تقصیر کرائے یا نہ کرائے۔

اگر کسی محصر نے یہ سمجھکر کہ اب قربانی ذبح ہو گئی ہو گی اپنے کو احرام سے باہر سمجھ لیا اور کوئی فعل خلاف احرام کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ اس دن قربانی ذبح نہیں ہوئی تھی یا ذبح تو اسی دن ہو گئی تھی مگر حرم میں ذبح نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں جسقدر جنایتیں اسسے کی ہوں گی ہر جنایت کے عوض میں جزا دینی پڑے گی (در مختار)

Marfat.com

پھر جب احصار جاتا رہے اور اس محصر نے حج کا احرام باندھا ہوا اور اس سال حج کا زمانہ باقی ہو اور حج کرنے جائے تو مفرد ایک حج اور عمرہ کرے اور قارن دو عمرہ اور ایک حج کرے اور اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کر لے۔

اگر قربانی روانہ کرنیکے بعد احصار جاتا رہا اور یہ ممکن ہے کہ اگر وہ محصر روانہ ہو جائے تو قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے پہونچ جائیگا اور حج بھی مل جائے گا تو اس پر واجب ہے کہ فوراً روانہ ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہیں یعنی قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے نہیں پہنچ سکتا یا کہ حج نہیں مل سکتا تو پھر اس پر فوراً جانا واجب نہیں۔

کوئی شخص اگر مکہ میں ہے اور وہ حج کے دونوں رکنوں یعنی طواف اور وقوف عرفات سے روکا جائے تو وہ محصر ہو جائے گا اور اگر صرف ایک رکن سے روکا جائے مثلاً صرف طواف سے یا صرف وقوف عرفات سے تو پھر وہ محصر نہیں ہے یعنی اسکو اس روکے جانے کے عوض میں قربانی نہ کرنی پڑے گی ہاں اگر وقوف سے روکا گیا ہے تو سال آیندہ میں اس کی قضا کرنی پڑے گی۔

جس شخص سے حج فوت ہو جائے اس کو چاہیئے کہ عمرہ کرکے احرام سے باہر ہو جائے اگر مفرد ہے تو ایک عمرہ کرکے قارن ہے تو دو عمرہ کرکے اور بعد اس کے حلق یا تقصیر کرائے اور پھر سال آیندہ میں اس حج مفرد یا قران کی قضا کرے۔ قران کی قضا میں ضروری نہیں کہ وہ بھی قران ہو بلکہ اختیار ہے کہ عمرہ کا احرام علیحدہ باندھ کر عمرہ کرے اور حج کا احرام جداگانہ باندھ کر حج کرے۔

دوسرے کی طرف سے حج کرنا

ہم اگلی جلدوں میں لکھ چکے ہیں کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ بعض تو صرف بدنی ہیں جیسے نماز، روزہ، تلاوت، ذکر وغیرہ۔ اور بعض صرف مالی ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقۂ فطر عشر وغیرہ اور بعض دونوں سے مرکب ہیں جیسے حج، عمرہ، زیارت قبور مقدسۂ انبیاء و اولیا پہلی قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست نہیں یعنی اس کے ثواب

فرض ساقط نہیں ہو سکتا مثلاً کوئی شخص نماز نہ پڑھے اور دوسرے سے پڑھوادے یا خود روزہ نہ رکھے دوسرے سے رکھوادے تو درست نہیں ہاں اگر ان عبادات کا ثواب کسی کو پہنچانا ہو تو بے شبہ درست ہے، دوسری[ع۵] قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست ہے یعنی اس کے ذمہ سے فرض اتر جاتا ہے اور ان کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔

تیسری[ع۵] قسم کی عبادات کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچ جاتا ہے مگر اسکے ذمہ سے فرض اترنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے، حج بھی اسی تیسری قسم کی عبادات میں ہے لہذا ہم ہر جگہ حج کی تخصیص کرینگے کیونکہ اصالتاً اسی کا بیان کرنا مقصود ہے اسی پر تیسری قسم کی تمام عبادات کا قیاس کرلیا جائے۔

(۱) وہ شخص جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے بذات خود حج کرنے سے معذور ہو اور وہ معذوری اگر ایسی ہو کہ اس کے زائل ہو جانیکی امید ہے تو اس معذوری کا آخر وقت یعنی موت تک رہنا شرط ہے اور اگر وہ معذوری ایسی ہے کہ اس کے زائل ہو جانے کی امید نہیں ہے جیسے بڑھاپے کا ضعف یا نابینا ہونا یا پیروں کا کٹا ہونا وغیرہ تو پھر اس معذوری کا آخر وقت تک رہنا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس کے کہ دوسرے نے اسکی طرف سے حج کرلیا اور پھر وہ معذوری جاتی رہی تو اس کو بذات خود حج نہ کرنا پڑے گا۔ فرض اتر چکا بخلاف پہلی قسم کی معذوری کے کہ اگر وہ زائل ہو جائے

ع۵ امام مالک اور امام شافعی اس مسئلہ میں مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ عبادات بدنیہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچتا باقی اقسام کی عبادتوں کا ثواب پہنچنے وہ بھی متفق ہیں حنفیہ کی تائید میں بہت احادیث صحیحہ اور آیات قرآن مجید وارد ہیں اور وہ اپنے مقام میں مذکور ہیں ۱۲ ع۵ اس تیسری قسم کی عبادات کے سوا اور کوئی عبادت خدا کی طرف سے فرض نہیں کی گئی ہاں اگر خود کسی عبادت کی نذر کرے تو واجب ہو جائے گی مثلاً کسی نبی کی قبر پاک کی زیارت کی نذر کرے تو وہ واجب ہو جاتے گی اور اس کا وجوب بغیر ان شرائط کے نہ اترے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت بھی واجب ہے جیسا کہ ہم آئندہ بہت محققانہ طور پر بیان کرینگے۔ انشاءاللہ تعالے ۱۲۔

تو پھر دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

(۲) یہ معذوری حج کرانے سے پہلے پائی جاتی ہو اگر اس وقت نہ تھی اور بعد کو پیدا ہو گئی تو اس کا اعتبار نہیں یعنی وہ حج اس کی طرف سے صحیح نہ ہوگا بلکہ اب بعد معذوری پیدا ہو جانے کے اس کو چاہیئے کہ کسی کو حج کے لئے بھیجے۔

(۳) جس کی طرف سے حج کیا جائے احرام باندھتے وقت اس کی نیت کرنا مثلاً یوں کہے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے احرام باندھتا ہوں اس کی طرف سے لبیک کہتا ہوں اور اگر اس کا نام بھول گیا ہو تو صرف یہی کہدینا کافی ہوگا کہ جس نے مجھے بھیجا ہے اس کی طرف سے میں احرام باندھتا ہوں۔

(۴) جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہو اس نے حج کرنے کا حکم دیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ تو میری طرف سے حج کر۔ بغیر کہے ہوئے اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کرے تو اس دوسرے شخص کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا، اگر کوئی شخص مرتے وقت وصیت کر گیا ہو کہ میری طرف سے حج کرا دیا جائے تو یہی حکم ہے، وارث اگر بغیر وصیت کے حج کرے یا کسی سے کرائے تب بھی درست ہے یعنی فرضیت ساقط ہو جائے گی[۱]۔

(۵) جس کی طرف سے حج کیا جائے روپیہ وہی دے پورے خرچ کے بقدر یا اکثر حصہ اگر کوئی شخص اپنے مال سے خرچ کرکے دوسرے کی طرف سے حج کرے اور اس نے اس سے خرچ لے تو اس دوسرے کی طرف سے حج کرنا صحیح ہو جائیگا اس کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا ہاں اگر خرچ اس سے نہ لے تو پھر اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔

(۶) جو شخص اپنی طرف سے حج کرائے اس نے اگر کسی خاص شخص کی نسبت کہا ہو کہ وہ میری طرف سے حج کرے تو اسی خاص شخص کا حج کرنا، اگر دوسرا شخص کرے تو اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا، ہاں اگر کسی شخص کو روپیہ دے کر اس سے یہ کہہ دیا ہو کہ

---

[۱] بعض فقہا کہتے ہیں کہ اگر غیر وارث بھی بغیر وصیت کے اپنی طرف سے احسان کرکے کسی دوسرے کی طرف سے حج کرائے تو اس دوسرے کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا مگر یہ قول اکثرین کے خلاف ہے۔

[۲] مثلاً بیٹا اپنے باپ کی طرف سے بغیر وصیت کے حج کرے تو فرض اتر جائے گا۔

تجھے اختیار ہے چاہے خود حج کرنے جائے چاہے کسی اور کو بھیجدے تو پھر وہ شخص چاہے خود جائے چاہے کسی اور کو بھیجدے۔ بہر حال اس روپیہ دینے والے کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا۔

(۷) جس شخص کی طرف سے حج کیا جاتا ہے اسپر حج فرض ہو ورنہ فرض نہ ساقط ہو گا۔ مثلاً کوئی فقیر یا ایسا شخص جسمیں حج کی فرضیت کے شرائط نہیں پائے جاتے اپنی طرف سے کسیکو حج کرائے تو اسکے ذمہ سے فرض نہ ساقط ہو گا یعنی اس حج کرانیکے بعد اگر اسمیں شرائط فرضیت حج کے پائے جائینگے تو پھر اس کو حج کرانا ہو گا۔

(۸) حج جس شخص سے کرایا جاتا ہے وہ راستہ سواری پر طے کرے نہ پیادہ پا، ہاں اگر خرچ کم پڑ جائے اور اس وجہ سے کچھ راستہ پیادہ پا کرے تو درست ہے۔

(۹) جس شخص سے حج کرایا جائے وہ وہیں سے سفر کرے جہاں وہ شخص رہتا ہو جس کی طرف سے حج کرایا جاتا ہے اور اگر وہ شخص مرگیا ہو اور اس کے وارث اسکی طرف سے حج کراتے ہوں تو میت کا تہائی[1] مال جس مقام سے کفایت کرے وہیں سے حج کے لیے سفر کیا جائے۔

(۱۰) جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے وہ حج کو فاسد نہ کرے اگر فاسد کر دیگا اور پھر اسکی قضا کریگا تو وہ دوسرے شخص کی طرف سے فرضیت کو ساقط نہ کرے گا۔

(۱۱) جو شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے وہ اسکے حکم کی مخالفت نہ کرے یعنی اگر اسنے افراد کو کہا ہو تو افراد کرے قران کو کہا ہو تو قران کا احرام باندھے تمتع کے لیے کہا ہو تو تمتع کرے، ہاں اگر اس نے افراد کے لیے کہا تھا اور اس نے پہلے اس کی طرف سے حج کیا بعد اس کے پھر اپنے لیے عمرہ کیا تو درست ہے مگر اس زمانہ کے قیام کا خرچ وغیرہ اس دوسرے شخص کے ذمہ نہ ہو گا بلکہ اسکو اپنے پاس سے کرنا چاہیئے۔

---

[1] تہائی مال کی قید اس لیے لگادی گئی کہ وصیت صرف تہائی مال میں جاری ہوتی ہے اور یہ صورت بھی وصیت کے مثل ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۱۲) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے وہ ایک ہی حج کا احرام باندھے اگر وہ شخص ایسا کرے گا کہ ایک حج کا احرام دوسرے کی طرف سے اور ایک کا اپنی طرف سے باندھے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی، ہاں اگر دوسرے حج کا احرام توڑ دے تو درست ہے۔

(۱۳) ایک ہی شخص کی طرف سے حج کا احرام کرنا۔ اگر دو آدمی مل کر کسی شخص کو حج کرنے کے لیے بھیجیں اور وہ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے تو کسی کے ذمے سے فرضیت ساقط نہ ہوگی اگرچہ وہ بعد حج کے ان دونوں میں سے کسی ایک کی تخصیص کرلے۔ ہاں[1] اگر کوئی وارث اگر اپنے دو موروثوں کی طرف سے بغیر ان کی وصیت کے حج کرے تو درست ہے۔ یعنی اگر ان دو موروثوں میں سے کسی ایک کے ذمہ حج فرض تھا اور اس نے بعد حج کرنے کے اس کی تخصیص کرلی کہ میں اس کی طرف سے حج کرتا ہوں تو اس کے ذمہ سے فرض[2] اتر جائے گا۔

(۱۴) جس سے حج کرایا جائے وہ مسلمان ہو۔

(۱۵) جس سے حج کرایا جائے وہ عاقل ہو۔ مجنون نہ ہو۔

(۱۶) جس سے حج کرایا جائے وہ سمجھدار ہو گو نابالغ ہو۔ ناسمجھ بچے سے اگر حج کرایا

لہ مثلاً بیٹا اپنے ماں باپ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے چنانچہ اس کے افضل [illegible] بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ دارقطنی میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] باپ کی طرف سے حج کرے تو اللہ اس کا حج پورا کر دے گا اور اس کو اس حج کے برابر ثواب [illegible] کے دن نیک لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے غافل [illegible] اگر حج کرنے جاتے ہیں تو اپنے ماں باپ کو اس کا ثواب نہیں پہنچاتے حالانکہ [illegible] نہ ہوگا ان کا فرض اتر ہی جائے گا۔

۲ے اس مقام پر ایک بات باقی ہے کہ اگر یہ حج اس وارث نے اپنا فرض [illegible] ہو تو [illegible] مورث کا فرض اترے گا [illegible] اس کا یا دونوں کا۔ محققین فقہا کی تحریر اور ظاہر [illegible] ہوتا ہے کہ دونوں کا اتر جائے گا ۱۲ [illegible]

جائے تو فرضیت ساقط نہ ہوگی۔

(۱۷) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے حج اس سے فوت نہ ہو اگر فوت ہو جائے گا اور وہ پھر قضا کرے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی یہ سب شرائط فرضیت ساقط ہونے کے لئے ہیں محض ثواب پہنچانیکے لئے ان شرائط کی ضرورت نہیں۔ ان شرائط[1] کے سوا اور کوئی شرط ہمارے یہاں نہیں ہے ہمارے یہاں عورت سے غلام سے اور اس شخص سے جس نے اپنے لئے کبھی حج نہ کیا ہو حج کرالینا درست ہے۔ فرضیت ساقط ہو جائے گی، ان شرائط کے علاوہ اور شرائط بھی بعض علما نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں حتی کہ صاحب لباب المناسک نے بیس شرطیں گنا دی ہیں لیکن بعض تو ان میں مکرر ہیں یعنی صرف عبارت کا فرق ہے مآل ایک ہی ہے اس لئے ہم نے ان کو حذف کر دیا اور بعض درحقیقت شرط ہی نہیں ہیں مثلاً صاحب درمختار اور صاحب لباب المناسک وغیرہ ہمارے لکھتے ہیں کہ جس سے حج کرایا جائے اس سے اجرت کا معاملہ نہ کیا جائے یعنی یوں نہ کہا جائے کہ ہم تم کو اس قدر روپیہ دینگے تم اس کے عوض میں ہماری طرف سے حج کر دو اگر ایسا کیا جائے گا تو حج کرانیوالے کی طرف سے وہ حج صحیح نہ ہوگا، حالانکہ یہ قول خلاف تحقیق اور خلاف ظاہر روایت[2] ہے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں عبادت کی اجرت لازم آتی ہے اور عبادت پر اجرت[3] لینا ناجائز ہے لہذا اس قسم کا معاملہ جائز ہی نہ ہوگا اور یہ اجارہ باطل ہو جائے گا اور حج کرانے والے کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو حج میں خرچ ہوا ہے خواہ اجارہ

---

[1] امام شافعی کے نزدیک انکے علاوہ اور بھی شرائط ہیں مثلاً مرد ہونا۔ آزاد ہونا اور اپنی طرف سے حج کر چکنا ان کے نزدیک عورت اور غلام اور اس شخص کا حج دوسرے کی طرف سے درست نہیں جس نے کبھی اپنے لئے حج نہ کیا ہو ۱۲

[2] ظاہر روایت اس مسئلہ کو کہتے ہیں جو امام محمد کی ان چھ کتابوں میں ہو۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر سیر کبیر۔ زیادات۔ مبسوط ۱۲

[3] متاخرین علماء نے بعض عبادتوں پر اجرت لینے کو جائز لکھا ہے۔ مثلاً تعلیم دین، اور اذان و امامت وغیرہ کے اس مسئلہ کو اگر خدا نے چاہا تو ہم بہت مدلل و مبسوط بیان کریں گے ۱۲۔

اس سے کم پر ہوا ہو یا زیادہ پر اور حج اس کی طرف سے درست ہو جائیگا مثال زید نے عمرو سے کہا کہ ہم تم کو پانچسو روپیہ دیں گے تم ہماری طرف سے حج کر آؤ تو یا جارہ باطل ہے زید کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو عمرو نے حج میں خرچ کیا ہو خواہ وہ پانچسو سے زیادہ ہو یا پانچسو سے کم (ردالمحتار وغیرہ)

شرائط کا بیان تو ہو چکا اب مسائل کا بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جس شخص کو حج کے لیے بھیجا ہے اگر وہ محصر ہو جائے تو احصار کی قربانی کی قیمت اسی شخص کے ذمہ واجب ہے جس نے حج کے لیے بھیجا ہے اور اگر وہ مرگیا ہو تو اسکے تہائی[لہ] مال سے لیجائے پھر سال آیندہ میں ایک حج اس حج کے بدلہ کرے جیسا کہ احصار کا عام قاعدہ ہے پھر اسکے بعد دوسرے سال ایک حج حج کرانیوالے کی طرف سے کرے۔

(۲) جس شخص کو حج کے لیے بھیجا ہے اگر اس سے حج فوت ہو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ اسکے قصور سے فوت ہوا ہے یا کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے پہلی صورت میں اسپر ضروری ہوگا کہ بھیجنے والے کا جسقدر روپیہ خرچ کیا تھا اسکو اپنا سمجھے اور پھر اپنے پاس سے خرچ کرکے علاوہ اس حج کے جو فوت ہو جانیکے بدلے میں اسکو کرنا پڑے گا۔ حج کرانے والے کے لیے ایک حج اور کرے۔

(۳) قران اور تمتع کی قربانیاں اور جنایت[۲] کی قربانی حج کرنے والے کے ذمہ ہونگی نہ حج کرانے والے کے اگر[۳] حج کرانے والے نے تمتع یا قران کی اجازت دی ہو۔

لہ بعض فقہا کہتے ہیں کہ تہائی مال سے نہیں بلکہ کل مال سے یعنی اگر کل مال قربانی میں خرچ ہو جائے تو خرچ کردینگے، بعض نے اسپر فتویٰ بھی دیا ہے مگر زیادہ قوی وہی قول ہے جو کتاب میں لکھا گیا۔

۲ جنایت کی قربانی کا اس کے ذمہ ہونا ظاہر ہے اس لیے کہ اسی کا قصور ہے سزا بھی اسی کو ملنی چاہیئے۔ رہی قران اور تمتع کی قربانی کا تو اسکے ذمہ واجب ہونگی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں قربانیاں شکریہ کی ہیں وہ اسی شخص پر واجب ہوتا ہے جو حقیقۃً تمتع اور قران کرے اور حقیقۃً انکا کرنیوالا یہی شخص ہے نہ بھیجنے والا ۱۲

۳ یہ شرط اس واسطے لگائی گئی کہ اگر اس نے اجازت نہ دی ہوگی تو یہ حج ہی اس کی طرف سے نہ ہوگا اور ایسی حالت میں بدرجۂ اولیٰ اس شخص کے ذمہ تمتع اور قران کی قربانی واجب ہوگی ۱۲۔

(۴) اگر دوسرے کی طرف سے حج کرنیوالا حج کو فاسد کر دے تو اسکی قضا سال آئندہ میں اس کے ذمہ ضروری ہو گی مگر یہ قضا کا حج حج کرانیوالے کی طرف سے نہ ہوگا بلکہ حج کرانیوالے کے لئے اس کے علاوہ ایک حج اور اسکو کرنا پڑے گا اور اسکا خرچ اسکو اپنے پاس سے کرنا پڑیگا حج کرانے والے سے تو پہلے ہی لے چکا ہے۔

(۵) جسکو کسی میت کی طرف سے حج کے لئے بھیجا ہے اگر وہ وقوف عرفات سے پہلے مرجائے یا اس کا روپیہ چوری جائے تو جس قدر مال میت کا باقی ہے اسکی تہائی سے دوسرا حج کرایا جائے اسی مقام سے جہاں وہ میت رہتا تھا اور اگر تہائی مال اس قدر نہ ہو تو جہاں سے ممکن ہو وہیں سے حج کرا دیا جائے پھر اگر یہ دوسرا شخص جو بھیجا گیا اس پر بھی وہی واقعہ پیش آئے یعنی مرجائے یا اس کا مال چوری جائے تو پھر جس قدر مال میت کا باقی ہے اسکے تہائی سے پھر حج کرایا جائے اگر یہ واقعہ پھر پیش آجائے تو پھر ایسا ہی کیا جائے یہانتک کہ سب مال ختم ہو جائے یا اس قدر مال رہجائے جسمیں حج نہیں ہو سکتا۔

(۶) حج کے لئے کسی دوسرے کو بھیجنا یا بھیجنے کی وصیت کر جانا اسی حالت میں ضروری ہے کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہو اور خود نہ جاسکے۔ اگر کوئی شخص حج کے لئے گھر سے چلا مگر وقوف عرفات سے پہلے مرگیا تو اس پر حج کے لئے وصیت کرنا اسی حالت میں ضروری ہے کہ جس سال حج اسپر فرض ہوا تھا اس سال سے اس نے تاخیر کر دی ہو اگر اسی سال حج کرنے چلا گیا تو پھر وصیت کر جانے کی کچھ حاجت نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ تو اسی سال جا کر میری طرف سے حج کرآ اور وہ اس سال نہ جائے تو وہ مخالفت[1] کرنیوالا نہ سمجھا جائے گا اور جب حج کرے گا درست ہو جائیگا، یعنی بھیجنے والے کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا۔

(۸) جس قدر روپیہ کسی شخص کو حج کرنے کے لئے دیا جائے اگر اس میں کمی پڑ جائے تو وہ اس قدر بھیجنے والے سے اور لے اور اگر کچھ بچ رہے تو واپس کرے۔ ہاں اگر بھیجنے والا یہ کہے کہ جس قدر بچ جائے اس کی بابت میں تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جس کو

---

[1] اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اگر حج کرنیوالے کے حکم کی مخالفت کرے گا تو حج اس کی طرف سے نہ ہوگا ۱۲۔

چاہے دیدے چاہے خود اپنے صرف میں لے آئے تو اس صورت میں بچے ہوئے روپیہ کا اپنے صرف میں لے آنا اس شخص کے لئے جائز ہو جائے گا۔

حج کی نذر ماننا

حج جس طرح کہ خدا کی طرف سے جب اس کے شرائط پائے جائیں فرض ہے اور اس حج کو حجۃ الاسلام کہتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص حج کی نذر مانے تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے اور اس شخص پر حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے، یہی حال تمام عبادات کا ہے اگرچہ وہ فی نفسہ واجب نہ ہوں مگر نذر کرنے سے واجب ہو جاتی ہیں۔

تیسری جلد میں **نذر روزہ** کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ نذر کے الفاظ میں قسم کا بھی احتمال ہے جس لفظ سے نذر کا مفہوم ادا ہوتا ہے اسی سے قسم کا بھی مطلب سمجھا جاتا ہے دونوں مثل لازم و ملزوم کے ہیں۔ نذر کہتے ہیں ایک غیر واجب چیز کے واجب کر لینے کو اور قسم کہتے ہیں مباح[1] چیز کے حرام کر لینے کو پس جب کسی غیر واجب چیز کو کرنا اپنے اوپر واجب کیا جائے گا تو اس کا نہ کرنا جو مباح تھا۔ حرام ہو جائے گا۔ مثلاً جب کسی شخص نے نفل نماز کی نذر مانی تو اب اس نفل نماز کا پڑھنا اس پر واجب ہو گیا اور اس نفل کا نہ پڑھنا جو اس کے لئے مباح تھا اس پر حرام ہو گیا۔ برخلاف بیان سابق کے حج کی اگر کوئی شخص نذر مانے گا تو اس سے قسم مراد نہ ہو گی یعنی اگر چاہے کہ حج نہ کرے اور جس طرح قسم کا کفارہ دینے سے قسم کے خلاف کرنے کا گناہ اتر جاتا ہے اس کا کفارہ دے کر نذر کے حج نہ کرنے کے گناہ سے سبکدوش ہو جائے تو ممکن نہیں (عالمگیریہ)

نذر اگر کسی شرط پر معلق کی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میرے اوپر ایک حج ضروری ہے یا میں ایک حج کی نذر مانتا ہوں تو جب وہ شرط پائی جائے گی حج کرنا اس پر ضروری ہو گا۔

[1] مباح اس فعل کو کہتے ہیں جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو یعنی جس طرح اس کے کرنے میں ثواب نہیں اسی طرح اس کے نہ کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں احرام کی نذر مانتا ہوں یا مکہ مکرمہ یا کعبہ معظمہ جانے کی نذر مانتا ہوں اور اسکے ساتھ حج یا عمرہ کی تخصیص نہ کرے تو اسپر ایک حج یا عمرہ واجب ہو جائیگا دونوں میں سے جسکو ادا کرلے گا نذر پوری ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص پیادہ پا حج یا عمرہ کرنیکی نذر کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو اپنے مکان سے مکہ مکرمہ تک پیادہ پا جانا ضروری ہے اور حج میں طواف زیارت کے بعد اور عمرہ میں سعی کے بعد اس کو سوار ہو جانا جائز ہو جائے گا۔ اگر اسکے خلاف کریگا یعنی پورا راستہ یا اسکا اکثر حصہ سواری پر قطع کریگا تو اس کو ایک قربانی کرنی ہوگی (عالمگیریہ)

اگر کوئی شخص مکہ معظمہ یا کعبہ شریفہ تک پیادہ پا جانے کی نذر کرے تو یہ نذر لغو ہو جائے گی یعنے اس پر حج یا عمرہ واجب نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں حجۃ الاسلام دو دفعہ کرنے کی نذر کرتا ہوں تو اسکی یہ نذر لغو ہو جائیگی حجۃ الاسلام ایک بار سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص ایک ہی سال کئی حج کرنیکی نذر مانے تو جتنے حجوں کی نذر کریگا سب اسپر لازم ہو جائینگے مگر ایک سال میں ایک ہی حج کرنا ہوگا۔

اگر کوئی شخص مثلاً ایک سال میں تیس حجوں کی نذر مانے اور اپنے بدلے تیس آدمیوں کو ایک ہی سال میں حج کرنیکے لئے بھیجدے تو اگر حج کا زمانہ آنے سے پہلے وہ خود حج کرنے سے معذور ہو گیا یا مرگیا تو وہ کل حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے اور اگر حج کے زمانہ میں وہ صحیح وتندرست رہا کہ خود حج کرسکتا ہے تو انتیس حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے۔ ایک حج نہ ہوگا۔ اور یہ ایک حج جب خود ہی کرے گا تب ادا ہوگا۔

اگر کوئی نذر کا حج کرنے جائے اور ابھی تک اس نے حجۃ الاسلام سے فراغت نہ کی ہو اور اس کی فرضیت کے شرائط اس میں پائے جاتے ہوں تو اسی حج نذر کے ضمن میں حجۃ الاسلام بھی ادا ہو جائے گا بشرطیکہ اس کی نیت کرے ورنہ جیسی نیت کرے گا ویسا ہی ہوگا (عالمگیری)

متفرق مسائل

(۱) اگر وقوف عرفات کے بعد کچھ لوگوں کی شہادت سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ آج آٹھویں تاریخ ہے تو یہ شہادت مان لینی چاہیے اور دوسرے دن نویں تاریخ کو پھر وقوف کرنا چاہیے اور اگر دسویں تاریخ کو شہادت گزرے کہ جس دن وقوف کیا گیا وہ آٹھویں تاریخ تھی تو یہ شہادت قبول نہ کی جائے گی اور وقوف صحیح ہو جائے گا اور اگر آٹھویں تاریخ کو اس بات کی شہادت گذر جائے کہ آج نویں تاریخ ہے تو اس صورت میں اگر امام اور اکثر حاضرین وقوف عرفات کر سکیں تو شہادت مان لی جائے۔ اور اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو شہادت نہ مانی جائے اور جو لوگ شہادت دیتے ہیں ان کو بھی یہی حکم دیا جائے گا کہ تمام لوگوں کے ہمراہ تم بھی وقوف کرو اور اگر وہ لوگ اس کے خلاف کریں گے اور اپنی شہادت کے موافق عمل کریں گے اور لوگوں کی رفاقت چھوڑ دیں گے تو ان [illegible] (تبیین الحقایق)

حاصل یہ کہ جس صورت میں شہادت کے مان لینے سے کل لوگوں یا اکثر لوگوں کا حج فوت ہوتا ہو اس صورت میں شہادت نہ قبول کی جائے گی اور جس صورت میں کسی کا حج فوت نہ ہوتا ہو یا ہوتا ہو تو تھوڑے سے آدمیوں کا تو اس صورت میں شہادت قبول کی جائے گی (عالمگیریہ)

(۲) اگر کوئی عورت حج کے زمانہ سے بہت پیشتر احرام باندھ لے اور اس کے شوہر نے اجازت بھی دیدی ہو تب بھی شوہر کو اختیار ہے کہ اس کا احرام تڑوا دے ہاں اگر اس نے کچھ تھوڑے دنوں زمانہ حج سے پیشتر احرام باندھا ہو تو پھر نہیں تڑوا سکتا۔

Marfat.com

(۳) لونڈی غلام نے اگر بغیر اجازت اپنے مالک کے احرام باندھ لیا ہو تو مالک ان کا احرام توڑوا سکتا ہے اور اس صورت میں وہ لونڈی غلام محصر سمجھے جائینگے احصار کی قربانی اور حج کی قضا انھیں کے ذمہ ہوگی جس کو وہ بعد آزاد ہونے کے بجا لائیں اور اگر مالک اجازت دے چکا ہو تب بھی اس کو اختیار احرام توڑوا دینے کا ہے۔ مگر اس صورت میں احصار کی قربانی مالک کے ذمہ ہوگی۔ مگر اجازت دے چکنے کے بعد احرام کا توڑوا دینا مکروہ ہے۔

(۴) لونڈی غلام کا خرید و فروخت کرنا بحالیکہ وہ احرام باندھے ہوئے ہوں جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے چاہے ان کو احرام پر باقی رہنے دے چاہے توڑوا دے۔

(۵) جب مالک اپنی لونڈی غلام کا یا شوہر اپنی بی بی کا احرام توڑوانا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ احرام توڑنے کے لیئے ایسا فعل کرے جس کی جنایت کم ہو۔ مثل ناخون کتروا دینے یا بال کتروا دینے وغیرہ کے۔

(۶) حج فرض اطاعت والدین سے بہتر ہے۔

(۷) کعبہ مکرمہ کی پوشش اور آب زمزم کا تبرکاً اپنے وطن سے جانا مستحسن ہے۔

حق تعالیٰ کی مدد سے علم الفقہ میں حج کا بیان ختم ہوگیا، اب روضہ
مقدس جناب عرش اشتباہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی زیارت کا بیان کیا جاتا ہے
جس سے اکثر فقہ کی کتابیں خالی ہیں اور یہ بسط و تفصیل
تو شاید کسی کتاب میں ہو۔!

ومنہ الاعانتہ

Marfat.com

سرورِ انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی

زیارت باسعادت کا بیان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حامداً ومصلیاً

حج کا بیان ختم کرنے کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا، کیونکہ حج اگر فرض ہے تو یہ زیارت واجب ہے جیسا کہ ہمارے آئندہ بیان سے بخوبی واضح ہوگا۔ ہمارے فقہا نے اگرچہ اس مقام پر بہت اختصار سے کام لیا ہے مگر میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں اس بیان کو بھی بسط کے ساتھ زیب رقم کروں، کیا عجب کہ پسند بارگاہ کریم وہاب ہوجائے اور اس آشفتہ روزگار کی نجات کا وسیلہ بنجائے کیونکہ یہ اس کے محبوب کا ذکر ہے اگرچہ ان کی شان رفیع کے شایاں نہیں نہ صورۃً نہ معنیً مگر تاہم بہت کچھ امید ہے حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل رائیگاں نہیں ہوتا، ان کے دروازے سے کوئی سائل محروم نہیں لوٹتا ہے

اِلٰی بَابِہِ الْعَالِیْ مَدَدْتُ یَدَ الرَّجَا ۔۔۔ وَمَنْ جَاءَ نَحْوَ الْبَابِ لَا یَخْشٰی الرَّدَا

میں اس بیان میں سب سے پہلے مختصراً کچھ فضائل مدینۂ منورہ کے بیان کرونگا اسکے بعد پھر اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے گی کہ زیارت روضۂ اقدس واجب ہے یا سنت اور اس کے بعد زیارت کا طریقہ اور اس کی دعائیں لکھوں گا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

عہ ترجمہ میں نے انکے بلند دروازہ کیطرف امید کا ہاتھ پھیلا یا ہے۔ اور جو شخص اس دروازہ میں آیا نامراد ہونے کا خوف نہ رہا

مدینۂ منورہ کے فضائل

اگر در مکہ مقام ابراہیم است ۔۔۔ بہ مدینہ آ کہ مقام محمدؐ است

اینجا بیا کہ مہبط اسرار ایزدی ست ۔۔۔ اینجا بیا کہ مشرق نور محمدی ست
اینجا بیا کہ نور یقین جلوہ می کند ۔۔۔ خوشوقت آن کسیکہ باین نور مہتدی ست
اینجا نزول مائدۂ عیش دائمی ست ۔۔۔ اینجا وصول فائدۂ فیض سرمدی ست
اے در حجاب ظلمت شک این طرف بیا ۔۔۔ تا بنگری بچشم کہ دین دین احمدی ست

مدینۂ منورہ کا تقدس اور اس کی عظمت شان صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ بہترین انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا اور اب ان کا مدفن ہے یہ ایک ایسی بڑی فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو نصیب نہیں اور کوئی دوسری فضیلت کیسی ہی کیوں نہ ہو اس کی ہمسری کسی طرح نہیں کر سکتی ہے

ای خوش آن سرزمین کہ منزل تست ۔۔۔ یا بر این جا گذار محمل تست
ہر کجا بہ گذری چو باد بہار ۔۔۔ نہ بہ جز شمیم مشک تتار
ردی مجنون بر آن زمین او لے ۔۔۔ کہ بود پائے ناقۂ لیلے

مدینۂ منورہ کے نام احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں یہ بھی ایک شعبہ اسکی فضیلت کا ہے منجملہ ان کے چند نام یہاں لکھتا ہوں طابہ طیبہ طیبۃ طائبہ علماء نے لکھا ہے کہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینۂ منورہ نہایت پاک اور پاکیزہ مقام ہے نجاسات معنوی یعنی شرک و کفر سے بھی پاک ہے اور نجاسات ظاہری سے بھی بری ہے اور وہاں کی در و دیوار اور ہر چیز یہاں تک کہ مٹی میں بھی نہایت لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبودار چیز میں پائی نہیں جاتی اس خوشبو کا ادراک اکثر اہل ایمان کرتے ہیں خاصکر وہ لوگ جن کے دل حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی محبت سے لبریز ہے اس خوشبو دلربا کیفیت سے خوب واقف ہیں۔ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینۂ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے جو مشک عنبر میں ہرگز نہیں۔ شیخ ابو عبداللہ عطار کا شعر ہے کہ

Marfat.com

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کو بے خوشبو کہے یا وہاں کی ہوا کو خراب کہے وہ واجب التعزیر ہے، اسے قید کر دینا چاہیے یہاں تک کہ صدق دل سے توبہ کرے۔ ارض اللہ، دار الہجرۃ۔ بیت رسول اللہ، حرم رسول اللہ، محبوبہ، حسنہ اور بھی بہت سے نام ہیں جو علمائے نے ذکر کیے ہیں سب سے زیادہ مشہور نام مدینہ ہے۔ احادیث میں مدینہ منورہ کے فضائل بہت وارد ہوئے ہیں، اس مقام پر صرف چند حدیثیں صحیح صحیح لکھی جاتی ہیں۔

(۱) جب شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں، اس وقت وہاں کی آب و ہوا نہایت ناقص و خراب تھی اکثر وبائی بیماریاں رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ آتے ہی سخت بیمار ہو گئے تو اس وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے جیسا کہ ہم لوگوں کو مکہ سے محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اے اللہ ہمارے صاع اور مد میں برکت دے اور مدینہ کی آب و ہوا کو درست کر دے اور اس کا بخار جحفہ کی طرف بھیج دے (صحیح بخاری)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ سے اس قدر محبت تھی کہ جب کہیں سفر میں تشریف لیجاتے تو لوٹتے وقت جب مدینہ منورہ قریب رہ جاتا اور وہاں کی عمارتیں دکھائی دینے لگتیں تو حضرت اپنی سواری کو کمال شوق میں تیز کر دیتے اور فرماتے کہ یہ طابہ آگیا (صحیح بخاری)، اور اپنی چادر مبارک اپنے شانۂ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں۔ صحابہؓ میں جو کوئی بوجہ گرد و غبار کے اپنا منہ بند کرتا تو آپ منع کرتے اور فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفا ہے (جذب القلوب)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئیگا جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے (صحیح بخاری)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا گذر ہر شہر میں ہوگا مگر مکہ مدینہ میں نہ آنے پائے گا۔ فرشتے ان شہروں کی حفاظت کریں گے۔

Marfat.com

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہیکہ مدینہ برُے آدمیوں کو اسطرح نکالدیتا ہے جیسے لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے (صحیح بخاری)

یہ خاصیت مدینۂ منورہ میں ہر وقت موجود ہے چنانچہ منقول ہیکہ حضرت عمر بن عبد العزیز جب مدینۂ منورہ سے شام آنے لگے تو بہت خائف تھے اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ نخشی ان نکون ممن نفتہ المدینۃ یعنی ہمکو خوف آتا ہیکہ کہیں ہم ان لوگوں میں تو نہیں ہیں جنکو مدینہ نکالدیتا ہے اور خاصکر اس خاصیت کا ظہور قیامت کے قریب بہت اچھے طور پر ہوگا۔ تین مرتبہ مدینۂ منورہ میں زلزلہ آئیگا کہ جس قدر بد باطن لوگ اسوقت وہاں پناہ گزیں ہوے ہوں گے نکل جائیں گے۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے چلنے لگے تو دعا کی کہ اے پروردگار اگر تو مجھے اس شہر سے نکالتا ہے جو تمام مقامات سے زیادہ مجھے محبوب ہے تو اس مقام میں مجھے لیجا جو تمام شہروں سے زیادہ تجھے محبوب ہو۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سے یہ بات ہوسکے کہ مدینہ میں مرے اس کو چاہیئے کہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرجائے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دونگا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں کو میری شفاعت کی دولت نصیب ہوگی وہ اہل مدینہ ہوں گے بعد اس کے اہل مکہ، بعد اس کے اہل طائف، اسی وجہ سے اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی ہیکہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ خدا کی راہ میں شہید بھی ہوے اور خاصکر مدینۂ منورہ میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدفون ہوے اسی وجہ سے امام مالک حج کرنے کے لیئے صرف ایک بار گئے اور حج کرکے فوراً مدینہ منورہ واپس آگئے کبھی مدینۂ منورہ سے باہر نہیں گئے کہ مبادا مدینہ سے باہر موت نہ آجائے تمام عمر مدینہ میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

Marfat.com

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اور وہی میرا مدفن ہے اور وہیں سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا جو شخص میرے پڑوسیوں (یعنی اہل مدینہ کے حقوق کی حفاظت کریگا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اسکے ایمان کی گواہی دوں گا۔ دوسری حدیث میں آیا ہیکہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کریگا وہ ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) مدینہ کی خاک پاک میں اور وہاں کے میوہ جات میں حق تعالیٰ نے تاثیر شفا ودیعت فرمائی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ایک مقام ہے وادی بطحان وہاں کی مٹی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرض تپ میں تجویز فرماتے تھے اور فوراً ہی شفا ہوتی تھی اکثر علمائے اس مٹی کے متعلق اپنا تجربہ بھی لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں مدینۂ منورہ میں مقیم تھا میرے پیر میں ایک مرض سخت پیدا ہو گیا کہ تمام اطبا نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اس مرض کا آخری نتیجہ موت ہے، صحت دشوار ہے، میں نے اسی خاک پاک سے اپنا علاج کیا تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہو گئی، اسی قسم کی خاصیتیں وہاں کی کھجوریں بھی رکھی ہیں اور لوگوں نے تجربہ بھی کیا ہے اگرچہ بعد ثابت ہو جانے اس امر کے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ کسی کے تجربہ کی کچھ حاجت نہیں یہ تو شفائے جسمانی ہے اہل ایمان تو وہاں کی خاک پاک میں شفائے روحانی کا یقین رکھتے ہیں۔

(۱۰) منجملہ فضائل مدینہ منورہ کے یہ ہے کہ وہاں مسجد شریف نبوی ہے جو آخر مساجد انبیاء ہے اور مسجد قبا جو دین اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے اور جس کی تعریف قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور اس کو مسجد تقوٰے کا لقب دیا گیا ہے۔

مسجد نبوی کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں، جس مسجد میں حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اس کی تعمیر اپنے اہتمام سے فرمائی اور اس کو اپنی مسجد فرمایا اس کی فضیلت اور بزرگی کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز میری مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے اور کسی مسجد میں ہوں سوا کعبۂ مکرمہ کے اور نیز فرمایا کہ لوگوں کو کسی مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں سوا ان تین مسجدوں کے۔ میری مسجد اور مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔

مسجد قبا کے فضائل بھی بہت ہیں۔ حضرت سرور عالم ہفتہ میں ایک بار ضرور وہاں تشریف لیجاتے تھے، کبھی سوار ہو کر کبھی پیادہ پا (صحیح بخاری)

(۱۱) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر یعنی (روضہ مقدس) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے اور میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض کے اوپر ہوگا۔

علماء نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے ہیں مگر صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ خطۂ پاک جو روضۂ اقدس اور منبر اطہر کے درمیان ہے بعینہٖ اٹھ کے جنت الفردوس میں چلا جائیگا جس طرح کہ دنیا کے تمام مقامات برباد ہو جائینگے، اس مقام مقدس پر کوئی آفت نہ آئیگی۔ یہی مطلب ہے اس کے باغ ہونے کا منجملہ باغات بہشت کے، اور حضرت کا منبر عالی قیامت میں از سر نو اعادہ کیا جائے گا جسطرح کہ آدمیوں کے بدنوں کا ہوگا، پھر وہ منبر آپکے حوض پر نصب کر دیا جائے گا۔

(۱۲) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اسمیں کوئی نئی بات (ظلم و معصیت کی) کیجائے جو شخص اسمیں نئی بات کریگا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت، علماء نے اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کے لیئے بھی حرم ہے جس طرح مکہ کے حرم میں جدال و قتال اور درخت کاٹنا، شکار کرنا منع ہے اور ان افعال کے ارتکاب سے جزا لازم ہوتی ہے اسیطرح مدینہ منورہ کے حرم میں بھی یہ امور ممنوع ہیں اور انکے ارتکاب سے جزا ؎ واجب

؎ یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے جدید قول میں وہ اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ جزا واجب نہیں ہوتی۔ رد المحتار۔

Marfat.com

ہوتی ہے انھوں نے مدینہ کے حرم کی بھی ہر جانب سے تحدید کی ہے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مدینہ کے لیے حرم نہیں ہے اس حدیث میں صرف مدینہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے اور وہاں ظلم و بدعت کا سد باب منظور ہے دلائل اسکے کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

(۳۱) تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقدس حصہ جو جسم اطہر نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے متصل ہے تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ بلکہ عرش عظیم سے بھی اب اسکے بعد اختلاف ہے کہ آیا مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ صحیح یہ ہے کہ کعبہ کو چھوڑ کر مکہ کے باقی حصہ پر مدینہ کا باقی حصہ افضل ہے، حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہؓ کا یہی مسلک ہے، احادیث صحیحہ سے بھی اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے، علماء محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

امام مالک اپنے مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور زجر و انکار کے عبداللہ بن عباس مخزومی سے کہا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انھوں نے کہا مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے اس وجہ سے میں اس کو افضل کہتا ہوں، حضرت عمر نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انھوں نے پھر وہی کہا کہ مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے، حضرت عمر نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اسکے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا، کئی بار حضرت عمرؓ نے اس کلام کی تکرار فرمائی اور چلے گئے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کو مستثنیٰ کرکے مدینہ کو مکہ سے افضل کہتے تھے، اور یہی حق ہے۔

زیارت روضۂ مقدسہ کے فضائل اور اس کا حکم

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سرمایہ سعادت دنیا و آخرت ہے اور اہل ایمان و محبت کا مقصد اصلی اور حقیقی غایت اس کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں، قسم ہے رب العرش کے عزت و جلال بے زوال کی کہ اگر اس زیارت

نیں کچھ بھی ثواب نہ رکھا جاتا اور اس کا معاوضہ آخرت میں کچھ بھی نہ دیا جاتا تب بھی مشتاقان بے دل کی یہی حالت ہوتی اور حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کا کلمہ پڑھنے والے اسوقت بھی اسی طرح مہینوں بلکہ برسوں کا سفر اختیار کرکے دشوار گذار راستوں سے عبور کرکے فوج کی فوج اس آستانہ عالی کی زیارت کے لیئے آتے ان کے مصائب سفر اور تمام تکالیف کا یہی معاوضہ بس ہے کہ روضۂ محبوب کی زیارت نصیب ہو جائے اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ کی جبہ سائی کی دولت مل جائے ؎

سَلَامٌ عَلَىٰ اَنْوَارِ طَلْعَتِكَ الَّتِيْ ۔ اُعِيْشُ بِهَا شُكْرًا وَّاَفْنِيْ بِهَا وَجْدًا
لَعَلَّكَ اِنْ تَعْطِفْ عَلَيْنَا بِنَظْرَةٍ ۔ تَرٰى مَا اَسَرَّ الْوَجْدُ وَمَا اَبْدَا
وَاَنْتَ مَلَاذُ الْعَبْدِ يَا غَايَةَ الْمُنٰى ۔ وَيَا سَيِّدًا قَدْ سَادَ مَنْ جَاءَ عَبْدًا
وَاَنْتَ مُرَادِيْ وَاَنْتَ وَسِيْلَتِيْ ۔ فَيَا حَبَّذَا اَنْتَ الْوَسِيْلَةُ وَالْقَصْدَا

مگر اس بارگاہ رحمت کرامت کی فیاضی کا مقتضے ہے کہ جو لوگ اس آستانہ عالی کی زیارت کیلیئے جاتے ہیں ان کے لیئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بیمثال روضۂ سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر دوچار حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیئے میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لیئے آئے اور میری زیارت کے سوا اسکو کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری ہے کہ میں قیامت کے دن اسکی شفاعت کروں

؎ ترجمہ:۔ یارسول اللہ آپ کے روئے مبارک کے انوار پر سلام ہو جنکی وجہ سے میں شکر کرکے زندہ رہتا ہوں اور ان کے سبب سے وجد میں آکر فنا ہو جاتا ہوں کاش اگر آپ ہماری طرف ایک نظر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ محبت نے ہمارے ظاہر و باطن میں کیا حالت پیدا کی ہے ٭ اور اے تمام مقاصد کی غایت آپ (اپنے) غلام کی جائے پناہ ہیں ٭ اور اے ایسے سردار کہ جو غلام آپ کے پاس آیا وہ سردار بن گیا ٭ اور آپ ہی میرے مطلوب اور میرے وسیلہ ہیں ٭ بس کیا اچھے آپ وسیلہ ہیں اور کیا اچھے مقصود رہیں ۱۲ ۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہےکہ جو شخص حج کرے پھر بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جسنے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہےکہ جو شخص قصد کرکے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں سے مرجائے گا اسکو اللہ قیامت کے دن بیخوف لوگوں میں اٹھائے گا۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کریگا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی، اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں (سنا جائے گا)

احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریحہ موجود ہیں جو زیارت قبر اقدس واطہر کی ترغیب دیتے ہیں منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا[1] ترجمہ:- اور اگر وہ لوگ جبکہ اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے (اے نبی) تمہارے پاس آتے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول (یعنی تم بھی) ان کے لیے استغفار کرتے تو بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے، اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کے پاس جانا اور ان سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے اور انبیا علیہم السلام کے لیے حیات ابدی کا ثبوت

---

[1] یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر تمام مسلمانوں کا متفقہ اصول ہے کہ آیت اپنے مورد نزول کے ساتھ خاص نہیں رہتی ۱۲

[2] انبیاء علیہم السلام کی حیات میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے، سب اس امر کے قائل ہیں کہ انبیا علیہم السلام بعد وفات کے زندہ ہوجاتے ہیں اور وہ زندگی اس دنیاوی زندگی سے بدرجہا کامل اور فائق ہوتی ہے احادیث صحیحہ بھی اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:- الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون ترجمہ:- انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث اور واقعات ہیں مثلاً حضرت موسیٰ کا اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دینا اور حضرت سعید بن مسیب کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس سے آواز اذان کی سننا جیسا کہ مدینہ بد عمیم باقی برصفحہ ۱۱

تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن و احادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے لہذا یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ فضیلت صرف اسی زمانہ کے لوگوں کو نصیب ہو سکتی تھی اب اس کا وقت جاتا رہا۔

حافظ ابن کثیر محدث اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں میں مدینہ منورہ گیا اور قبر شریف کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولو انھم الایۃ لہذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور آپ کو اپنا شفیع بنانیکے لیے آیا ہوں یہ کہکر وہ بہت رویا اور اس نے ولولۂ شوق میں دو شعر عرض کیے کہ اس میں کا ایک یہ ہے [ع۱]:-

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ ∴ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم۔ محمد بن حرب کہتے ہیں اس اعرابی کے لوٹ جانیکے بعد میں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اس اعرابی سے جاکر ملو اور اسکو بشارت دو کہ اللہ نے تیرے گناہ میری شفاعت سے بخشدیئے اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ زیارت قبر شریف کا کیا حکم ہے یعنی وہ سنت ہے یا واجب علمائے محققین اکثر [ع۲] وجوب کے

باقی حاشیہ از صفحہ ۸۷ ع زمانہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں نماز اور اذان نہیں ہوئی مگر اس میں اختلاف ہے کہ انبیا علیہم السلام کا قیام قبروں میں رہتا ہے یا قبر سے منتقل ہو کر آسمان پر رہتے ہیں محققین اس امر کے قائل ہیں کہ ان کا قیام قبروں میں رہتا ہے اور ان کی قبر باعتبار رتبہ کے اور نیز باعتبار آسائش کے آسمان وغیرہ سے بدرجہا افضل ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص حضرت کی قبر شریف کے پاس جاکر سلام کرتا ہے حضرت خود اس کا جواب دیتے ہیں بخوف طوالت اس بحث کو بڑھایا نہیں جا سکتا۔ اکثر علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بہت کچھ لکھدیا ہے ۱۲ (ملاحظہ کریں)

ع۱ ترجمہ: میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ رہتے ہیں اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے ۱۲۔

ع۲ اکثر علمائے حنفیہ اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے وہ قریب واجب کے ہیں اور بعض علما اس زیارت کے واجب ہونیکے قائل ہیں۔ شارح لباب المناسک فی الدرۃ المضیۃ میں اور فقیہ خیر الدین رملی نے منح کے حاشیہ میں اور علامہ شامی نے اور کتابوں میں اسی قول کو نقل کیا ہے اور راقم ناچیز بھی اسی قول کو قوی اور اختیار کرنے کے لیے اولی سمجھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

Marfat.com

قائل ہیں اور احادیث سے انھیں کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا اسی مضمون کی اور بھی احادیث ہیں اور تمام علمار کا سلف سے آج تک تارکین زیارت پر رد و قدح کرنا اور ترک زیارت کو معیوب سمجھنا بھی اسی امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ زیارت کو واجب سمجھتے تھے ورنہ سنت یا مستحب کے ترک پر ایسے[1] سخت کلمات کا استعمال جیسے تارکین زیارت پر ان لوگوں نے کیا ہے نہیں ہوا۔ علاوہ ان سب کے سلف صالحین کا صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس زیارت باسعادت کے لیئے اہتمام کرنا اور اس پر سخت التزام رکھنا اس کے وجوب کی طرف صریح اشارہ کر رہا ہے۔

حضرت بلال مؤذن کا خاص زیارت روضۂ اقدس کے لیئے شام سے مدینہ منورہ آنا بہت مشہور واقعہ اور صحیح روایت ہے۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت بلال رضی شام سے مدینہ آئے اور انھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت سرور انبیار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ تم کبھی ہماری زیارت کو نہیں آتے یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال وہاں سے چل دیئے جب روضۂ مقدسہ پر پہونچے تو بہت روئے پھر حسنین رضی اللہ عنہما کے کہنے سے انھوں نے آذان دی جس سے ایک قیامت برپا ہوگئی اور آنحضرت کی وفات کا غم از سر نو تازہ ہوگیا اشہد ان محمد پر پہنچ کر ان کی [illegible]

[1] احادیث میں تارک زیارت کے لیئے وعید وارد ہوئی ہے اور زیارت [illegible] وعید نہیں وارد ہوتی وعید صرف تارک واجب پر ہوتی ہے احادیث میں زیارت [illegible] زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس حدیث پر اگرچہ بعض لوگوں نے جرح کی ہے [illegible] سے مروی ہے اور اس وجہ سے اس کے حسن ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا اور حدیث [illegible] استدلال ہے اس سے احکام شرعیہ کا اثبات کیا جاتا ہے مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنوی نے کتاب [illegible] میں ان احادیث کو لکھا ہے اور ان کی سندیں بیان کی ہیں اور ان کا حسن ہونا ثابت کیا ہے اور محدثین سے ان کے حسن ہونے کی تصریح نقل کی ہے ۱۲۔

بغیر اذان تمام کیئے اتر آئے۔

حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے اور کعب احبار مسلمان ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اے کعب کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور سرورِ انبیاء کی زیارت کرو چنانچہ کعب احبار ان کے ہمراہ خاص زیارت کیلئے مدینہ منورہ آئے پھر حضرت عمر نے مدینہ پہنچکر سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ روضۂ مقدس پر حاضر ہوئے اور حضرت رحمۃ للعالمین کی جناب میں بہ تمام ادب سلام عرض کیا۔

حضرت ابن عمر کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے آتے تو سب سے پہلے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوکر جناب نبوی میں سلام عرض کرتے امام مالک اپنے مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ نافع سے کسی نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمر قبر شریف کے پاس کھڑے ہوکر سلام عرض کرتے تھے انھوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اور سو بار سے زیادہ دیکھا ہے وہ قبر شریف پر کھڑے ہوکر یہ کہتے تھے کہ السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجا کرتے تھے خاص اسلیئے کہ وہ ان کا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچا دے اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعین کا تھا۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اس کے لیئے کتنا اہتمام کرتے تھے اور حقیقت مومن کے لئے حق سبحانہ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کون دولت اور نعمت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس قبۂ نور کی زیارت کرے اور اس کس بیکساں تکیہ گاہ ہر دو جہان کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اس کے جواب سے مشرف ہوئے

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس نعمت عظمیٰ کا لطف اس شخص سے پوچھیئے جسکی قسمت نے یاری کی اور اس شربت کی چاشنی اسکو مل چکی ہو اور خدا نے اس کو قلب سلیم اور ایمان کیساتھ درد و محبت سے ممتاز فرمایا ہو اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ بعض لوگ اس زیارت با سعادت کو یا اسکے لیئے سفر کرنیکو ناجائز

کہتے ہیں اور اپنی خوش فہمی سے اس پر نازاں ہیں سنا ہے کہ بعض لوگ حج کر کے اپنے وطن کو لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے، ہائے افسوس اس سے زیادہ محرومی اور کیا ہوگی۔
اگر علمائے سلف میں سے کسی کو غلط فہمی ہوگئی اور بطور خطائے اجتہادی کے وہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ اس زیارت مقدسہ کے لیے سفر ناجائز ہے تو خدا غفور و رحیم ہے امید ہے کہ بخشدے کیونکہ وہ خطائے اجتہادی پر مواخذہ نہیں کرتا لیکن بعد ظاہر ہو جانے اسکی خطا کے اسکی تقلید کرنا البتہ ایک سنگین جرم ہے جو کسی طرح قابل معاف کرنے کے نہیں۔

ع ۵ علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس امر کے قائل تھے کہ اس زیارت مقدسہ کیلئے سفر ناجائز ہے وہ بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ترجمہ۔ کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی اس حدیث کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ان مساجد کے سوا کسی اور مقام کی زیارت کیلئے سفر کرنا جائز نہیں مگر اس حدیث سے انکا استدلال کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کیلئے سفر نہ کیا جائے قاعدہ نحوی بھی اسی کا مقتضی ہے کیونکہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہوتا تو وہاں وہی چیز مستثنیٰ منہ مانی جاتی ہے جو مستثنیٰ کی ہمجنس ہو پس یہاں مستثنیٰ مساجد ثلاثہ ہیں۔ لہذا مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی کے قبیل سے ہونا چاہیئے، پس اس حدیث سے اگر عدم جواز ثابت ہوگا تو ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لیے سفر کرنیکا نہ کہ زیارت قبر سید المرسلین یا اور صلحائے امت کے قبور متبرکہ کی زیارت کے لیے سفر کرنے کا مثلاً کوئی شخص دہلی کی جامع مسجد کی زیارت کے لیے سفر کر کے آئے تو یہ ناجائز ہوگا۔ اور اگر حضرت خواجہ باقی باللہ رح کی قبر کی زیارت کے لیے آئے تو ناجائز نہ ہوگا، یہی مطلب اس حدیث کا بیان کیا ہے اکثر علمائے حدیث نے مثل شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے اور اسی مطلب کی تائید مسند امام احمد کی حدیث سے ہوتی ہے وہ اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں لا ینبغی للمصلے ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی۔ ترجمہ۔ نماز پڑھنے والے کو زیبا نہیں کہ سوا کعبہ اور بیت المقدس اور میری مسجد کے کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرے، لیجئے اب تو کوئی جھگڑا ہی نہ رہا حدیث کی شرح خود حدیث سے ہوگئی۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ بخاری کی حدیث سے زیارت قبر اقدس سرور انبیاء کے لئے سفر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، حاشا ثم حاشا کوئی ذی علم منصف ایسی بات نہیں کہہ سکتا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ سوا ان

Marfat.com

زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب

(۱) جو کوئی حج کرنے جائے اس کو چاہیئے کہ اگر حج فرض ہو تو پیشتر حج سے فراغت کرلے پھر زیارت کیلئے جائے اور اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے چاہے پہلے زیارت کرلے بعد اسکے حج کرے چاہے پہلے حج کرلے بعد اسکے زیارت کو جائے یہ سب صورتیں اس حالت میں ہیں کہ جب حج کے لئے جانے کا راستہ مدینہ منورہ کی طرف سے نہ ہو اگر جانیکے راستہ ہی میں مدینہ منورہ ملتا ہو جیسے اہل شام کہ وہ مکہ آنا چاہیں تو پہلے ان کو مدینہ منورہ ملیگا تو ایسی حالت میں خواہ مخواہ حج سے پہلے زیارت کرنا چاہیئے خواہ حج فرض ہو یا نفل کیونکہ باوجود اس قدر قرب کے پھر زیارت کا ترک کردینا نہایت بدبختی اور قساوت قلبی کی دلیل ہے۔ (ردالمختار)

(۲) زائر کو چاہیئے کہ جب زیارت کیلئے چلے تو یہ نیت کرے کہ میں قبر اقدس و اطہر اور مسجد انور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہوں غرض یہ کہ اس سفر کے دونوں مقصود ہوں زیارت قبر شریف بھی اور زیارت مسجد شریف بھی (درمختار وغیرہ)

بقیہ حاشیہ از صفحہ ص۹۱ — تین مسجدوں کی زیارت کے اور کسی کام کے لئے سفر جائز نہیں تو چاہیئے کہ طلب علم اور کسب معاش اور ملاقات احباب اعزہ بلکہ حج کرنیکے لئے بھی سفر ناجائز ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں علاوہ اس کے زیارت قبر اقدس کے لئے صحابہ کا سفر کرکے آنا اور دوسرے کو اس زیارت کے لئے سفر کرنیکی ترغیب دینا جیسا کہ حضرت بلال اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کیا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو علامہ ابن تیمیہ یا ان کے ہم خیال لوگوں نے سمجھا ہے، پھر خاص احادیث نبوی جو ترغیب زیارت کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور تارک زیارت کے لئے وعید احادیث میں وارد ہوئی ہے اس کا کیا جواب دیا جائے گا۔ علامہ لکھنوی مولانا شیخ محمد عبدالحیؒ سے اور بعض علمائے عصر سے اس مسئلہ میں بہت زور شور سے مناظرہ ہوا تھا جسمیں علامہ موصوف نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مقلدین کی پوری تشفی کردی ہے اور ان کے تمام شبہات کا کافی جواب دیا ہے اس معرکہ میں ان کی آخری کتاب السعی المشکور فی رد المذہب الماثور اردو زبان میں چھپ چکی ہے جو نہایت نفیس کتاب ہے آجتک دوسری طرف سے اس کا جواب نہیں ہوا جس کو اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق منظور ہو اس کتاب کو دیکھے ۱۲۔

ع ۵ یہی ہمارے فقہا کا مختار ہے اور حافظ ابن صلاح اور امام نووی نے اسی کو ترجیح دی ہے اسمیں دوہرا ثواب ملیگا

(۳) جس وقت سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرے اپنے ذوق و شوق کو ترقی دے اور اپنے دل کو بشارت دے کہ انشاء اللہ عنقریب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہونے والی ہے اور سوا ان خیالات کے اور کسی قسم کے خیالات اپنے دل میں نہ آنے دے اور راہ بھر درود شریف کی کثرت رکھے سوا اوقات نماز کے اور قضائے حاجت کے اسی عبادت عظمیٰ میں مشغول رہے درود شریف سے بہتر کوئی ذریعہ بارگاہ رسالت میں قرب کا نہیں ہے اور درود شریف کی کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال بے مثال کی زیارت نصیب ہوتی ہے خصوصاً مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر درود شریف کی کثرت کرنا چاہیے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو اسی کام پر مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی زیارت کیلئے آنے والا درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتے حضور نبوی میں جا کر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا حضرت کی زیارت کے لئے آتا ہے اور حضرت اپنے پہنچنے سے پہلے یہ تحفہ حضور کے لئے بھیجا ہے خیال کرو کہ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی کہ اس سردار دو عالم کے سامنے تمہارا اور تمہارے باپ کا نام لیا جائے اور تمہارا تحفہ پیش کیا جائے

جاں میدہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو　　در مجلس آن نازنین حرفے کہ از ما می رود

(۴) اثنائے راہ میں جس قدر مقامات متبرکہ ملیں مثلاً وہ مساجد جن میں حضرت سید المرسلین نے نماز پڑھی یا اسی قسم کے مقامات ان سب کی زیارت سے مشرف ہو اور جہاں پہونچے تو وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۵) جب حرم شریف طیبہ مکرمہ قریب آ جائے اور وہاں کی عمارات اور مقامات دکھائی دینے لگیں تو نہایت خشوع اور خضوع اور مسرت اور فرحت کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس

باقی از صفحہ ۹۲ محقق ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں [illegible]
کی زیارت کی نیت کرے پھر جب مدینہ منورہ جائیگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت ہو جائیگی [illegible]
[illegible]

امر کا تصور کرے کہ اب ہم سلطان عالم کی بارگاہ میں پہنچنے چاہتے ہیں اور مقام مقدس کی عظمت و جلال کا خیال پیش از پیش رکھے اور کوئی بات خلاف ادب اپنے سے سرزد نہونے دے یہ وہ وقت ہے کہ جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انکے سینوں میں مشتعل ہوتی ہے اور ایک عجیب وجد وسرور کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ پھران کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اس بے خودی کی حالت میں کبھی کسی سے کوئی بات خلاف شرع بھی صادر ہوجاتی ہے ؎

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم جسم بگذارم سراسر جاں شوم بوئے یار مہربانم می رسد
بوی جانان سوئی جانم میرسد باز آمد آب مادر جوئے ما باز آمد شاہ ما در کوے ما

اور اگر کسی شخص کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ بہ تکلف اپنے اوپر یہ حالت پیدا کرے اور ذوق شوق والوں کی سی صورت بنائے انشاءاللہ اگر کچھ دیر بہ تکلف یہ حالت اپنے اوپر قایم رکھے گا تو پھر خودبخود ایک اصلی کیفیت پیدا ہوجائے گی۔

پھر جب جبل مفرح کے قریب پہونچے تو اسپر چڑھکر عمارات مدینہ منورہ کا مشاہدہ کرلے اور اس شہر مقدس کی زیارت سے اپنی آنکھونکو ٹھنڈک دے، یہ بات ایک ذوق وشوق کی ہے اس کو مسنون نہ سمجھنا چاہیئے۔

پھر جب مدینۂ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بہ خیال ادب اور بہ مقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے جب قبیلۂ عبدالقیس کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوے تھے جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی بغیر اس کے کہ اونٹ کو بٹھلائیں بے اختیار اپنی سواریوں سے نیچے آگئے اور حضرت نے انھیں منع نہیں فرمایا پھر جب حرم شریف مدینۂ منورہ کے اندر داخل ہونے لگے تو پہلے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام باادب عرض کرے بعد اس کے یہ دعا مانگے اللھم ھذا حرم نبیک و

ؒ ترجمہ۔ اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی جگہ ہے پس مجھے اسمیں داخل ہونیکی دولت عنایت کر اور اس کو میرے لیئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان (کا باعث) بنا دے اور مجھے ان لوگوں سے کر جن کو قیامت کے دن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی ۱۲۔

مھبط وحیك فامنن لی بالدخول فیه واجعله لی وقایة من النار وامانا من العذاب واجعلنی من الفائزین بشفاعة المصطفیٰ یوم المآب ۔

(۶) مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونیکے لیے خوب اچھی طرح غسل کرے اور غسل کا کرنا حرم شریف کے باہر ممکن نہو تو بعد داخل ہونیکے زیارت روضۂ اقدس کیلئے جانے سے پہلے غسل کرے اور خوشبو کا استعمال کرے اور عمدہ لباس جو اسکو میسّر ہو پہنے بہتر یہ ہیکہ سفید کپڑے ہوں کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے اور نہایت ادب وحلم ووقار سے مدینہ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا خیال ہر وقت دلمیں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں نے مس کیا ہے اور یہ وہی گلی کوچے ہیں جہاں سرور انبیاء کے اصحاب چلتے پھرتے تھے (رضی اللہ عنہم وارضاہم) درحقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ وہاں آدمی سر کے بل چلے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود　　　سالہا سجدۂ ارباب نظر خواہد بود

(۷) مدینہ منورہ کے اندر پہنچکر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے اور اسکو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے ہاں اگر یہ سمجھے کہ اگر اسباب وغیرہ اچھے طور پر نہ رکھ لیا جائیگا تو اپنا اسباب وغیرہ حفاظت سے رکھکر باطمینان زیارت کیلیے آئے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے یہ دعا پڑھے اعوذ باللہ بسم اللہ السلام علےٰ رسول اللہ السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته اور مسجد شریف میں نہایت ادب اور احترام کیساتھ داخل ہو پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ بات دلمیں ہر وقت رہے کہ یہ مسجد حضرت خاتم الانبیاء کی مسجد ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں سرور انبیاء نماز

عـه بعض جاہل لوگ مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے کے لیے احرام کا لباس پہنتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے احرام کا لباس مکہ معظمہ کے لیے خاص ہے (جذب القلوب) ۱۲ عـه ترجمہ میں (شیطان سے) خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کا نام لیکر داخل ہوتا ہوں، رسول خدا پر سلام ہو۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت مستحب ہے ۱۲۔

Marfat.com

پڑھتے سنتے اور وعظ کہتے تھے۔ اعتکاف کرتے تھے یہاں وحی اترتی تھی جبریل آتے تھے اور مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقرائے مدینہ طیبہ کو دیدے اور مسجد شریف میں پہنچکر اعتکاف کی نیت کرے گو تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے جسکا ثواب بہت زیادہ ہے اور چاہیئے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت اعتکاف کی کر لیا کرے مفت بے مشقت ثواب ملتا ہے اسکو ہاتھ سے نہ جانے دے پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے اور اس نماز میں زیادہ طول نہ دے صرف قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پر اکتفا کرے بعد تحیۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ عظمت و جاہ میں اسکو پہنچایا جسکی آستان بوسی کی تمنا میں بڑے بڑے قدسی جان دیتے ہیں۔

(۱) تحیۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب با عظمت بارگاہ میں جاتا ہوں جسکے سامنے تمام دنیا کے پر جلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو خدا کے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ اے اللہ اس مقام مقدس کے لایق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق دے اور میرے دل اور اعضا کو تمام خلاف ادب باتوں سے محفوظ رکھ سچ یہ ہے کہ بغیر عنایت ایزدی کے اس درگاہ عرش اشتباہ کی شان کے لایق ادب و تعظیم کسی سے ممکن نہیں ایک زائر دلدادہ کہتا ہے ؎

فلما اتینا قبر احمد لاح من * سناہ ضیاء اخجل الشمس والبدرا * وقفنا مقاما اشھد اللہ انہ یذل کسی نا من فرط ھیبتہ الحشاوا۔ غرض جس قدر اسکے امکان میں ہو ظاہر و باطن سے تعظیم و ادب و خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں کی شریعت میں ممانعت ہے مثل سجدہ کرنے زمین پر منہ رکھنے اور کہرا

علے حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تھوڑی دیر کا اعتکاف صحیح نہیں لیکن فضائل میں غیر مذہب پر عمل کر لینا درست ہو بشرطیکہ اپنے مذہب کا کروہ لازم نہ آئے علامہ شامی وغیرہ نے اس کی تصریح کر دی ہے ۱۲ علے ترجمہ جب ہم احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر پہنچے تو ان کے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جسنے آفتاب اور ماہتاب کو شرمندہ کر دیا ۱۱ اور ہم ایسے مقام میں کھڑے ہوے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیبت سے حشر زیادہ دلاتا تھا ۱۲ ۔

Marfat.com

شریف کے بوسہ دینے وغیرہ کے ان امور سے پرہیز کرے اور یہ خوب سمجھ لے کہ ان باتوں میں کچھ بھی ادب نہیں ادب تو فرمانبرداری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی میں ہے ہاں اگر غلبۂ شوق و بیخودی میں کسی سے کوئی بات صادر ہو جائے تو وہ معذور ہے[۵] پھر نہایت ادب کیساتھ نماز کی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھکر سر مبارک کی طرف منھ کرکے اور قبلہ کی طرف پشت کرکے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ اور اس بات کا یقین کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حاضری سے واقف ہیں اور اسکو دیکھ رہے ہیں اور اسکے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسکی دعا پر آمین کہتے ہیں اور نہایت لطف و عنایت اس شخص کے حال پر فرماتے ہیں، اس خیال کو خوب پختہ کرکے نہایت دردناک اور با ادب آواز میں نہایت شوق و ذوق کے ساتھ معتدل آواز سے عرض کرے۔

السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک
یا حبیب اللہ السلام علیک یا نبی الرحمۃ
السلام علیک یا شفیع الامۃ السلام علیک
یا سید المرسلین السلام علیک یا خاتم
النبیین، السلام علیک یا مزمل السلام
علیک یا مدثر السلام علیک وعلی اصولک
الطیبین واھل بیتک الطاھرین الذین
اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا
جزاک اللہ عنا افضل ما جزی نبیا عن قومہ
ورسولا عن امتہ اشھد انک رسول اللہ
قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت
الامۃ واوضحت الحجۃ وجاھدت فی سبیل اللہ

آپ پر سلام ہو اے میرے سردار اے خدا کے رسول
آپ پر سلام ہو اے خدا کے نبی آپ پر سلام ہو اے خدا کے
پیارے آپ پر سلام ہو اے نبی سراپا رحمت آپ پر سلام ہو
اے امت کی شفاعت کرنیوالے آپ پر سلام ہو اے رسولوں
کے سردار آپ پر سلام ہو اے نبیوں کے ختم آپ پر سلام ہو
اے مزمل آپ پر سلام ہو اے مدثر ... سلام ہو آپ پر
پاکیزہ باپ دادوں پر آپکی اہلبیت پاک پر جن سے اللہ
نجاست کو دور کردیا اور ان کو خوب پاک کردیا اللہ آپ کو ہم
سب کیطرف سے جزا دے ان جزاؤں سے بہتر جو اس نے
کسی نبی کو اسکی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اسکی امت کی
طرف سے دی ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول
خدا ہے پیغام پہنچائے اور امانت ادا کردی اور امت کی خیرخواہی کی
اور دین حق کی دلیل روشن کردی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا

ع ۵ علامہ کرمانی نے جو علمائے حنفیہ میں ایک بڑے بزرگ ہیں اس بات کی تصریح کی ہے ۱۲

Marfat.com

حق جهاده واقمت الدين حتى اتاك
اليقين صلى الله عليك وسلم وعلى اشرف
مكان تشرف بحلول جسمك الكريم فيه
صلوٰة وسلامًا دائمين من رب العلمين
عدد ما كان وعدد ما يكون بعلم الله
صلوٰة لا انقضاء لامدها يا رسول الله
نحن وفدك وزوار حرمك تشرفنا بالحلول
بين يديك وقد جئناك من بلاد شاسعة
وامكنة بعيدة تقطع السهل والو
عر بقصد زيارتك لنفوز بشفاعتك
والنظر الى ماثرك ومعاهدك والقيام
بقضاء بعض حقك والاستشفاع بك
الى ربنا فان الخطايا قد قصمت ظهورنا
والاوزار قد اثقلت كواهلنا وانت
الشافع المشفع الموعود بالشفاعة العظمى
والمقام المحمود والوسيلة وقد قال الله
تعالى ولو انهم اذ ظلموا انفسهم
جاءوك فاستغفروا الله واستغفر
لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما
وقد جئناك ظالمين لانفسنا مستغفرين
لذنوبنا فاشفع لنا الى ربك واسئله

اور دین کو مضبوط کر دیا یہانتک کہ آپ کو موت آگئی اللہ
آپ پر صلوٰۃ اور سلام بھیجے اور اس بزرگ جگہ پر جو آپکے
جسم کریم کے حلول سے مشرف ہے ایسے صلوٰۃ سلام جو
رب العالمین کی طرف سے ہمیشہ رہیں ان چیزونکی تعداد کیوافق
جو ہو چکیں اور جو خدا کے علم میں ہونے والی ہیں ایسی صلوٰۃ کہ جسکی
انتہا نہو، یا رسول اللہ ہم آپ کے مہمان اور آپکے حرم کے
زائر ہیں آپ کے سامنے حاضری سے مشرف ہوے ہیں اور
بیشک ہم دور دراز شہروں اور بعید مقامات سے نرم اور
سخت زمین کو قطع کر کے آپکے پاس آپکی زیارت کے ارادے
آئے ہیں تاکہ ہم آپکی شفاعت سے اور آپکی بخششوں اور آپکے
وعدوں اور کسیقدر آپکے حق ادا کرنیسے اور آپکی شفاعت سے
اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب ہوں کیونکہ خطاؤں نے
ہماری پیٹھ کو توڑ ڈالا ہے اور گناہوں نے ہمارے شانونکو بوجھل
کر دیا ہے اور آپ[ع] شافع مقبول الشفاعۃ ہیں جنسے بڑی شفاعت اور
مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے اور بیشک اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر
یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے آپ کے پاس آتے پھر
وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار
کرتے تو بیشک اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے اور ہم آپکے پاس
اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے گناہوں سے استغفار کر کے
آئے ہیں پس آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجیے
اور اس سے دعا کیجیے۔

ع حق تعالی نے قرآن مجید میں حضرت سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ ہم تمہیں اسقدر دینگے کہ تم خوش ہو جاؤ گے یہ بڑی شفاعت
کا وعدہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ہم تم کو مقام محمود میں اٹھائیں گے یہ مقام محمود کا وعدہ ہے ۱۲۔

ان یمیتنا علیٰ سنتک وان نحشرنا فی زمرتک وان یوردنا حوضک وان یسقینا من کاسک غیر خزایا ولا نادمین الشفاعۃ الشفاعۃ الشفاعۃ یا رسول اللہ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔	ہمکو آپکے طریقہ پر موت دے اور ہمارا آپکے گروہ میں حشر کرے اور ہمیں آپکے حوض پر پہنچائے اور آپ کے جام سے ہمیں سیراب کرے اور ہم نہ رسوا ہوں نہ شرمندہ شفاعت کیجئے شفاعت کیجئے یا رسول اللہ اے پروردگار بخش دے ہمکو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ رکھ اے پروردگار ہمارے بیشک تو شفقت کرنیوالا مہربان ہے۔

زیارت کرنیوالے کو چاہئیے کہ جو دعا وہاں پڑھے اس کے معنی ضرور معلوم کرلے، معلمین زیارت جو دعائیں اسوقت پڑھاتے ہیں اگر ان کے معنی نہ معلوم ہوسکیں تو پھر اپنی زبان میں بھی جسوقت جی چاہے عرض معروض کرے اور اپنے ذوق و شوق کو نہ روکے مگر ادب کا خیال بیش از بیش رکھے بعض علما نے لکھا ہے کہ اس مقام مقدس میں زیادہ گوئی بھی خلاف ادب ہے لہذا صرف صلوٰۃ و سلام پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے مگر یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ جو مشتاق دردمند ہزار امیدوں کے بعد اس قدر مصائب سفر برداشت کرکے اپنے حبیب کی خدمت میں پہنچا ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دل کی کیفیت بھی اچھی طرح عرض نہ کرے۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ اس وقت اس سے کہا جائے کہ تو اپنے سوز و شکایت کو دل کے دل ہی میں رکھ جب اپنے عرض و نیاز سے فارغ ہو تو اپنے دوستوں میں سے جس شخص نے عرض سلام کی وصیت کی ہو اس کا سلام حضرت سید المرسلین کی خدمت اقدس میں عرض کردے کہ یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں نے حضور کو سلام عرض کیا ہے حضور اس کے لئے پروردگار بزرگ سے شفاعت کریں، ناظرین میں جو اقبالمند خوش نصیب ہو اور اسکو یہ دولت نصیب ہو اور حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے وہ مشرف ہو اس سے

نہایت التجا کے ساتھ میری وصیت ہے

کہ اس ذرۂ بیمقدار کا سلام بھی اس کے آقائے نامدار کو پہنچادے کہ یا رسول آپکے ادنیٰ غلام

عبدالشکور بن ناظر علی نے حضور کی جناب میں سلام عرض کیا ہے اور آپ کے لطف و کرم اور رحمت و شفاعت کا امیدوار ہے یارسول اللہ حق تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین اور رؤف رحیم فرمایا ہے یارسول اللہ آپکی رحمت و رافت تو خدا کی تمام مخلوق پر محیط ہے یارسول اللہ خدا کی مخلوق میں میں بھی ہوں بلکہ میں آپ پر ایمان لایا ہوں اگرچہ نیک بندہ نہیں ہوں لیکن آپکی امت کے گنہگاروں میں تو ہوں ؏

تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے — کنی بر حال لب خشکاں نگاہے
ز آخر رحمۃ للعالمینی — ز محروماں چرا غافل نشینی

اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

جو شخص میری اس وصیت کو پورا کرے حق جل شانہ اس کو بطفیل حضرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جزائے خیر دے اور صلاح دنیا و آخرت اسکو نصیب کرے اور ایمان پر اسکی زندگی ختم کرے آمین ثم آمین

سلامی یا نسیم الصبح بلغ — الی من قر فی صدری ھواہ
فجسمی ظاھراً منہ بعید — بعین باطن قلبی یراہ

جب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس طریقہ سے سلام نیاز اپنا اور اپنے احباب کا عرض کر چکے تو حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر اس عبارت میں سلام عرض کرے۔

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیک یا صاحب رسول اللہ وانیسہ فی الغار ورفیقہ فی الاسفار وامینہ فی الاسرار جزاک اللہ عنا افضل ما جزی اماماً عن امۃ نبیہ فلقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنہاجہ

آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ پر سلام ہو اے رسول خدا کے ہمنشیں اور غار میں انکے انیس اور سفر میں ان کے رفیق اور انکے رازوں کے امین اللہ آپ کو ہماری طرف سے جزا دے ان تمام جزاؤں سے بڑھکر جو اسنے کسی امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے دی ہو بیشک آپنے نبی کی خلافت بہت اچھی کی اور ان کے طریقہ

ترجمہ اے نسیم صبح میرا سلام اس جناب کو پہنچا دے جنکی محبت میرے سینے میں جم گئی ہے پس میرا بدن بظاہر انسے دور ہے مگر میرا دل باطن کی آنکھ سے انہیں دیکھ رہا ہے ۱۲ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تو تین روز تک ایک غار میں پوشیدہ رہے سوا ابوبکر صدیق کے اور کوئی آپکے ہمراہ نہ تھا یارِ غار کی مثل اسی وقت سے مشہور ہوئی ہے ۱۲

Marfat.com

خیر مسلك وقاتلت اهل الردة والبدع و
مهدت الاسلام وشیدت ارکانه فکنت
خیر امام ووصلت الارحام ولم تزل قائما
بالحق ناصرا للدین ولاهله حتی اتاك الیقین
سل الله سبحانه لنا دوام حبك والحشر
مع حزبك وقبول زیارتنا السلام علیك
ورحمة الله وبرکاته ۔

اور روش پر چلے اور آپ نے مرتدوں اور بدعتیوں سے جنگ
کی آپ نے اسلام کی بنیاد ڈالی اور اسکے ارکان بلند کیے پھر آپ
بہت اچھے امام تھے اور آپنے رسو لخدا کی قرابت والوں کیساتھ
نیک سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر رہے اور دین اور اہل دین کے مددگار
رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی آپ اللہ سبحانہ سے ہمارے
لیے اپنی محبت کے دوام اور اپنی جماعت میں محشور ہونے اور ہماری زیارت
کے مقبول ہونے کی دعا کیجئے آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں

پھر حضرت امیر المومنین امام المتقین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی محاذات
میں اسی ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور ان کو سلام کرے اس عبارت سے ۔

السلام علیك یا امیر المومنین السلام
علیك یا مظهر الاسلام السلام علیك
یا مکسر الاصنام جزاك الله عنا افضل
الجزاء لقد نصرت الاسلام والمسلمین
وفتحت معظم البلاد بعد سید المرسلین
وکفلت الایتام ووصلت الارحام وقوی
بك الاسلام وکنت للمسلمین اماما مرضیا
وهادیا مهدیا جمعت شملهم
واغنیت فقیرهم وجبرت کسرهم

آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین آپ پر سلام ہو اے اسلام
کے ظاہر کرنیوالے آپ پر سلام ہو اے بتوں کو توڑنے والے
اللہ آپکو ہماری طرف سے بڑی عمدہ جزا دے بیشک آپ نے
اسلام کی اور مسلمانوں کی مدد کی اور بعد سید المرسلین کے
اکثر شہر آپ نے فتح کیے اور آپ نے [illegible]
اور رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ [illegible]
اور اسلام آپ سے قوی ہو گیا اور آپ [illegible]
پیشوا اور ہدایت یافتہ رہے آپ نے مسلمانوں [illegible]
جمع کیا اور انکے فقر کو اور ان کی شکستگی کو [illegible]

پھر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے مخاطب ہو کر عرض کرے کہ

السلام علیکما یا ضجیعی رسول الله صلی الله
علیه وسلم ورفیقیه ووزیریه ومشیریه
والمعاونین له علی القیام بالدین والقائمین

آپ دونوں پر سلام ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پاس لیٹنے والو اور انکے رفیق اور انکے وزیر [illegible]
پر قائم رہنے میں انکی مدد کرنے والو اور انکے [illegible]

ع۵ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلے مرتد ہو گئے تھے حضرت ابوبکر صدیق [illegible]

ابعد بمصالح المسلمين جزاكما الله احسن الجزاء جئنا كما نتوسل بكما الى رسول الله صلّى الله عليه وسلم ليشفع لنا و يسأل الله ربنا ان يتقبل سعينا ويحينا على ملته ويحشرنا فى زمرته۔

قایم رکھنے والو اللہ آپ دونوں کو عمدہ جزا دے ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپکو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تقرب کا ذریعہ بنائیں جبیں آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول کرلے اور ہمیں آپکے مذہب پر زندہ رکھے اور آپکے گروہ میں ہمارا حشر کرے

پھر جس طرح پہلی بار حضرت سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا تھا اسیطرح کھڑا ہو اور پھر تضرع وزاری کرکے اور جو جو خواہشیں رکھتا ہو حضرت کے طفیل میں حق سے مانگے اور بہت ذوق وشوق کیساتھ حضرت حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں سلام عرض کرکے وہاں سے ہٹے اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ستون[ع] کے پاس آکر توبہ کرے اور جسقدر ممکن ہو نوافل پڑھے پھر بعد اسکے اور آثار نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین زیارت بتاتے ہیں پھر بعد اسکے جنة البقیع میں جائے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے خصوصاً حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب عم نبی صلّی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت امام حسن اور بقیہ ائمہ اہل بیت اور حضرت امیر المومنین امام المتقین عثمان بن عفان اور حضرت ابراہیم فرزند رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ازواج مطہرات اور حضرت صفیہ عمہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور باقی صحابہ کی (رضی اللہ عنہم وارضاہم) پھر شہدای احد کی زیارت کرے اور جب وہاں پہونچے تو یہ کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبے الدار[ع] اور ان تمام مشاہد و مزارات پر جاکر فاتحہ پڑھے یعنی قرآنمجید کی سورتیں پڑھکر ان کا ثواب ان حضرات کی ارواح مقدسہ کو پہنچا دے پھر ہفتہ کے دن یا جس دن ممکن ہو مسجد قبا کی زیارت کے لیے بھی جائے اور وہاں پہنچکر کم از کم دو رکعت نماز بہ نیت تحیة المسجد پڑھے۔

(۱) جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہوسکے اس کو غنیمت سمجھے اور وہ زمانہ غفلت میں نہ کاٹے اور جس قدر ہوسکے عبادت اور طاعت حق تعالی کی کرے اور ہر روز اکثر حصہ اپنے وقت کا حضرت

ع اس ستون میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کو باندھ دیا تھا اور اللہ تعالی سے توبہ کی تھی چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی ۱۲ ع ترجمہ آپ سب پر سلام ہو آپ کے صبر کی عوض میں پس کیا اچھا ہے سرا آپ کے لیے (یعنی آخرت کا گھر)۔

Marfat.com

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں صرف کیا کرے پھر یہ دولت کہاں نصیب ہو گی یہ روضۂ اقدس کہاں ملیگا جو وقت ہے غنیمت ہے۔

(۲) اپنا اکثر وقت مسجد شریف نبوی کی ملازمت میں صرف کرے وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت سے اپنے وقت کو آباد رکھے نماز روزہ صدقہ غرض جسقدر عبادتیں ممکن ہوں اس مسجد مقدس میں کرے اور جسقدر حصہ مسجد کا حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بیشک وہ اس سے افضل ہے جو آپ کے بعد اس میں اضافہ کیا گیا پس اگر اس حصہ میں بیٹھنا ممکن ہو تو بہت بہتر ہے اور کم سے کم ایک شب اس مسجد اقدس میں شب بیداری کرے اور اس رات کو اپنی تمام عمر کا خلاصہ اور ماحصل سمجھے اور تمام رات عبادت میں کاٹ دے بہتر ہیکہ اس رات میں اور کوئی عبادت نہ کرے بلکہ صرف درود شریف کا ورد کرے[ع] اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اگر اس شب میں نیند کا غلبہ ہو تو اس کو دفع کرے انشاء اللہ جس وقت اس امر کا خیال کرے گا کہ میں کس مسجد مقدس میں بیٹھا ہوں اور حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری مجھے حاصل ہے اس وقت نیند و غفلت کا اثر بالکل جاتا رہیگا۔

مسجد اقدس میں رات بھر رہنے کیلئے اگر کچھ حکام و خدام کی خوش آمد کرنا پڑے اور کچھ روپیہ خرچ کرنیکی ضرورت ہو بے تامل خوشامد بھی کرے روپیہ بھی خرچ کرے اور جو باتیں کرنا پڑیں سب کرے اور اس دولت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔

اس مسجد شریف میں جبتک رہے اپنے دل اور زبان اور تمام اعضا کو لغو کلمات اور حرکات سے محفوظ رکھے اور سوا حضور اقدس نبوی کے اور کسی طرف متوجہ نہ ہو اگر نہایت ضرورت کسی سے کلام کرنیکی ہو تو مختصر کلام کرکے پھر اسی جناب مقدس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

ع ترجمہ اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر رحمت نازل کی اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی بیشک تو تعریف والا اور بزرگ ہے یہ درود شریف بہت صحیح روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اسوجہ سے نماز میں درود شریف کے یہی الفاظ رکھے گئے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

مسجد شریف کے ادب کا خیال خوب رکھے تھوک وغیرہ وہاں نہ گرنے پائے کوئی بال سر یا ڈاڑھی کا وہاں نہ ڈالے اور اگر گرا پڑا ہوا دیکھے تو فوراً اٹھالے بعض لوگ چھوہارے کھا کر مسجد شریف میں اس کی گٹھلی ڈالدیتے تھے یہ خلاف ادب ہے۔

جب تک مسجد اقدس میں رہے حجرۂ شریفہ کی طرف نہایت شوق کی نگاہوں سے نظر کرتا رہے کم از کم ایک قرآن مجید کا ختم اس مسجد عالی میں کرے اور اگر ممکن ہو تو کوئی کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و فضائل میں ہو اسکو پڑھے یا کوئی شخص پڑھتا ہو تو اس سے سنے۔

(۳۵) مدینہ منورہ کے رہنے والوں سے نہایت محبت اور ادب کے ساتھ پیش آئے اور اگرچہ ان میں کوئی بات خلاف شریعت دیکھے پھر بھی نکلرائی نہ کرے اور ان سے بہ خشونت نہ پیش آئے ہاں بہ خیال امر بالمعروف نہایت ادب کے ساتھ نرم و شیریں الفاظ میں ان کو اس فعل خرابی سے مطلع کردے۔

(۳۶) جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت ختم ہو جائے اور اس مقام مقدس سے چلنے لگے تو مسجد شریف کو رخصت کرے یعنی وہاں نماز پڑھ کے دعا مانگے اور حسرت کے ساتھ وہاں سے جدا ہو پھر حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت حسب معمول کرے اور اللہ تعالی سے دعا مانگے کہ پھر اس درگاہ اقدس کی زیارت سے اسے مشرف فرمائے۔

علامت مقبولیت دعا اور زیارت کی یہ ہے کہ اس وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہے ہوں اور دل میں یاس و حسرت بھری ہو اور اگر خدانخواستہ کسی شخص پر یہ حالت نہ پیدا ہو تو وہ بہ تکلف اپنے اوپر اس حالت کو طاری کرے پھر حضرت سے رخصت ہو رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں نہ لوٹے جس طرح کہ کعبۂ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں لوٹتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں۔

ف شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں اس کی تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ پچھلے پیروں لوٹنا صرف کعبہ کیساتھ مخصوص ہے تعجب یہ ہے کہ جب پچھلے پیروں لوٹنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوتے وقت نہیں تو اور اولیا اللہ کے مزارات سے رخصت ہوتے وقت کیوں جائز سمجھا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کو فرض واجب کی طرح عمل میں لاتے ہیں اور جو بیچارہ کسی بزرگ کے مزار کی طرف لوٹتے وقت پشت کرے وہ بے ادب سمجھا جاتا ہے اور مورد طعن و تشنیع ہوتا ہے ۱۲۔

(۵) پھر جب اپنے وطن کی طرف چلے تو وہاں سے کچھ تحائف اپنے احباب اعزہ کیلئے ہمراہ لائے
مثلاً مکہ معظمہ سے آب زمزم اور مدینہ منورہ کی کھجوریں پھر جب اپنے شہر کے قریب پہنچ جائے تو
یہ دعا پڑھے اللھم انی اسالک خیرھا و خیر ما فیھا و اعوذبک من شرھا و شر ما فیھا اللھم
اجعل لنا فیھا قرارا و رزقا حسنا۔ اور جب شہر میں پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شیء قدیر ائبون تائبون
عابدون ساجدون لربنا حامدون لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر
عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ واعز جندہ فلا شیء بعدہ اور چاہیئے کہ مکان پہنچنے سے
پہلے اپنے اعزہ کو خبر کرے کہ فلاں دن فلاں وقت میں پہونچوں گا بغیر اطلاع کے یکدم
نہ پہنچ جائے پھر جب اپنے مکان پہونچ جائے تو مکان کے اندر جانے سے پہلے جو مسجد مکان
کے قریب ہو اسمیں دو رکعت نماز پڑھے اور خدائے تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نعمت عظمیٰ پر حق
تعالیٰ نے اسے فائز کیا بعد اسکے اپنے مکان جائے پھر جب گھر میں پہنچ جائے تو دو رکعت نماز
شکر پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا دل سے شکریہ ادا کرے اس مبارک سفر سے
لوٹنے کے بعد یہ سمجھ لے کہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اور توبہ بھی کسی اور کے سامنے نہیں بلکہ وہ توبہ
جو حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوئی لہذا اس امر کا عزم قوی رکھے کہ میں اب
کبھی اس توبہ کو نہ توڑوں گا اور حق جل شانہ سے ہر نماز کے بعد خصوصاً بعد نماز تہجد کے دعا مانگا
کرے کہ الٰہی مجھے اس توبہ پر قایم رکھ اور اپنی نافرمانیوں سے بچا اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق
دے اور ایمان پر میرا خاتمہ فرما۔
علماء نے لکھا ہے کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ جس حالت میں گیا تھا اس سے بہتر حالت میں

---

۵ ترجمہ اے اللہ میں تجھسے اس مقام کی خیریت اور ان چیزوں کی خیریت جو اس مقام میں ہیں طلب کرتا ہوں اور اس مقام کی
شر اور ان چیزوں کے شر سے جو اس مقام میں ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ مجھے یہاں قیام اور روزی عنایت فرما۔ ...
اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں اسیکی ہے بادشاہت اور اسیکی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوٹ
کر لوٹے ہوئے آرہے ہیں عبادت کرنیوالے اور سجدہ کرنیوالے ... اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ
(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کافروں کی جماعتوں کو تنہا اسنے بھگایا اور اپنے لشکر کو غالب کر دیا پس اسکے بعد کوئی

لوٹے اور دل میں حضرت سید الرسل کے اتباع سنت کا شوق پیدا ہو جائے اور دنیا و اہل دنیا کی محبت سے دل سرد ہو جائے اور آخرت اور اہل دین کی محبت دل میں غالب ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے حج و زیارت کا بیان ختم ہو گیا اب میں حسب التزام حج کے متعلق چالیس حدیثیں اور چالیس اقوال حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقل کرتا ہوں چہل حدیث لکھنے سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ حجۃ الوداع کے پورے واقعات لکھدوں کیونکہ جو حدیثیں میں لکھوں گا ان میں سے کسی میں پورے واقعات اس حج کے نہیں ہیں کسی راوی نے ایک حدیث میں پورے واقعات نہیں بیان کئے بلکہ ضرورت وقت کے مناسب جسقدر مضمون اس واقعہ کا ہوتا تھا اسیقدر نقل کر دیتے تھے، ہمنے کسی کتاب میں حجۃ الوداع کے واقعات اس اختصار اور حسن ترتیب سے نہیں دیکھے جیسا کہ شرح سفر السعادۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھے ہیں لہذا اسی کتاب سے ان واقعات کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع کی مختصر کیفیت

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ حج کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی اور ۱۰ھ میں آپنے اس حکم کی تعمیل کی ہجرت کے بعد یہی ایک حج آپنے کیا چونکہ یہ حج آخر تھا اور جس سال آپنے یہ حج کیا ہے وہ سال آپ کی عمر گرامی کا آخری سال تھا اسی سال آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس سال کئی بار عام مجمعوں میں آپنے اپنے وداع و فراق کی خبر اشارات و کنایات میں بیان فرمائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ان اشارات کو سمجھ گئے اور اسی وقت رونے لگے کبھی کبھی یہ بھی فرمایا کہ شاید سال آیندہ میں تم مجھکو نہ پاؤ گے حضرت معاذ سے یہانتک فرمایا کہ اے معاذ اب یمن سے لوٹ کر تم میری قبر دیکھو گے اسپر حضرت معاذ بہت روئے خاص کر آخر میں جو خطبہ آپنے پڑھا وہ بالکل صاف بتا رہا ہے کہ اب عنقریب آپ دنیا کو اپنے جمال دلربا سے محروم فرمانے والے ہیں، ایسے الفاظ تھے کہ عام طور پر صحابہ کہنے لگے کہ کانہ موعظۃ مودع یہ نصیحت تو گویا رخصت ہونیوالے کی ہے، انھیں وجوہ سے اس حج کا نام حجۃ الوداع مشہور ہوا۔

جب آپنے اس حج کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کو اطلاع دی سب نے حج کی تیاری کر لی اور یہ

Marfat.com

خبر مدینہ منورہ کے اطراف قرب جوار کے گاؤں میں پہنچی تو وہاں کے تمام مسلمان مدینہ میں آگئے اور راستے میں چلتے چلتے جیسے جیسے مسلمانوں کو خبر ہوتی جاتی تھی آتے جاتے تھے ایک شور برپا تھا کہ حضرت اس سال حج کو جاتے ہیں جو سنتا تھا وہ دوڑا چلا آتا تھا ایک شمع جانواز تھی کہ روشن تھی اور پروانوں کا ایسا ہجوم تھا اسقدر لوگ مجتمع ہوئے کہ حد شمار سے باہر، ابتک صحیح تعداد ان کی تحقیق نہیں ہوئی۔ ہاں اس قدر ضرور کہا گیا ہے کہ جس طرف نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی دکھائی دیتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہفتہ کے دن چوبیس ذیقعدہ کو آپنے ظہر کی نماز مدینہ مقدسہ کی مسجد میں پڑھی بعد نماز کے سر مبارک میں تیل ڈالا اور کنگھی کی اور چادر اور تہ بند پہنکر کوچ فرمایا اور ذوالحلیفہ میں پہنچکر قیام کر دیا عصر کی نماز وہاں قصر سے ادا فرمائی اور رات بھر اور دوسرے دن ظہر تک وہیں رہے تمام امہات المومنین اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس سفر میں ہمراہ تھیں شب کو آپنے تمام ازواج کے یہاں تھوڑی تھوڑی دیر قیام فرمایا اور دوسرے دن ظہر کی نماز وہاں پڑھکر آپ نے احرام کے لیے غسل فرمایا اور خطمی واشنان بھی صفائی کی غرض سے پانی میں ملا دیا تھا۔ غسل کے بعد عائشہ صدیقہ نے ایک مرکب خوشبو جسمیں مشک بھی تھا آپ کے سر اور بدن پر لگا دی اور اسقدر لگائی کہ مشک کا اثر آپ کی داڑھی اور سر میں دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا بعد اس کے آپ نے چادر اور تہبند احرام کی پہن لی اور دو رکعت نماز احرام پڑھیں اور بدنہ کی گردن میں دو جوتیاں لٹکا دیں اور ان کی داہنی جانب اشعار کیا بعد اس کے احرام باندھ لیا صحیح یہ ہے کہ آپ نے قران کا احرام باندھا تھا بعد اسکے تلبیہ کہی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے پھر جب وہ اٹھی تو آپ نے دوبارہ تلبیہ کہی اور بعد اس کے جب ایک اونچے مقام پر چڑھنے کا اتفاق ہوا تو آپ نے پھر تلبیہ کہی اور کبھی آپ فرماتے تھے لبیك بحجة وعمرة کبھی صرف اس قدر کہتے تھے کہ لبیك بحجة میں آپ نے یہ عبارت پڑھی لبیك اللھم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك

۵۷ صاحب سفر السعادت نے دو رکعت نماز احرام کے منقول ہونے سے انکار کیا ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح میں اس کا مسنون ہونا ثابت کیا ہے ۱۲ منہ ۵۸ ترجمہ اے اللہ میں تیرے دروازہ پر حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں اور نعمت تیری ہی ہے اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۔

لک لا شریک لک تلبیہ آپ نے بلند آواز سے کہی اور تمام صحابہ کو آپنے حکم بھی دیا، صحابہ تلبیہ کی عبارت میں کچھ تغیر و تبدل کر دیتے تھے مگر آپ نے کسی کو منع نہیں فرمایا۔ احرام کیحالت میں آپنے اپنے سر کے بالوں کو خطمی لگا کر چپکا لیا تھا تاکہ ٹوٹنے سے اور جوئیں وغیرہ سے حفاظت رہے جب آپ مقام روحا میں پہونچے ایک زخمی گورخر کو دیکھا صحابہ سے آپنے منع کر دیا کہ اسکو نہ چھیڑنا اتنے میں اس کا شکار کرنیوالا آگیا اور اسنے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شکار میں نے آپکو دیدیا آپ جو چاہیں کریں حضرت نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ اسکو لاکر صحابہ میں تقسیم کر دو پھر مقام اثابہ میں ایک ہرن کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا اور وہ زخمی تھا آپ نے ایک شخص کو متعین کر دیا تاکہ کوئی محرم اسکو چھیڑنے نہ پائے پھر جب آپ مقام عرج میں پہونچے تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے ایک غلام کو مارا اس نے ایک اونٹ جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا بھی اسباب تھا کھو دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اس حال کو دیکھکر مسکرائے اور فرمایا کہ انظروا الی ھذا المحرم ما یصنع اس محرم کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے اس کے سوا آپنے کچھ نہیں فرمایا کہ تمہارا حج فاسد ہو گیا یا تم کو فدیہ دینا پڑے گا جب مقام ابوا میں پہنچے تو صعب بن جثامہ نے ایک گورخر ہدیۃً پیش کیا آپنے نہیں لیا اور فرمایا کہ ہم محرم ہیں۔

جب آپ وادی عسفان میں پہنچے تو فرمایا کہ موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جا رہے ہیں اور انگلیاں اپنے کان میں دیئے ہوئے بہت بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں اور آپنے یہ بھی فرمایا کہ ہود اور صالح بھی اس وادی میں گزرا کرتے تھے، جب آپ مقام سرف میں پہنچے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عذر زنانہ پیش آگیا وہ رو رہی تھیں آپنے فرمایا تم کیوں روتی ہو یہ تو ایک تقدیری بات ہے اس میں تمہارا کیا اختیار ہے کوئی حرج نہیں سوا طواف کے تم تمام اعمال حج کے ادا کرو عائشہ صدیقہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا لہذا آپنے فرمایا کہ تم عمرہ چھوڑ دو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا بعد اسکے جب وہ پاک ہوئیں اور وقوف کر چکی تھیں تو طواف اور سعی کی آپنے فرمایا کہ اب تم حج سے باہر ہو گئیں بعد اسکے عمرہ کی قضا کیلئے آپنے ان کے بھائی عبدالرحمن سے فرمایا کہ تم ان کو تنعیم تک لے جاؤ اور وہاں سے عمرہ کا احرام بندھوا کر لے آؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انھوں نے عمرہ کی قضا کر لی۔

Marfat.com

اسی مقام سرف میں آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جسکے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ چاہے تو اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دے ہاں جسکے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا پھر جب آپ مکہ پہونچے تو یہ حکم قطعی طور پر دیدیا اور فرمایا کہ اگر میں ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا، جب مکہ معظمہ قریب آگیا تو آپ نے مقام ذی طوی میں نزول فرمایا اور یکشنبہ کے دن ذی حجہ کی پانچویں تاریخ صبح کی نماز پڑھ کر آپ نے غسل فرمایا اور طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد حجوں کے راستہ سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوے جب آپ باب السلام میں پہنچے اور کعبہ شریف پر آپ کی نظر مبارک پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھنی شروع کی اللھم زد بیتک ھذا تشریفا و تعظیما و تکریما و مھابۃ بعد اسکے آپ سیدھے کعبہ کی طرف روانہ ہوے تحیۃ المسجد نہیں پڑھی حجر اسود کے مقابل پہنچکر استلام کیا اور طواف میں مشغول ہو گئے کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی طرف چھوڑا اور اپنے دائیں ہاتھ کی طرف سے طواف شروع کیا طواف کے اندر کسی خاص مقام میں کوئی مخصوص دعا آپ سے منقول نہیں مگر ہاں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان میں آپ نے یہ دعا پڑھی[عہ] ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ طواف میں آپ نے سات شوط کئے پہلے تین شوطوں میں رمل فرمایا اور اخیر کی شوطوں میں رمل نہیں کیا اس طواف میں آپ نے اپنی چادر بصورت اضطباع اوڑھی تھی ہر شوط میں جب حجر اسود کی محاذات پر پہنچتے تو ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی حجر اسود کی طرف اشارہ کرکے اس کا بوسہ دیتے اور رکن یمانی کی محاذات پر جب پہنچتے تو اسکی طرف اشارہ کرتے مگر اسکو بوسہ نہ دیتے حجر اسود کے مقابل جب پہونچتے تو اللہ اکبر کہتے جب طواف سے فارغ ہوتے تو مقام ابراہیم میں آئے اور یہ آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراھیم مصلے[عہ] اور وہاں دو رکعت نماز طواف پڑھی، پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھی نماز طواف سے فارغ ہوکر

عہ اے اللہ اپنے اس گھر کی بزرگی اور عظمت اور کرامت اور رعب زیادہ فرما ۱۲ عہ ترجمہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عنایت کر اور آخرت میں بھلائی عنایت کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں بخشش اور عافیت طلب کرتا ہوں ۱۲ عہ ترجمہ اور مقام ابراہیم میں نماز کی جگہ بناؤ ۱۲ -

پھر حجر اسود کی طرف تشریف لائے اور اس کا استلام کیا بعد اسکے بیچ کے دروازہ سے کوہ صفا کیطرف تشریف لے گئے صفا کے قریب پہنچکر یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ اور فرمایا کہ جس کو پہلے اللہ نے ذکر فرمایا ہے اسی سے ہم طواف کی ابتدا کرینگے پھر آپ صفا پر چڑھ گئے اور کعبہ مکرمہ کے مقابل کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتھا پھر صفا سے اتر کر مروہ پر آئے اثنائے سعی میں چونکہ لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا تھا اسلیئے اونٹنی پر سوار ہو کر آپنے سعی کو پورا کیا ابتدا سعی کی آپ نے صفا سے کی اور اختتام اس کا مروہ پر کیا جب مروہ پر چڑھے تو وہی دعا جو آپ نے صفا پر پڑھی تھی مروہ پر بھی پڑھی اور درمیان میں آپ یہ دعا پڑھتے تھے رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم سعی سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جس کے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ احرام سے باہر ہو جائے چنانچہ سب احرام سے باہر ہو گئے اور آپکی تعمیل حکم سے بہتوں نے سر منڈوائے اور بعض نے بال کتروا دیئے سر منڈوانے والوں کے لیئے آپ نے تین بار فرمایا اللھم ارحم المحلقین کتروانے والوں نے استدعا کی کہ حضور ہمکو کیوں محروم رکھتے ہیں اس وقت آپنے ان کے لیئے بھی سُراقہ بن مالک نے پوچھا کہ حضورؐ یہ بات صرف ہمارے لیئے خاص ہے یا تمام امت کے لیئے آپ نے فرمایا ہمیشہ کے لیئے اور تمام لوگوں کے لیئے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمانؓ اور علیؓ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم احرام سے باہر نہیں ہوئے کیونکہ ان لوگوں کے ہمراہ

نسائی ترجمہ بیشک صفا و مروہ خدا کی نشانیوں میں ہے ۱۲ منہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کے لیئے ہر تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ اکیلا ہے اسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور (کافروں) کی جماعتوں کو اس نے تنہا بھگا دیا ہے اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری مغفرت کے وسائل اور ہر نیکی میں سے حصہ اور گناہ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں تو ہمارے ہر گناہ کو بخشدے اور ہر غم کو دور کر دے اور ہر تکلیف کو دفع فرما اور حاجت کو روا کر ۱۲ منہ ترجمہ:- اے میرے پروردگار بخشدے اور رحم کر بیشک تو عزت والا بزرگ ہے ۱۲ للعے ترجمہ:- اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما ۱۲ منہ یعنی ایام حج میں عمرہ کرنا ۱۲ -

ہدی تھی، ازواج مطہرات اور بی بی فاطمہ زہرا احرام سے باہر ہوگئی تھیں کیونکہ ان کے ہمراہ ہدی نہ تھی۔ چار دن کے بعد یعنی ذیحجہ کی آٹھویں تاریخ کو آپ نے منی جانیکا قصد کیا جو صحابہ احرام سے باہر ہوگئے تھے انھوں نے اس دن حج کا احرام باندھا ظہر اور عصر کی نماز آپ نے منی میں پڑھی اور رات کو وہیں رہے دوسرے دن نویں تاریخ کو جب آفتاب نکل آیا آپ عرفات کی طرف متوجہ ہوئے کوئی صحابہ تکبیر کہتے تھے کوئی تلبیہ آپ نے کسی پر انکار نہیں فرمایا۔

جب آپ مقام نمرہ میں پہنچے تو وہاں نزول فرمایا، وہاں آپ کے حکم سے اونی خیمہ آپ کے لیے پہلے سے نصب کر دیا تھا۔ زوال آفتاب کے بعد آپنے اونٹنی پر سوار ہوکر نہایت بلیغ اور موثر خطبہ پڑھا تمام اسلام کے اصول اسمیں تعلیم فرمائے اور تمام کفر وشرک کی باتوں کی جڑ کاٹ دی رسوم کو بالکل مٹا دیا اور جو جو باتیں تمام مذاہب میں ممنوع ہیں ان کا ذکر فرمایا جاہلیت کے زمانے کے خونوں عہ اور سودوں کو معاف کر دیا اور مردوں کو عورتوں سے خوش خلقی اور ملاطفت کرنے کی تاکید فرمائی اور زوجین کے باہمی حقوق یاد دلائے اور لوگوں کو کتاب خدا پر عمل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو کوئی کتاب خدا پر عمل کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا پھر صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگ میرے حق میں کیا کہتے ہو سب نے یک زبان ہوکر عرض کیا کہ ہم سب گواہ ہیں کہ آپنے خدا کے احکام پہنچائے اور امت کی خیر خواہی جیسی کہ چاہیے کی اور تمام حقوق رسالت کو آپ نے ادا فرمایا یہ سنکر آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اسکو ہلایا اور فرمایا کہ اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد پھر فرمایا کہ جو لوگ اس مجمع میں ہیں وہ غائبین کو یہ تمام احکام پہنچا دیں اس کے بعد آپنے ظہر کی نماز پڑھی ظہر اور عصر دونوں کی نماز یہاں ایک ساتھ پڑھی نماز سے فارغ ہوکر آپ سوار ہوگئے اور عرفات آئے وہاں دامن کوہ کے پاس قبلہ رو کھڑے ہوکر سواری پہ آپنے وقوف فرمایا اور نہایت الحاح وزاری کے ساتھ بہت دردناک الفاظ میں آپ نے

عہ یعنی اسلام سے پہلے جو کسی نے کسی کو قتل کر دیا تھا اس کی بابت آپ نے کہدیا کہ اب اس سے قصاص نہ لیا جائے گا اور جو روپیہ کسی نے کسی کو سودی قرض دیا تھا اور اس کا سود اس پر باقی تھا وہ بھی معاف کر دیا عہ ترجمہ اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا ۱۲۔

حق تعالیٰ سے دعا مانگنا شروع کی جب دعا مانگ چکے تو فرمایا کہ عرفات میں کھڑا ہونا کچھ خاص اسی مقام پر ضروری نہیں بلکہ تمام جنگل عرفات کا موقف ہے جہاں چاہو کھڑے ہو عرفات ہی میں یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

ترجمہ (اے مسلمانو) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیئے دین اسلام کو پسند کیا، یہ آیت اگرچہ تمام اہل اسلام کیلئے نہایت مسرت اور فرحت کا باعث ہے لیکن صحابہ میں جو لوگ تیز نظر اور دقیقہ رس تھے وہ اس آیت کے سنتے ہی نہایت دل شکستہ اور محزون ہوگئے سمجھ گئے کہ اب زمانہ فراق قریب ہے کیونکہ آپ کا دنیا میں آنا اور رہنا محض تعلیم دین اور تبلیغ کے لیے تھا جب وہ کام پورا ہوگیا تو آپکا قیام دنیا میں کس لیئے ہوگا پھر اسکے بعد آپنے یہ بھی فرمایا کہ اپنے دین کے مسائل مجھ سے یاد کر لو آئندہ سال مجھے شاید پاؤ نہ پاؤ، اسی دن عرفات میں ایک صحابی اونٹ کے اوپر سے گر پڑے اور ان کی وفات ہوگئی آپ نے فرمایا کہ ان کو غسل دیکر احرام کے لباس میں دفن کر دو اور خوشبو نہ لگاؤ اور سر اور چہرے کو نہ بند کرو اور فرمایا کہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتے ہوئے میدان حشر میں آئیں گے۔

جب آفتاب غروب ہوگیا تو آپنے اسامہ بن زید کو اپنے ہمراہ سوار کر لیا اور مزدلفہ کی طرف چلے اس وقت لوگوں کا ازدحام تو تھا ہی سبھوں نے تیز روی کرنی چاہی ایک کے اوپر ایک گرنے لگا تو آپنے ان کو منع فرمایا کہ جلدی کرنے میں کوئی فائدہ اور کچھ ثواب نہیں غرض نہایت سکون ووقار کے ساتھ وہاں سے آپ روانہ ہوئے جب راہ کشادہ اور میدان وسیع ملجاتا تو اونٹنی کو کچھ تیز بھی کر دیتے تھے جس راستہ سے عرفات میں آئے تھے اس راستہ سے نہیں لوٹے بلکہ دوسرے راستہ سے یہی عادت آپ کی عیدگاہ جانے میں بھی تھی کہ جس راستہ سے تشریف لیجاتے اس راستہ سے لوٹتے نہ تھے اثنائے راہ میں ایک مقام پر اتر کر خفیف وضو فرمایا اسامہ نے پوچھا کہ کیا مغرب کی نماز پڑھیئے گا آپنے فرمایا کہ مغرب کی نماز آگے چل کر مزدلفہ میں پڑھیں گے پھر مزدلفہ میں پہنچکر آپنے پورا وضو کیا اور اذان پڑھی گئی اور اسباب وغیرہ اتارنے سے پہلے آپ نے مغرب کی نماز ادا کی بعد اسکے اسباب وغیرہ لوگوں نے اونٹوں سے اتارا

Marfat.com

عشا کی نماز پڑھی، مغرب اور عشا کے فرض کے درمیان میں کوئی نفل نماز آپ نے نہیں پڑھی پھر رات بھر آپ مزدلفہ میں رہے اور شب بیداری نہیں کی عورتوں اور بچوں کو صبح ہونے سے پہلے آپ نے رخصت کر دیا کہ منی چلے جائیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو انکے ہمراہ کر دیا اور یہ فرما دیا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے رمی نہ کریں پھر فجر کا وقت آتے ہی اول وقت آپنے فجر کی نماز پڑھ لی اور سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور وہاں وقوف فرمایا اور قبلہ رو ہو کر امت کے لیے نہایت تضرع وزاری کے ساتھ دعا مانگتے رہے یہانتک کہ جب طلوع آفتاب کا وقت قریب آگیا تو آپ منی کی طرف روانہ ہوئے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ سوار کیا اور آپنے فضل بن عباس کو یہ حکم دیا کہ وہ راستہ سے کنکریاں رمی کے لیے چن لیں انھوں نے سات کنکریاں چن کر حضور کے ہاتھ میں دیں آپنے اپنے کف مبارک میں انکو لیکر غبار وغیرہ سے صاف کیا اور فرماتے رہے کہ اسی قسم کی کنکریوں سے رمی کرنی چاہیئے اور اے لوگو دین میں زیادتی نہ کرو اگلے لوگ اسی سے برباد ہوئے۔ اسی راہ میں ایک عورت ملی اور اس نے آپ سے پوچھا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتا میں اسکی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں اور ان کی گردن پھیر دی۔ پھر ایک بوڑھیا ملی اور اس نے کہا کہ میری ماں بہت کمزور ہے اور بہت بوڑھی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر جب آپ وادی محسر میں پہنچے تو وہاں سے اونٹنی کو بہت تیز دوڑایا اور بہت عجلت کے ساتھ وہاں سے نکل گئے اور فرمایا یہاں دشمنان خدا پر عذاب ہوا تھا اس مقام پر اصحاب فیل پر عذاب ہوا تھا جو آکر مکہ کے گرانے کے لیے آئے تھے۔

پھر جب آپ جمرۃ العقبہ کے محاذی پہنچ گئے تو کھڑے ہو گئے کعبہ مکرمہ اسوقت آپ کے بائیں ہاتھ کی طرف تھا اور منی داہنے ہاتھ کی طرف اور سواری تھی آپ نے سات کنکریاں ایک ایک کرکے جمرۃ العقبہ پر ماریں۔ رمی کرتے وقت بلال اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ساتھ تھے ایک تو اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے آپکے اوپر سایہ کیے ہوئے تھے رمی سے آپنے تلبیہ موقوف کر دیا اور اس کے بعد اپنی فرودگاہ میں [illegible]

لے گئے اور وہاں ایک نہایت بلیغ اور بغایت دمؤثر اور دردانگیز خطبہ پڑھا اور ایسی آواز سے پڑھا کہ تمام حاضرین نے بخوبی اس کو سنا اس بات کو بھی علماء نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے کیونکہ قوت بشری سے یہ بات باہر ہے کہ اتنے کثیر مجمع کے لیئے ایک شخص کی آواز کفایت کرجائے اس خطبہ میں آپ نے لوگوں کو ماہ حرام کی فضیلت اور ذالحجہ کی دسویں تاریخ کی بزرگی سنائی اور ان مہینوں میں جدال و قتال کی ممانعت کی اور فرمایا کہ حج کے مناسک سیکھ لو شاید اب میں دوبارہ حج نہ کروں گا اور یہ بھی حکم دیا کہ میرے بعد جو تمہارا سردار ہو اس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ وہ کتاب اللہ پر عمل کرے اور فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بجانا اور باہم خونریزی نہ کرنا بعد اس کے لوگوں سے آپ نے رخصتی کے کلمات کہے اور اپنے فراق کی تلخ تر خبر باشاراتِ واضحہ سب کو سنائی اور حکم دیا کہ جو احکام تم لوگوں نے مجھ سے سنے ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچا دینا جنھوں نے نہیں سنے

خطبہ پڑھکر آپ قربانی کے مقام پر آتے اور وہاں تریسٹھ اونٹ آپنے اپنے ہاتھ سے قربانی کیئے اس خاص عدد کے اختیار کرنے میں بھی اپنے عمر کے ختم ہونیکی طرف اشارہ فرمایا اپنے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی تو گویا عمر کے ہر سال کے عوض میں ایک اونٹ قربانی فرمایا اور پھر حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ سینتیس اونٹ تم قربانی کردو تاکہ سو پورے ہوجائیں، اونٹوں کی یہ کیفیت تھی کہ پانچ پانچ چھ چھ اونٹ قربانی کے لیئے آپ کے قریب لائے جاتے تھے ایک پر گرا پڑتا تھا اور ہر اونٹ یہی چاہتا تھا کہ پہلے میں مشرف کیا جاؤں، پھر آپ نے حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ اونٹوں کی کھالیں اور انکی جھولیں مسکینوں کو تقسیم کردیں اور گوشت بنانے والوں کی اجرت آپ نے علیحدہ سے دلوائی جب قربانی سے آپ فارغ ہوگئے تو لوگوں سے یہ بھی فرمادیا کہ یہ نہ خیال کرنا کہ جس جگہ میں نے قربانی کی ہے وہاں کے سوا اور کہیں قربانی جائز نہیں بلکہ تمام منیٰ میں جہاں قربانی کرے درست ہے پھر آپنے سر منڈوانے کے واسطے حکم دیا حضرت معمر بن عبداللہ آئے اور استرہ لے کر کھڑے ہوگئے آپ نے فرمایا کہ اے معمر دیکھو اسوقت رسول اللہ نے تمھیں اپنے سر پر قبضہ دیا ہے اور تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے مقصود یہ تھا کہ اس نعمت

کی قدر دانی کرو اور خدا کا شکر بجالاؤ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں یہ اللہ کا فضل و احسان ہے آپ نے فرمایا بیشک پھر آپ نے حکم دیا کہ پہلے داہنی جانب کے بال مونڈو، داہنی جانب کے بال تو سب آپ نے حضرت ابوطلحہ کو دیدیئے اور بائیں جانب کے بالوں کی نسبت فرمایا کہ لوگوں کو تقسیم کردو تمام لوگوں کو ایک ایک بال یا دو دو بال پہونچے بالوں کی تقسیم میں بھی اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب جدائی کا زمانہ قریب ہے اور وہ وقت اب کچھ دنوں کے بعد آنیوالا ہے کہ جو آنکھیں ہمیشہ اس جمال بے مثال سے منور رہتی تھیں اپنے محبوب کے دیدار کو ترس جائیں اور لوگ اس بات کی تمنا کرنے لگیں کہ کاش حضرت کی کوئی نشانی ہوتی اسی کو دیکھ کے ہم اپنے دل کو سمجھاتے اسی وجہ سے حضرت نے اپنے موئے مبارک لوگوں کو تقسیم فرمائے تاکہ آیندہ ان عاشقان بیدل کی تسکین و طمانیت کا سبب اور رحمت و برکت کا باعث ہو بعد اس کے آپ نے ناخونوں کو بھی ترشوایا اور ان کو بھی لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

اب بھی بعض صاحب نصیب لوگوں کے پاس آپ کے موئے مبارک موجود ہیں اور ان میں سے بعض بعض کی نسبت تو یقین ہو سکتا ہے کہ وہ بیشک وہی موئے اقدس ہیں جو کسی وقت حضرت کے جسم انور سے تعلق رکھتے تھے اس امر کا یقین حاصل کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے **اوّل** یہ کہ سند ان بالوں کی بواسطہ ثقات کسی صحابی تک پہونچی ہوئی ہو اور اس کے راویوں میں تمام وہ شرطیں موجود ہوں جو ایک حدیث کے راویوں میں ہونی چاہئیں **دوسرے** یہ کہ کوئی صاحب دل اپنے وجدان سے ان بالوں کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کریں مگر یہ دوسرا طریقہ صرف انھیں لوگوں کے لئے ہے جو اس مشرب حالی سے بہرہ ور ہوں۔

جو موئے مبارک کسی خاندان میں زمانۂ قدیم سے وراثۃً چلے آتے ہوں اور کوئی لکھی ہوئی سند ان کے ساتھ نہ ہو ان کی نسبت اگرچہ یقین نہیں ہو سکتا لیکن اس خیال سے کہ شاید وہ ایسے ہی ہوں جیسے کہ بیان کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم و محبت میں کمی نہ کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

واقعی مسلمان بڑے خوش قسمت ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ہر طرح کی خیریت کا سامان اللہ جل شانہ نے ان کے لئے مہیا کر دئیے ہیں ان کے پاس ان کے نبی کی وہ نشانیاں موجود ہیں جو آج کسی امت کو نصیب نہیں۔ سب سے بڑی نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو آپ کا ایک زندہ معجزہ ہے ہمارے پاس قرآن عظیم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس وقت تک باوجود یکہ تیرہ سو برس سے زائد ہو گئے اسی طرح بے کم و کاست بے تغیر و تبدل چلا آرہا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت ہمارے پاس رہے گا دوسری نشانی آپکی ہمارے پاس آپکے احادیث ہیں احادیث کی حفاظت اور بہم رسانی میں جو اہتمام ہمارے اگلوں نے کیا اس کا دسواں حصہ بھی کسی امت کو نصیب نہیں ہوا، اس کے بعد اور نشانیاں بھی ہمارے پاس ہیں جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مجمع صفات سے تعلق رکھتی ہیں مثل موئے مبارک اور نقش نعلین اور نقش قدم شریف کے۔

وہ مسلمان کیسے خوش نصیب ہیں جن کے بابرکت گھران موئے مبارک سے آباد ہیں، وہ آنکھیں کس درجہ تعظیم کے قابل ہیں جنھوں نے اس مقدس بالوں کی زیارت کی ہے اگلے زمانے میں دستور تھا کہ ان موئے مبارک کے ذریعہ سے اکثر بیماروں کی دوا کیجاتی تھی اور ان کو شفا ہوتی تھی وہ لوگ ان موئے مبارک کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری میں ابن سیرین سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عبیدہ سے (حضرت عبیدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن ملاقات کی نوبت نہیں آئی) کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے ہم نے اسے حضرت انس کے پاس سے پایا ہے تو انھوں نے (نہایت حسرت سے) کہا کہ بیشک اگر میرے پاس حضرت کا کوئی موئے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا سے اور تمام ان چیزوں سے جو دنیا میں ہیں زیادہ محبوب ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں کا جو ذکر آیا تو ایک عجیب اور مقدس نشانی جو زمانہ حال میں دستیاب ہوئی ہے اس کا ذکر کیے بغیر جی نہیں مانتا۔ سلطان

Marfat.com

عبدالمجید خاں خلیفہ ترکی کے عہد میں بعض عیسائی سیاحوں کو کسی سرزمین میں دو خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستیاب ہوئے ہرن کی جھلی پر لکھے ہوئے عبارت ان خطوں کی صحیح بخاری کی روایت کردہ خط سے بالکل مطابق ہے ان سیاحوں نے ان خطوط مقدسہ کو خلیفہ کے یہاں نذر کیا اور خلیفہ نے ان کو تبرکات کے خزانہ میں رکھوایا اور ایک بیش بہا صلہ ان سیاحوں کو عنایت کیا ان خطوط مقدسہ کے فوٹو اکثر بلاد اسلامیہ میں باجازت سلطانی بھیجے گئے منجملہ ان کے میرے بعض احباب کے پاس بھی ان کے فوٹو آئے اور خدا کا شکر ہے کہ میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ الغرض بالوں کی تقسیم کے بعد زوال سے پہلے آپ مکہ تشریف لائے اور طواف وداع کیا طواف کے بعد آپ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا، یہ طواف آپ نے سوار ہو کر کیا تھا وجہ یہ تھی کہ ہجوم بہت زیادہ ہو گیا تھا اور یہ بھی مقصود تھا کہ تمام حاضرین آپ کے طواف کو دیکھیں اور آپ کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کریں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پیر میں کچھ چوٹ آگئی تھی پھر آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ کر منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور رات کو وہیں رہے دوسرے دن نماز ظہر سے پہلے زوال کے بعد پیادہ پا تینوں جمروں کی رمی فرمائی پہلے اس کی جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اس کی رمی کے بعد تھوڑی دور آگے بڑھ کر آپ نے کھڑے ہو کر اتنی دیر تک دعا کی جتنی دیر میں کوئی سورۂ بقرہ پڑھے، پھر اس کے بعد والی جمرہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد بائیں ہاتھ کی طرف ہٹ کر اتنی ہی دیر تک آپ نے دعا کی پھر جمرۃ العقبہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد آپ نے دعا کی اور نہ وہاں توقف فرمایا۔

منیٰ میں آپ نے پورے دو روز قیام کیا یعنی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو اور ہر روز اسی طرح رمی کی اور تیرہویں تاریخ کو نماز ظہر کے بعد رمی کر کے آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اثنائے راہ میں آپ محصب میں اترے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں وہیں پڑھیں بعد اس کے آپ تھوڑی دیر سو رہے بعد اس کے آپ بیدار ہوئے اور کوچ کیا اور مکہ میں آ کر رات ہی کو طواف وداع کیا۔ اس طواف میں رمل نہیں کیا

Marfat.com

عائشہ صدیقہ نے اپنے چھوٹے ہوئے عمرے کی قضا بھی اس شب میں کی، رات ختم نہ ہوئی تھی کہ عمرے سے فراغت ہوگئی، پس آپ نے کوچ کا اعلان دیدیا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے صبح کی نماز کعبہ مکرمہ کے سامنے پڑھ کر چلے گئے، پھر جب آپ مقام غدیر خم میں پہونچے تو وہاں آپ نے کچھ دیر قیام فرمایا چونکہ آپ نے اس سال اپنی امت کے لئے آیندہ اور موجودہ اصلاح کے تمام مدارج طے کر دیئے تھے اور جن جن مفاسد کا آگے چل کر آپ کو اندیشہ تھا ان کا سدِ باب کر دیا تھا، آپ کو اپنی امت میں دو باتوں کا زیادہ اندیشہ تھا، ایک تو باہمی خون ریزی کا دوسرے باہمی رنجش کا چنانچہ آپ نے ان دو باتوں کے متعلق حج کے خطبوں میں بہت بلیغ اور مؤثر نصیحت فرمائی اور اپنے خلفاء کی اطاعت کا بھی حکم دیا، آپ کو یہ بھی بذریعہ وحی معلوم ہوا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ سے کچھ لوگ بغض و عداوت رکھیں گے اور ان کو نہایت مظلومانہ حالت میں شہید کریں گے اور ان کی عداوت کو اپنا جزو ایمان بنائیں گے جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ تمہاری داڑھی تمہارے خون سے ایک دن رنگین ہوگی یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ لوگ تم سے بغض و عداوت رکھیں گے جس طرح یہود عیسیٰ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی والدہ پر بہتان لگاتے ہیں چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا۔ فرقۂ خوارج نے جو کچھ کیا وہ تواریخ و سیر کی کتابوں میں مذکور ہے المختصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فساد عظیم کی اصلاح کے لئے مقام غدیر خم میں ایک خطبہ پڑھا اس میں اپنے اہل بیت سے محبت رکھنے کا لوگوں کو حکم دیا بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰ کی محبت کو مثل اپنی محبت کے لازم و واجب کر دیا الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں:- اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسہم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن نفسہ قالوا بلی فقال اللہم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذالک فقال ھنیا یا ابن ابی طالب

عہ یہ واقعہ شرح سفر السعادۃ میں نہیں ہے ۱۲ عہ غدیر خم ایک چشمہ کا نام ہے مقام جحفہ سے تین میل پر ہے

اصبحت وامسیت مولی کل مومن ومومنۃ رواہ احمد۔

(مشکوٰۃ) ترجمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنوں کا ان کی جان سے بھی زیادہ دوست ہوں سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں (ہم جانتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کا اس کی جان سے زیادہ دوست ہوں، سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں جس کا مولیٰ (یعنی محبوب) ہوں علی بھی اس کے مولیٰ یعنی محبوب ہیں، اے اللہ تو اس شخص سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس شخص سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے بعد اس کے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے ملے اور ان سے کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالب تم ہمیشہ کے لئے ہر مومن ومومنہ کے مولیٰ (یعنی محبوب) ہو گئے اسی طرح اور بھی بعض اصحاب نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس فضیلت کی مبارکباد دی۔

---

۵۵ حضرات شیعہ اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس حدیث سے ان کا دعویٰ بہت اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث ہماری کتابوں میں ہے مگر چونکہ اصول عقائد میں فریقین کے یہ امر طے ہو چکا ہے کہ وہ عقائد جن پر نجات آخرت موقوف ہے، خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ وہ یا تو قرآن سے ثابت ہوں گے یا کسی حدیث متواتر سے قرآن سے خلافت بلافصل کا ثابت کرنا تو ان حضرات کے حوصلے اور ہمت سے باہر ہے اگرچہ ان کے علماء نے بہت کوشش کی اور اپنی قابلیت اور ذہانت کے بہت کچھ جوہر دکھائے لیکن اس مسئلہ کو قرآن سے ایک خفیف سا تعلق بھی نہیں دے سکے مجبور ہو کر قدمائے شیعہ کو تحریف قرآن کا مسئلہ ایجاد کرنا پڑا، صدہا روایتیں ائمہ اہل بیت سے اس مضمون کی بنائی گئیں کہ اس قرآن میں بہت کچھ تحریف ہو گئی ہے، مثلاً امامت وخلافت بلافصل قرآن میں مذکور تھا مگر دشمنان اہل بیت نے نکال ڈالا قرآن کی تحریف کا مسئلہ اور اس کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایتیں اصول کافی اور احتجاج طبرسی اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ مختصر طور سے ہم نے اپنے رسالہ ازالۃ الاوہام اور رسالہ استقصار الافحام میں نقل کی ہیں۔

(باقی حصہ ......)

حضرت علی کے فضائل کا خطبہ پڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے وہاں سے روانہ ہوگئے جب مدینہ قریب آگیا تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لا الٰہ الا ہو وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر

(بقیہ از صفحہ ۱۱۹) المختصر جب قرآن سے اس مسئلہ کو کوئی تعلق نہو سکا تو اسمیں تحریف کے قائل ہوئے جب تحریف کی شناعت پر ان کو اطلاع ہوئی تو متاخرین نے تحریف معنوی سے کام لیا مگر باطل کو حق بنانا اور حق کو باطل بنانا کس کے امکان میں ہے اس تحریف معنوی سے بھی کچھ سود نہ ہوا بالآخر حدیثوں کی طرف جھکے لیکن خدا کی قدرت کوئی حدیث بھی ان کو اپنے مدعا کے موافق کتب اہل سنت میں نہ ملی۔

اب یہی حدیث غدیر خم ہے اسکی مختصر حالت میں بیان کرتا ہوں اسی پر تمام ان احادیث کو قیاس کرنا چاہیے جو شیعی اصحاب اہل سنت کی کتابوں سے خلافت بلافصل مرتضوی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

اوّل تو اس حدیث کی صحت میں بڑا اختلاف ہے بڑے بڑے اکابر محدثین نے جن پر فن حدیث کا دارومدار ہے اس حدیث کی تضعیف کی ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں اما قول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلیس فی الصحاح ولکن ھو مما رواہ العلماء وتنازع الناس فی صحتہ فنقل عن البخاری وابراھیم الحربی وطائفۃ من اھل العلم بالحدیث انھم طعنوا فیہ وضعفوہ قال ابو محمد بن حزم واما من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلا یصح من طریق الثقات۔

ترجمہ لیکن اس کا قول من کنت مولاہ تو یہ صحیح حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ اسکو علمائے روایت کیا ہے اور لوگوں نے اس کی صحت میں اختلاف کیا ہے بخاری سے اور ابراہیم حربی سے اور علمائے حدیث کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ انھوں نے اسمیں جرح کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے، ابو محمد بن حزم کہتے ہیں کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ معتبر راویوں کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہے صحاح ستہ میں سے صرف ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے بخاری مسلم میں کہیں اس کا پتہ نہیں تو ترمذی نے بھی اس کا صحیح نہ ہونا ثابت کر دیا ہے انھوں نے لکھدیا ہے کہ حدیث حسن ہے الغرض جب اس حدیث کی صحت میں اتنا بڑا اختلاف ہے اور امام بخاری جیسے محدث اسکے ضعیف کہنے والے ہیں تو اس سے اعتقادات کا وہ مسئلہ جس پر نجات موقوف ہے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا ہاں فضائل میں اس قسم کی حدیث لے لی جاتی ہے چنانچہ علمائے اہل سنت نے جہاں کہیں اس حدیث کو ذکر کیا ہے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل میں ذکر کیا ہے اصول حدیث میں یہ بات (باقی بر صفحہ ۱۲۱)

Marfat.com

آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ بعد اس کے آپ نہایت خیر و خوبی کے ساتھ مدینۂ منورہ میں داخل ہوئے اور اس شہر مقدس کو اپنے جمال جہاں آرا سے پھر منور فرمایا حرم سے

(بقیہ از صفحہ ۱۲۰) ثابت ہو چکی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول کر لیجاتی ہے اور جس طرح احکام کے استخراج میں حدیث کی جانچ کی جاتی ہے فضائل میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔

دوسرے اگر ہم اس حدیث کے صحت و ضعف سے بھی آنکھ بند کر لیں اور اس قاعدۂ مسلمہ (کہ اخبار احادہ گو وہ صحیح بھی ہوں عقائد میں مقبول نہیں ہوتے) کی بھی پروا نہ کریں تب بھی اس حدیث سے حضرات شیعہ کا مطلب ثابت ہونا ایک امر محال سے ہے اس اخیر زمانے میں مولوی حامد حسین صاحب نے (جو بزعم حضرات شیعہ علمائے سابقین سے بھی سبقت لے گئے تھے) اس حدیث سے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور چار ضخیم جلدوں میں اس حدیث کی بحث لکھی ہے ان کے اور نیز تمام علمائے شیعہ کے استدلال کا دارومدار لفظ مولیٰ پر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں مولیٰ سے محبوب مراد نہیں بلکہ حاکم مراد ہے ان کے نزدیک مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جس کا میں حاکم ہوں علی بھی اس کے حاکم ہیں مگر افسوس ہے کہ علمائے شیعہ اس کی کچھ وجہ بیان نہیں کرتے کہ جب مولیٰ بمعنی محبوب اور ناصر کے لغت میں وارد ہو چکا ہے تو وہ معنی کیوں نہ مراد لیے جائیں اور دوسرے معنی کیوں مراد لیے جائیں کوئی وجہ ترجیح ان کو بیان کرنی لازم تھی، خیر اس سے بھی درگذر کیجئے، مولیٰ کے معنی حاکم کے کسی لغت میں وارد نہیں ہوئے اگر کسی لغت میں مولیٰ بمعنی حاکم لکھا ہو تو گو حضرات شیعہ وجہ ترجیح نہ بیان کر سکیں تب بھی ہم تسلیم کر لیتے کہ اس حدیث میں خواہ نخواہ یہی معنی یاد ہیں مگر افسوس کہ حضرات شیعہ قیامت تک اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ لغت عرب میں مولیٰ بمعنی حاکم مستعمل ہے، مولوی حامد حسین صاحب و نیز علمائے متقدمین شیعہ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح مولیٰ کو (باقی بر صفحہ ۱۲۲)

۱؎ ترجمہ اس دعا کا یہ ہے کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کے لیے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (حج کر کے) توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور (کفار کی) جماعت کو اسی ایک نے بھگا دیا ۱۲۔

ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہوا اور صفر کی اٹھائیسویں تاریخ کو درد سر اور بخار میں آپ مبتلا ہو گئے اور یکشنبہ کے دن مرض میں شدت ہو گئی اور دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت بارہویں ربیع الاول کو آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ جل مجدہ کے جوار عزت میں سکونت اختیار کی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اگرچہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات کے بھی اپنی امتِ مرحومہ کے خیال اور خیر خواہی کو نہیں چھوڑا اگرچہ فیوض و برکات کہ حضرت کی موجودگی میں اس

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۲۱) حاکم کے معنی میں ثابت کر دیں چنانچہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بھی آتا ہے اور محض بے دلیل یہاں اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف یا اولیٰ بالحکومت مراد ہے مگر جو عبارتیں انھوں نے اس دعوے کے ثبوت میں نقل کیں ان سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ مولیٰ بمعنی مکان اولیٰ کے بعض علما کے نزدیک مستعمل ہوتا ہے پس اب اگر یہ معنی اس حدیث میں مان لیے جائیں اور اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف مراد لیا جائے تو معنی حدیث کے یہ ہو جائیں گے کہ میں جس کے تصرف کا محل بننے محکوم بننے کے لیے اولیٰ ہوں علی بھی اس کے محکوم بننے کے لیے اولیٰ ہیں دیکھیے حدیث کے معنی کیسے الٹے ہو گئے رسولؐ اور علیؓ کو بجائے حاکم کے محکوم ہونیکے لائق بنا دیا اگر خلافت بلافصل کا یہی مطلب ہے تو حضرات شیعہ کو مبارک رہے وہ خوشی سے اس کفر کو اپنا جزو ایمان بنائیں غرضکہ نہ یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ کوئی مسئلہ اعتقادیات کا اس سے ثابت کیا جائے نہ کہ حدیث خلافت مرتضوی پر دلالت کرتی ہے چہ جائیکہ بفصل و بلا فصل یہ مقام اس بحث کے مناسب نہ تھا لیکن بات میں بات نکل ہی آتی ہے حدیث غدیر خم کا چونکہ ذکر آ گیا اسلیے ہم نے کچھ اسکے مباحث بھی بیان کر دیے اگرچہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے زیادہ تفصیل اس حدیث کے متعلق اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ نصیحۃ الشیعہ کی تیسری جلد کو دیکھے جسکے مصنف مرحوم نے حق سبحانہ تعالیٰ کی تائید سے ہمیشہ کیلئے اس بحث کا خاتمہ کر دیا فجزاہ اللہ خیر الجزاء ۱۲

عہ ترجمہ اس دعا کا یہ ہے کہ کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کے لیے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (حج کر کے) توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور (کفار کی) جماعت کو اسی اکیلے نے بھگا دیا ۱۲ —

عہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی ۱۲ (جذب القلوب)

Marfat.com

عالم پر نازل ہو رہے تھے اب وہ کہاں در حقیقت مسلمانوں کے لیے اس سے زیادہ مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے۔

اِصْبِرْ لِکُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَتَجَلَّدِ وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَرْءَ غَیْرُ مُخَلَّدِ
وَاِذَا ذَکَرْتَ مُصِیْبَۃً تَسْلُو بِھَا فَاذْکُرْ مُصَابَکَ بِالنَّبِیِّ مُحَمَّدِ

تحفۃ الوداع کے حالات و واقعات ختم ہو گئے خدا کی عنایت سے حج و زیارت کے مسائل عمدہ بسط و تفصیل سے بیان ہو چکے اب میں اپنے التزام کے موافق چالیس حدیثیں حج کے بیان میں نقل کرتا ہوں اور اس کے بعد حسب دستور چالیس آثار حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کروں گا وبہ نستعین۔

ع۵ ترجمہ - ہر مصیبت پر صبر کرو اور دل کو سخت کرو۔ اور یقین کرو کہ آدمی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا اور جب تم کسی ایسی مصیبت کو یاد کرو جس سے تم بیقرار ہو جاؤ تو تم اپنی اس مصیبت کو خیال کرو جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات) سے تمہیں پہونچی ۱۲-

ایک عظیم کتاب

بدعت کیا ہے؟

توحید و سنت کے اثبات اور شرک و بدعت کے رد میں ایک بہترین کتاب جو چار مفصل مدلل اور قیمتی مضامین سے مزین ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کو یہ بتائے گا کہ عرس فاتحہ، نیاز قوالی اور اس طرح کی دیگر رسوم رائجہ کا دین میں کیا درجہ ہے یہ چاروں قیمتی مضامین فاران کے "توحید نمبر" میں چھپے تھے، اب ہم نے نظر ثانی اور تصحیح کے بعد چھاپے ہیں، صفحات ۳۰۴ - قیمت مجلد تین روپے۔

ملنے کا پتہ:- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند (یو۔پی)

Marfat.com

حامداً و مصلیاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چہل حدیث حج

(۱) عن ابی ھریرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (البخاری)

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ (متفق علیہ)

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ (متفق علیہ)

(۴) عن ابی ھریرۃ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایھا الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول اللہ فسکت حتی قالھا ثلثا فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم ثم قال ذرونی ما ترکتکم فانما

۱ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے پھر نہ رفث کرے نہ گناہ کی بات تو وہ (حج کرکے) مثل اس دن کے ہو نے گا جس دن اسکو اسکی ماں نے جنا۔

۲ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (یعنی جس میں کوئی خلاف حکم بات نہ کی جائے) کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں ہے۔

۳ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کی برابری کرتا ہے۔

۴ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایکدن) ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا لہذا تم حج کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا ہر سال یارسول اللہ (حج فرض ہے)، تو آپ چپ ہوگئے یہانتک کہ اسنے تین مرتبہ کہا آپنے فرمایا اگر میں کہدیتا کہ ہاں تو (ہر سال) تم پر فرض ہوجاتا اور پھر تم ہرگز نہ کر سکتے بعد اس کے آپنے فرمایا کہ تم مجھے

هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم
واختلافهم على انبيائهم فاذا امرتكم
بشئ فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم
عن شئ فدعوه　　(رواه مسلم)

(۵) عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول وفد الله ثلثة الغازی
والحاج والمعتمر　　(النسائی)

(۶) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم اذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه
ومره ان يستغفر لك قبل ان يدخل بيته
فانه مغفور له　　(مسند احمد)

(۷) عن ابی امامة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم من لم يمنعه من الحج حاجة
ظاهرة او سلطان جائر او مرض
حابس فمات ولم يحج فليمت ان شاء
يهوديا وان شاء نصرانيا　　(الدارمی)

(۸) عن ابی هريرة قال قال رسول الله
صلعم من خرج حاجا او معتمرا او غازيا
ثم مات فی طريقه كتب الله له اجر الغازی
والحاج والمعتمر رواه البيهقی (مشكوٰة)

(۹) عن ابن عباس قال ان النبی صلى
الله عليه وسلم وقت لاهل المدينة
ذاالحليفة ولاهل الشام الجحفة ولاهل

پوچھا پاچھ کرو جبتک میں تم سے کچھ نہ کہوں اسلیے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے زیادہ پوچھ پاچھ اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرنیکی وجہ سے ہلاک ہوئے پس میں تمکو جس بات کا حکم دوں تم اپنی طاقت کیموافق اسکو بجالاؤ اور جب میں تمکو کسی بات سے منع کردوں تو تم اسکو چھوڑ دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کے ایلچی تین قسم کے لوگ ہیں، جہاد کرنیوالے حج کرنیوالے عمرہ کرنیوالے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی حاجی سے ملو تو اسکو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے استغفار کرے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حج کرنیسے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا بادشاہ ظالم یا کوئی مرض شدید نہ روکے اور وہ بغیر حج کیے مرجائے تو اس کے حق میں یکساں ہے یہودی ہو کر مرجائے چاہے نصرانی مرجائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کرنے کیلئے یا عمرہ ادا کرنے کیلئے یا جہاد کرنے کیلئے اپنے گھر سے نکلے پھر راستے میں مرجائے تو اسکے لیے غازی اور حاجی اور عمرہ کرنیوالے کا ثواب لکھدیا جائے گا

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کیلیے ذوالحلیفہ اور شام والوں کیلیے جحفہ اور نجد والوں کیلئے قرن المنازل کو میقات مقرر فرمایا ہے اور

Marfat.com

نجدا قرن المنازل ومن نحن ولمن اتى عليهن من غيرهن ممن اراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلك فمن حيث انشأ حتى اهل مكة من مكة

(البخاری)

(۱۰) عن عائشة انها قالت يا رسول الله اعتمروا ولم اعتمر قال يا عبد الرحمن اذهب باختك فاعمرها من التنعيم على ناقة فاعتمرت (البخاری)

(۱۱) عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ليحجن البيت وليعتمرن بعد خروج ياجوج وماجوج (البخاری)

(۱۲) عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال يا رسول الله ما يلبس المحرم من الثياب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يلبس القميص ولا العمائم ولا السراويلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لا يجد النعلين فليلبس خفين وليقطعهما اسفل من الكعبين ولا تلبسوا من الثياب شيئا مسه زعفران او ورس (البخاری)

(۱۳) عن عائشة قالت كنت اطيب رسول الله

ان لوگوں کی بھی میقات ہیں اور جو شخص کسی اور جگہ کا رہنے والا حج یا عمرہ کے ارادہ سے ادہر ہو کے گذرے اسکی بھی یہی میقات ہیں) اور جو شخص ان میقات کے اس پار کا رہنے والا ہو وہ جہاں سے احرام باندہ لے (وہی میقات ہے) یہانتک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندہ لیں۔

حضرت[۱۰] عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ لوگوں نے عمرہ کرلیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا آپنے فرمایا کہ اے عبد الرحمن (یعنی ان کو لیجا) تو انھوں نے حضرت عائشہ کو اونٹ پر سوار کرکے مقام تنعیم سے عمرہ کرادیا اور انھوں نے عمرہ کرلیا

حضرت[۱۱] ابو سعید خدری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کعبہ کا حج و عمرہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی ہوگا۔

حضرت[۱۲] عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ محرم کس قسم کے کپڑے پہنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنے اور نہ عمامہ نہ پائجامہ نہ باران کوٹ اور نہ موزے لیکن اگر کوئی شخص نعلین نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے کاٹ دے اور (اے لوگو!) تم اس قسم کے کپڑے نہ پہنو جن میں زعفران یا ورس (ایک خوشبو دار گھاس) لگا ہو۔

حضرت[۱۳] عائشہ کہتی ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو

عہ یہ حکم حج کرنیوالے کا ہے عمرہ کرنیوالے کیلئے اگر وہ میقات سے اس پار کا رہنے والا ہو یہ حکم ہیکہ وہ حرم سے باہر آکر احرام باندھے جیسا کہ اسکے بعد کی حدیث سے ظاہر ہیکہ حضرت عائشہ نے مقام تنعیم سے جو حرم سے باہر ہے عمرہ کا احرام باندھا ۱۲۔

صلی اللہ علیہ وسلم لاحرامہ حین یحرم و
لحلہ قبل ان یطوف (البخاری)

(۱۴) عن ابن عباس ان اسامۃ کان ردف
النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عرفۃ الی المزدلفۃ
ثم اردف الفضل من المزدلفۃ الی منی قال
فکلاھما قال لم یزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یلبی حتی رمی جمرۃ العقبۃ (البخاری)

(۱۵) عن عبد اللہ بن عمر ان تلبیۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک
اللھم لبیک لا شریک لک لبیک
ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا
شریک لک (البخاری)

(۱۶) عن سالم عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حین یقدم مکۃ اذا استلم
الرکن الاسود اول ما یطوف یخب ثلثۃ
اطواف من السبع (البخاری)

(۱۷) عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذا طاف بالبیت الطواف الاول یخب ثلثۃ
اطواف ویمشی اربعۃ وانہ کان یسعی
بطن المسیل اذا طاف بین الصفا والمروۃ
(البخاری)

(۱۸) عن ابن عمر یقول قدم النبی

لگا دیا کرتی تھی جب آپ احرام[عہ] باندھتے تھے اور احرام سے باہر
ہوتے وقت بھی قبل اس کے کہ آپ طواف زیارت کریں۔

حضرت[۱۴] ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک
اسامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے پھر اس کے آپ نے مزدلفہ
سے منیٰ تک فضل کو ردیف کر لیا تھا یہ دونوں بیان کرتے
تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپ
نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی۔

حضرت[۱۵] عبد اللہ بن عمرؓ روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کا تلبیہ ان عبارات سے ہوتا تھا حاضر ہوں اے اللہ بار بار حاضر
ہوں تیرے پاس حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں بار بار حاضر ہوں تیرا
شریک نہیں بار بار حاضر ہوں بیشک ہر قسم کی حمد اور احسانات
تیرے ہیں اور بادشاہی تیری ہی تیرا کوئی شریک نہیں۔

سالم[۱۶] اپنے والد ابن عمرؓ سے راوی ہیں وہ کہتے ہیں میں نے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ مکہ آتے تھے کہ جب
آپ حجر اسود کا استلام کرتے تو سب سے پہلے سات پھیروں میں سے
تین شوطوں میں رمل کرتے تھے۔

حضرت[۱۷] ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کعبہ کا پہلا طواف کرتے تو تین پھیروں میں رمل کرتے تھے
اور چار میں مشی کرتے تھے اور جب صفا اور مروہ کے
درمیان میں طواف کرتے تو نالے کے بیچ میں سعی کرتے
تھے۔

حضرت[۱۸] ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

عہ معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت اگر خوشبو لگائی جائے تو کچھ حرج نہیں گو اس کا اثر بعد احرام کے بھی باقی رہے ۱۲۔

صلی اللہ علیہ وسلم فطاف بالبیت سبعا و
صلی خلف المقام رکعتین ثم خرج الی الصفا
وقد قال اللہ عزوجل لقد کان لکم فی رسول
اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسوۃ حسنۃ

(۱۹) عن ام سلمۃ قالت شکوت الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انی اشتکی فقال طوفی
من وراء الناس وانت راکبۃ فطفت و
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصلی الی
جنب البیت وھو یقرأ بالطور وکتاب
مسطور (البخاری)

(۲۰) عن ابن عمر قال استاذن العباس
بن عبد المطلب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان یبیت بمکۃ لیالی منی من اجل
سقایتہ فاذن لہ (البخاری)

(۲۱) عن یعلی بن امیۃ قال ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم طاف بالبیت مضطبعا
ببرد اخضر (الترمذی وابوداؤد)

(۲۲) عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال نحرت ھھنا ومنی کلھا منحر
فانحروا فی رحالکم ووقفت ھھنا وعرفۃ
کلھا موقف ووقفت ھھنا وجمع کلھا
موقف (مسلم)

لائے اور آپ نے کعبہ کے سات طواف کیے اور مقام ابراہیم کے
پیچھے دو رکعت نماز پڑھی بعد اسکے صفا کی طرف تشریف لیگئے اور
بیشک اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں کے لیے رسول خدا
کے (افعال) میں ایک عمدہ اقتداء ہے۔

حضرت[19] ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کیا کہ میں بیمار ہوں (طواف کس طرح کروں) آپنے فرمایا
کہ تم سوار ہوکر آدمیوں کے پیچھے طواف کرو چنانچہ میں نے
(سوار ہوکر) طواف کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ
کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ (نماز میں اسوقت)
والطور کتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

حضرت[20] ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ عباس بن عبد المطلب نے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ
پانی پلانے کے لیے منیٰ کے زمانے میں مکہ میں رہیں تو آپنے
انھیں اجازت[5] دیدی۔

حضرت[21] یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک سبز چادر سے اضطباع کرکے کعبہ کا طواف
کیا۔

حضرت[22] جابر سے روایت ہیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میں نے اس مقام پر قربانی کری ہے اور منیٰ کا کل میدان
قربانی کیجگہ ہے پس تم اپنی اپنی قیامگاہ میں قربانی کرو اور میں نے
(عرفات میں) اسجگہ وقوف کیا اور عرفات کا کل جنگل موقف ہے
اور میں نے مزدلفہ میں اسجگہ وقوف کیا اور مزدلفہ کا کل میدان موقف ہے

ف۵ معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے تو منیٰ میں نہ رہنا کچھ حرج نہیں ۱۲۔

(۲۳) عن جابر قال رمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الجمرۃ یوم النحر ضحیً اما بعد ذلک فاذا زالت الشمس (متفق علیہ)

حضرت جابرؓ[۲۳] کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے دن تو جمرہ کی رمی چاشت کے وقت کی تھی اور لیکن بعد اسکے (جب آفتاب ڈھل جاتا تھا اسوقت رمی فرماتے تھے)

(۲۴) عن ابن عمر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حلق راسہ فی حجۃ الوداع واناس من صحابہ وقصہ بعضہم (متفق علیہ)

حضرت ابن عمرؓ[۲۴] سے روایت ہیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے بعض صحابہ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈوایا تھا اور آپکے بعض صحابہ نے بال کتروائے تھے۔[ع۵]

(۲۵) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس علی النساء الحلق انما علی النساء التقصیر (ابوداؤد والدارمی)

حضرت ابن عباسؓ[۲۵] کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں پر سر منڈوانا واجب نہیں بلکہ عورتوں پر صرف بالوں کا کتروانا واجب ہے۔

(۲۶) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقف فی حجۃ الوداع بمنی للناس یسألونہ فجاءہ رجل فقال لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح فقال اذبح ولا حرج فجاء اخر فقال لم اشعر فنحرت قبل ان ارمی فقال ارم ولا حرج فما سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن شئی قدم ولا اخر الا قال افعل ولا حرج (متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ[۲۶] سے روایت ہیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر لوگوں کے سامنے ٹھیرگئے لوگ آپسے مسائل پوچھتے تھے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ناواقفی میں قبل قربانی کرنیکے سر منڈوالیا آپنے فرمایا اب قربانی کرلے اور کچھ حرج نہیں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ناواقفی میں قبل رمی کرنے کے قربانی کرلی ہو آپنے فرمایا اب رمی کرلے اور کچھ حرج نہیں غرض (اس دن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کی بابت پوچھا گیا خواہ وہ مقدم کردی گئی یا موخر کردی گئی آپ نے یہی فرمایا کہ اب کرلے اور کچھ حرج نہیں[ع۶]

(۲۷) عن ابن عباس قال کان الناس

حضرت ابن عباسؓ[۲۷] کہتے ہیں کہ لوگ ہر حالت میں لوٹ

ع۵ معلوم ہوا کہ سر منڈوانا اور کتروانا دونوں درست ہیں کتروانے کی حد یہ ہے کہ کم از کم پورا انگل بال کتروائے ۱۲ ع۶ حنفیہ کے نزدیک حنفیہ کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ [illegible] ہیں کچھ گناہ نہیں [illegible] کیونکہ ان افعال میں ترتیب واجب ہے اور ترک واجب سے جزا لازم ہوتی جیسا کہ تفصیل [illegible]

فیصرفون فی کل وجہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ینصرفن احدکم حتی یکون آخر عہدہ بالبیت الا انہ خفف عن الحائض (متفق علیہ)

(۲۸) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج میمونۃ وھو محرم (متفق علیہ)

(۲۹) عن ام الحصین قالت رأیت اسامۃ وبلال واحدھما اخذ بخطام ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاخر رافع ثوبہ یسترہ من الحر حتی رمی جمرۃ العقبۃ (مسلم)

(۳۰) عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لحم الصید لکم فی الاحرام حلال مالم تصیدوہ او یصاد لکم (الترمذی)

(۳۱) عن ابن عباس قال قد احصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحلق راسہ وجامع نساءہ ونحر ھدیہ حتی اعتمر عاما قابلا (البخاری)

(۳۲) عن ابن عمر مرفوعا من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی (رواہ فی شعب الایمان) مشکوۃ

(۳۳) عن جابر قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ حین فتحھا وعلیہ عمامۃ سوداء بغیر احرام (الدارمی)

آیا کرتے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص نہ لوٹے یہاں تک کہ وہ آخری زیارت کعبہ کی کرلے مگر حیض والی عورت سے یہ معاف ہے۔

۲۸ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

۲۹ حضرت ام حصین کہتی ہیں کہ میں نے اسامہ اور بلال کو دیکھا ان دونوں میں سے ایک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے اور دوسرا اپنا کپڑا تانے ہوئے آپ پر دھوپ سے سایہ کر رہا تھا یہاں تک کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کی رمی کرلی۔

۳۰ حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شکار کا گوشت تمہارے لیے حالت احرام میں جائز ہے تاوقتیکہ اسکو شکار نہ کرو یا تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔

۳۱ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم محصر ہوگئے تو آپ نے اپنا سر منڈوا ڈالا اور اپنی بیوی سے ہمبستری فرمائی اور اپنی ہدی کی قربانی کرلی یہاں تک کہ سال آئندہ میں آپ نے عمرہ کیا۔

۳۲ حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جو شخص حج کرے اور بعد میری موت کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس کے ہوگا جو میری زندگی میں میری زیارت کرے۔

۳۳ حضرت جابر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام کے مکہ تشریف لے گئے جب آپ نے اس کو فتح کیا اور آپ کے سر پر (اس وقت) ایک سیاہ عمامہ تھا۔

Marfat.com

(٣٤) عن ابی شریح العدوی انه قال لعمرو
ابن سعید وهو یبعث البعوث الی مکة
ائذن لی ایها الامیر احدثك قولا قام
به رسول الله صلی الله علیه وسلم الغد
من یوم الفتح سمعته اذنای ووعاه
قلبی وابصرته عینای حین تکلم به
انه حمد الله واثنی علیه ثم قال
ان مکة حرمها الله ولم یحرمها الناس
ولا یحل لامرء یؤمن بالله والیوم
الاخر ان یسفك بها دما او یعضد بها
شجرة فان احد ترخص لقتال
رسول الله صلی الله علیه وسلم فقولوا
ان الله اذن لرسوله صلی الله علیه وسلم
ولم یاذن لکم وانی اذن لی فیها ساعة
من نهار وقد عادت حرمتها الیوم کحرمتها
بالامس ولیبلغ الشاهد الغائب
فقیل لابی شریح ما قال لك عمرو بن سعد
قال انا اعلم منك بذلك یا ابا شریح
ان الحرم لا یعیذ عاصیا ولا فارا بدم
ولا فارا بخربة (البخاری)

حضرت[٣٤] ابو شریح عدوی سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرو بن سعید[٥٥]
سے کہا (اور وہ مکہ کی طرف لشکر کشی کر رہا تھا) کہ اے امیر
مجھے اجازت دو تو میں تم سے ایک ایسی بات بیان کروں
جو یوم فتح کے دوسرے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے ہو کر بیان فرمائی تھی میرے دونوں کانوں نے اسکو سنا
اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا ہے اور میری آنکھیں آپ کو
دیکھ رہی تھیں جب آپ وہ بات بیان کر رہے تھے آپ نے
اللہ کی حمد و ثنا بیان کی بعد اس کے فرمایا کہ مکہ (میں جدال
قتال) کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو آدمیوں نے حرام
نہیں کیا اور کسی ایسے شخص کو جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان
رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہاں خونریزی کرے یا وہاں
درخت کاٹے پس اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کی جنگ کے سبب سے (اسکو جائز سمجھے) تو تم کہہ دینا کہ اللہ
نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس کی اجازت دے دی)
تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی [illegible]
تھوڑی دیر کی اجازت دی تھی اور آج اس کی [illegible]
ہی ہو گئی جیسی اس کی حرمت کل تھی اور حاضر کو چاہیے
کہ غائب کو یہ خبر پہنچا دے۔ حضرت ابو شریح سے پوچھا گیا
کہ عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا انہوں نے [illegible]
دیا) کہ ابو شریح میں اس بات کو تم سے زیادہ جانتا ہوں [illegible]

٥٥ عمرو بن سعید یزید کی طرف سے حاکم مدینہ تھا حضرت عبداللہ بن زبیر ان دنوں مکہ میں خلیفہ تھے انسے لڑنے کیلئے اس نے لشکر [illegible]
روانہ کیا تھا تو حضرت ابو شریح صحابی نے اس سے یہ حدیث بیان کی جس سے مکہ میں جدال قتال کی ممانعت ثابت [illegible]
تھا اور اپنے ارادہ قبیح سے باز نہ آیا روایت ہے کہ عمرو بن سعید ایک روز منبر پر چڑھ کے حضرت علی کو سب و شتم کرنے لگا [illegible]

وفی البخاری الخبیثۃ الخیانۃ۔ (مشکوٰۃ)

(۳۵) عن السائب ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال اتانی جبریل فامرنی ان امر اصحابی او من معی ان یرفعوا اصواتھم بالاھلال بالتلبیۃ (البخاری)

(۳۶) عن ابن عباس قال ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سمع رجلا یقول لبیک عن شبرمۃ قال من شبرمۃ قال اخ لی او قریب لی قال احججت عن نفسک قال لا قال حج عن نفسک ثم حج عن شبرمۃ (ابوداؤد)

(۳۷) عن عمرو بن الاحوص قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول فی حجۃ الوداع ای یوم ھذا قالوا یوم الحج الاکبر قال فان دمائکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا الا لا یجنی جان علی نفسہ الا لا یجنی جان علی ولدہ ولا مولود علی والدہ الا و ان الشیطان قد ایئس ان یعبد فی بلدکم

حرم[۵۵] کسی گنہگار کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کرکے بھاگ جانے والے کو اور نہ فساد کرکے بھاگ جانیوالے کو۔

حضرت[۳۵] سائب سے روایت ہیکہ رسول خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جبریلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میں اپنے صحابہ کو، یا (یہ فرمایا) کہ جو لوگ میرے ساتھ ہیں ان کو یہ حکم دوں کہ وہ اپنی آوازیں تکبیر کے ساتھ بلند کریں۔

حضرت[۳۶] ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو لبیک[۵۶] عن شبرمۃ کہتے سنا تو آپ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے اس نے کہا کہ میرا بھائی یا میرا عزیز ہے آپنے فرمایا تو اپنی طرف سے حج کرچکا ہے اسنے کہا نہیں آپنے فرمایا تو اپنی طرف سے پہلے حج کرلے بعد اسکے شبرمہ کی طرف سے حج کر۔

عمرو[۳۷] بن احوص کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو حجۃ الوداع میں یہ پوچھتے ہوئے سنا آج کون دن ہے لوگوں نے کہا کہ حج اکبر کا دن ہے آپنے فرمایا تو تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم میں باہم (ہمیشہ کیلئے) ایسی حرام ہیں جیسی ان کی حرمت آج کے دن تمہارے اس شہر میں تم کو معلوم ہے آگاہ رہو کوئی شخص[۵۷] اپنی جان پر کوئی جنایت نہ کرے آگاہ رہو کوئی شخص اپنے بیٹے پر اور بیٹا اپنے باپ پر جنایت نہ کرے آگاہ رہو شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے

عـ۵۵ گویا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے مکہ میں جنگ کرنا اس سبب سے جائز سمجھتا تھا کہ وہ ان کو گنہگار اور فسادی جانتا تھا ۱۲

عـ۵۶ ترجمہ میں شبرمہ کی طرف سے لبیک کہتا ہوں ۱۲ عـ۵۷ جان پر جنایت کرنیکا مطلب ہیکہ کوئی ایسی جنایت کرے جس سے اس کی جان جاتی رہے اور باپ پر جنایت کرنیکا یہ مطلب ہیکہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس سے اسکا باپ ماخوذ ہوجائے یا سزا ے بلا ہوجاے اسی قسم کا مطلب بیٹے پر جنایت کرنے کا ہے ۱۲۔

Marfat.com

هذا البلد ولكن ستكون له طاعة فيما تحتقرون من اعمالكم فسيرضى به (الترمذي وصححه)

(تمہارے اس شہر میں کبھی اور کی عبادت کی جائے) لیکن عنقریب ان اعمال میں جن کو تم حقیر جانتے ہو اس کی اطاعت کی جائیگی اور وہ اس سے خوش ہو جائے گا۔

(۳۸) عن يحيى بن سعيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالسا وقبر يحفر قبر بالمدينة فاطلع رجل في القبر فقال بئس مضجع المومن فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بئسما قلت قال الرجل اني انما اردت هذا انما اردت القتل في سبيل الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا مثل القتل في سبيل الله ما على الارض بقعة احب الي ان يكون قبري بها منها ثلث مرات رواه مالك مرسلا (مشكوة)

حضرت یحیی بن سعید روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قبر مدینہ میں کھودی جا رہی تھی تو ایک شخص نے قبر میں جھانکا اور اس نے کہا کہ مومن کا برا ٹھکانا ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] اس شخص نے عرض کیا [illegible] میرا (یہ) مطلب تھا کہ قتل فی سبیل اللہ [illegible] مرنا اچھا نہیں [illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قتل فی سبیل اللہ کے برابر تو کوئی چیز نہیں [illegible] کوئی مقام ایسا نہیں ہے کہ وہاں اپنی قبر کا ہونا [illegible] یہ تین دفعہ فرمایا۔

(۳۹) عن علي رضي الله عنه قال ما كتبنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الا القران وما في هذه الصحيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة حرام ما بين عير الى ثور فمن احدث فيها حدثا او اوى محدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين

۳۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں لکھا [illegible] سوائے جو [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] ثور تک [illegible] جو شخص [illegible] ظلم و بدعت کی [illegible] والے کو جگہ دے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی

ع یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو تمام مسلمانوں پر اس [illegible] ادنیٰ درجے کا آدمی ہو۔

لا يقبل منه صرف ولا عدل ذمة المسلمين واحدة يسعى بها ادناهم فمن اخفر مسلما فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل صرف ولا عدل ومن دان قوما بغير اذن مواليه فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل (متفق عليه)

لعنت اس سے نہ کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے ان میں کا ادنیٰ شخص بھی اس ذمہ کی پیروی کرسکتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی آبروریزی کرے اسپر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت نہ اس کی کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت اور جو شخص کسی قوم سے بغیر اپنے مولی[عہ] کی اجازت کے اولاد پیدا کرے اسپر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، نہ اس کی کوئی عبادت مقبول ہوگی نہ طاعت۔

(۴۰) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم قال خير الدعاء دعاء يوم عرفة و خير ما قلت انا والنبيون من قبلي لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير (الترمذی)

(۴۰) عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمدہ دعا عرفہ کے دن والی دعا ہے اور سب سے عمدہ کلام جو میں نے اور مجھ سے اگلے نبیوں نے کہا ہے یہ ہے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

عہ موالی جمع ہے مولی کی جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے وہ اس وہ اس غلام کا مولی ہے یہی یہاں مراد ہے، یہ غلام اگر کچھ مال چھوڑ مرے اور کوئی وارث اس کا نہ ہو تو اس کا مال اس کے آزاد کرنیوالے کو ملتا ہے اسی کو ولا کہتے ہیں پس اگر کوئی شخص اپنے مولی کا حق قطع کرکے کسی دوسرے کو اپنا وارث بنائے تو یہ ناجائز ہے۔

Marfat.com

حامداً و مصلیاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) ابوبکر عن شیخ قال عمر بن الخطاب من حج هذا البیت لا یرید غیره خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه

(۲) ابوبکر عن موسی بن سعید قال عمر تلقوا الحاج والعمار والغزاة فلیدعوا لکم قبل ان یتدنسوا

(۳) مالک عن سعید بن المسیب ان عمر بن ابی سلمة استاذن عمر بن الخطاب ان یعتمر فی شوال فاذن له فاعتمر ثم قفل الی اهله ولم یحج

(۴) البیهقی ان عمر بن الخطاب قال ان السبیل الزاد والراحلة

(۵) ابوبکر عن منیة بنت محرز سمعت عمر بن الخطاب یقول اجعلوا هذه الذریة

ابوبکر[a] ایک شیخ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا جو شخص اس گھر کے حج کا ارادہ کرے اس کے سوا اور کچھ ارادہ نہ رکھتا ہو وہ اپنے گناہوں سے مثل اس دن کے نکل جائیگا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔

ابوبکرؒ موسیٰ ابن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا حج کرنیوالوں اور عمرہ کرنیوالوں اور غازیوں سے ملو اور وہ تمہارے لیے دعا کریں قبل اس کے کہ گناہوں میں ملوث ہوں۔

امام مالکؒ سعید بن مسیبؒ سے راوی ہیں کہ عمر بن ابی سلمہ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ شوال میں عمرہ کریں تو حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دیدی اور انہوں نے عمرہ کیا پھر اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔

بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا سبیل[b] سے مراد زاد و راحلہ ہے۔

ابوبکرؒ منیہ بنت محرز سے راوی ہیں انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان ذریات کو حج کراؤ اور ان کا مال

[a] یہ ابوبکر محدثین میں ایک بڑے پایہ کے شخص ہیں ان کی ایک کتاب ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام سے مشہور ہے یہ روایتیں اسی کتاب کی ہیں ۱۲ [b] یعنی یہ آیت میں جو ذکر ہے کہ حج امیر فرض ہے جو سبیل کی مقدرت رکھتا ہو اس سبیل کے لفظ سے زاد راہ اور سواری مراد ہے ۱۲

ولا تنا كلوا اذا ذاقها وتدعوا اربابها فى اعناقها قيل الذرية ههنا النساء

(٦) البغوى روى ان عمر اذن لازواج النبى صلى الله عليه وسلم فى اخر حجة حجها فبعث معهن عثمان بن عفان وعبد الرحمن قلت اختلفوا فى المرأة تخرج من غير محرم فاحتج الشافعى بهذا على انه يجوز خروجها من غير محرم اذا كان معها نسوة ثقات وللمنفية ان يقولوا فى الاثر انه جعل معهن عثمان وعبد الرحمن بمعنى محافظتهن وتوقيرهن وان كان معهن محارمهن والله اعلم۔

(٧) البخارى عن ابن عمر لما فتح هذان المصران اتوا عمر فقالوا يا امير المومنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حد لاهل نجد قرنا وهو جور عن طريقنا وان اردنا قرنا شق علينا قال فانظروا حذوها من طريقكم فحد لهم ذات عرق۔

خوردبرد نہ کر جاؤ کہ ان کے حقوق ان کی گردنوں پر رہ جائیں ذریات سے مراد عورتیں ہیں۔

بغوی[عہ] راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اپنے اخیر حج میں اجازت حج کی دی تھی اور ان کے ہمراہ عثمان بن عفان اور عبد الرحمٰن کو کر دیا تھا میں کہتا ہوں کہ عورت کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کیا وہ بغیر محرم کے باہر نکل سکتی ہے تو امام شافعی نے اسی حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ بغیر محرم کے اسکا نکلنا درست ہے بشرطیکہ اسکے ہمراہ پرہیزگار عورتیں ہوں اور[عہ] جو لوگ ناجائز کہتے ہیں انہیں اختیار ہے کہ کہیں اس اثر میں جو یہ ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے انکے ہمراہ عثمان اور عبد الرحمٰن کو کر دیا تھا تو یہ محض انکی محافظت اور توقیر کے لئے اگرچہ ان کے ساتھ ان کے محارم بھی تھے۔

بخاری[عہ] حضرت ابن عمرؓ سے راوی ہیں کہ جب یہ دونوں شہر (یعنی بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کیلئے قرن کو میقات مقرر فرمایا تھا اور وہ ہمارے راستہ سے ہٹا ہوا ہے اور ہم اگر قرن جانا چاہیں تو ہم پر شاق ہوگا حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم اس کے محاذات[عہ] اپنی راہ میں کوئی مقام تجویز کرلو چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کے لئے ذات عرق کو مقرر کر دیا۔

عہ یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے مال تم اپنے تصرف میں لے آؤ کہ وہ فقیر ہو جائیں اور حج نہ کر سکیں اور اس کی وجہ سے یہ بار ان کی گردن پر رہے ۱۲ عہ یہ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے حنفیہ کے نزدیک بغیر محرم کے عورت کا سفر ناجائز ہے ان کی طرف سے جواب وہی ہے جو حضرت شیخ نے ذکر کیا ہے ۱۲۔

(٨) ابو بكر عن الحسن ان عمران بن حصين احرم من البصرة فقدم على عمر فاغلظ له فقال يتحدث الناس ان رجلا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم احرم من الامصار۔

(٩) ابو بكر عن مسلم بن سلمان ان رجلا احرم من الكوفة فراه عمر في الهيأة فاخذ بيده وجعل يدور به في الحلق ويقول انظروا الى ما صنع هذا بنفسه قد وسع الله عليه قلت معناه الكراهية للمتقدي ولمن خيف عليه ان يفوت حقوق الاحرام۔

(١٠) ابو بكر عن ابن عمر وجد عمر بن الخطاب ريحا فتوعد صاحبها فرجع معاوية فالقى ملحفة كانت عليه يعني مطيبة قلت لم ياخذ بهذا اهل الفقه لما صح عندهم من حديث عائشة كاني انظر الى وبيص الطيب في مفرق رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ثلث من احرامه اخرجه الشيخان قلت والاوجه ان يقال استدامة الطيب على البدن يجوز لان الكن يكدره وعلى الثوب لا يجوز

ابو بکرؒ حسن بصری سے راوی ہیں کہ عمران بن حصین بصرہ سے احرام باندھ کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرؓ نے انپر سختی کی اور فرمایا کہ لوگ کہیں گے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور دراز شہروں سے احرام باندھ کر آئے تھے

ابو بکرؒ مسلم بن سلمان سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے کوفہ سے احرام باندھا تھا حضرت عمرؓ نے اسکو بری حالت میں دیکھا تو اسے پکڑ لیا اور لوگوں میں اسکو گشت کرایا اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس شخص کو دیکھو اس نے اپنی جان کیساتھ کیا برا سلوک کیا حالانکہ اللہ نے اسے وسعت دی تھی میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیشوا کیلئے دیہات مکروہ ہے اور اس شخص کیلئے جس سے حقوق احرام کے فوت ہونے کا خوف ہو۔

ابو بکرؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کچھ خوشبو پائی تو جسکے پاس وہ خوشبو تھی اسے ڈانٹا پس حضرت معاویہ نے بھی اپنی خوشبودار چادر اتار ڈالی میں کہتا ہوں کہ اہل فقہ نے اس اثر پر عمل نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک حضرت عائشہ کی روایت سے ثابت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں احرام کے تین دن بعد تک خوشبو کی چمک دیکھتی تھی میں کہتا ہوں کہ زیادہ مدلل یہ ہے کہ کہا جائے کہ بدن پر خوشبو کا لگا رہنا جائز ہے کیونکہ میل اسکو خراب کر دے گا اور کپڑے پر ناجائز ہے

عـه معلوم ہوا کہ میقات سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہیئے ۱۲

عـه یہی مذہب حنفیہ کا ہے کہ بدن پر اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی تو اب بعد احرام کے جسم سے اسکا زائل کرنا ضروری نہیں بخلاف کپڑے کے پس حضرت عمرؓ کا کپڑے کی خوشبو سے ممانعت کرنا موافق مذہب کے ہے ۱۲

لان الطيب يبقى في الثوب كما كان

(۱۱) ابو بكر عن المسور بن مخرمة كانت تلبية عمر لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك لبيك مرغوبا ومرهوبا اليك لبيك ذا النعماء والفضل الحسن۔

(۱۲) ابو بكر عن القاسم قال عمر يا اهل مكة ما لي اراكم مدهنين والحاج شعثا غبرا اذا رايتم هلال ذي الحجة فاهلوا۔

(۱۳) ابو بكر عن ابي وائل خرجنا حجاجا ومعنا الصبي بن معبد فاحرم بالحج والعمرة فقدمنا الى عمر فذكر ذلك له فقال هديت لسنة نبيك صلى الله عليه وسلم۔

(۱۴) ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب انه انما نهى عن الافراد فاما القران فلا قال محمد يعني بقوله نهى عن الافراد افراد العمرة۔

(۱۵) ابو بكر عن طاؤس عن ابن عباس تمتع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر وعثمان واول من نهى عنها

کیونکہ کپڑے پر خوشبو جیسی تھی ویسی ہی باقی رہے گی۔

۱۱ ابوبکر مسور بن مخرمہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر کا تلبیہ یہ تھا (ترجمہ) اے اللہ میں بار بار تیرے دروازہ پر حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی تعریف اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہی میں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں خوف اور امید کیساتھ میں حاضر ہوں اے نعمتوں اور عمدہ بزرگی والے۔

۱۲ ابوبکر قاسم سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے کہا اے اہل مکہ کیا بات ہے کہ میں تم کو (سروں میں) تیل ڈالے ہوئے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجی لوگ پراگندہ مو غبار آلودہ ہوتے ہیں تم جب ذی الحجہ کا چاند دیکھو تو احرام باندھ لیا کرو۔

۱۳ ابوبکر ابو وائل سے راوی ہیں کہ ہم حج کرنے کیلئے نکلے اور ہمارے ہمراہ صبی بن معبد بھی تھے انھوں نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا بعد اسکے ہم حضرت عمر کے پاس گئے اور صبی بن معبد نے ان سے اسکا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ہدایت پائی۔

۱۴ امام ابوحنیفہ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت عمر بن خطاب سے راوی ہیں کہ انھوں نے صرف افراد سے منع فرمایا ہے نہ قران سے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ افراد سے مراد صرف عمرہ کرنا۔

۱۵ ابوبکر طاؤس سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان نے (برابر) تمتع کیا ہے اور سب سے پہلے جس نے تمتع

معاویة۔

(۱۶) احمد بن حنبل عن ابی سعید خطب عمر الناس فقال ان اللہ عزوجل خص لنبیہ ما شاء وان نبی اللہ قد مضی لسبیلہ فاتموا الحج والعمرۃ للہ کما امرکم اللہ عزوجل۔

(۱۷) احمد بن حنبل عن جابر بن عبد اللہ تمتعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان القرآن ھو القرآن وان رسول اللہ ھو الرسول کانتا متعتان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدھما متعۃ الحج والاخری متعۃ النساء۔ معناہ لیستا بعدہ

(۱۸) مالک وابوبکر عن ابن عمر قال افصلوا بین حجکم وعمرتکم فان ذلک اتم لحج واتم لعمرتہ ان یعتمر فی غیر اشھر الحج۔

قلت وھذا اشد المواضع التی اختلف فیھا علی عمر والاوجہ عندی ان

سے منع کیا وہ معاویہ ہیں

(۱۶) امام احمد بن حنبل ابو سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے خطبہ پڑھا تو (اسمیں) بیان کیا کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لیے جو چاہا خاص کر دیا اور بے شک نبی خدا اپنی راہ پر چلے گئے پس تم حج عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو جیسا کہ اللہ عزوجل نے تمہیں (اسکا) حکم دیا ہے۔

(۱۷) امام احمد بن حنبل حضرت جابر بن عبد اللہ سے راوی ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کیساتھ تمتع کیا پھر جب عمر بن خطاب خلیفہ ہوے تو انھوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ قرآن وہی قرآن ہے اور بیشک رسول اللہ وہی رسول ہیں دو متعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ایک تو متعہ الحج دوسرا متعہ النساء یعنی دونوں آپ کے بعد نہیں رہے۔

(۱۸) امام مالک اور ابوبکر حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنے حج و عمرہ کے درمیان میں فصل کر دو کیونکہ ہیں تمہارا حج بھی کامل ہوگا اور عمرہ بھی کہ حج کے مہینوں کے علاوہ اور مہینوں میں عمرہ کرو۔ میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حضرت عمر سے مختلف روایتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ وہ مشکل یہ مقام ہے اور میرے نزدیک عمدہ بات

ع۵ یہ قول شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے واقعی نہایت نفیس فیصلہ کیا ہے اسپر جس قدر غور کیا جاتا ہے اسیقدر اسکی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں تمتع کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ حضرت عمر اس کے عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اس فیصلہ پر غور کرنیکے بعد وہ صاف کھل جاتا ہے کہ حضرت عمر اس کے عدم جواز کے قائل نہ تھے بلکہ وہ جس چیز کو ناجائز کہتے تھے وہ حج کے احرام کا عمرہ سے بدل دینا ہے نہ کہ تمتع ۱۲۔

كل كلام محمل وكان عمر يختار الافراد ويرخص في التمتع والقران اما قول ابن عباس تمتع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر فمعناه تقديم طواف القدوم قبل طواف الافاضة وجعل السعي عقيب طواف القدوم واما قوله خص لنبيه ماشاء فهو فسخ الحج بالعمرة فذلك خاص بزمان النبوة اراد ويجعل النبي صلى الله عليه وسلم هذا من مذهب الجاهلية من قولهم العمرة في اشهر الحج من افجر الفجور واما الافراد الذي نهي عنه فهو ترك طواف القدوم ـ

(۱۹) ابوبكر سئل عمر عن العمرة بعد الحج فقال هي خير من لا شئ ـ

قلت معناه ان العمرة من الميقات افضل بكثير من العمرة من التنعيم ونحوه والعمرة في غير اشهر الحج افضل بكثير من العمرة في اشهر الحج ـ

(۲۰) ابوبكر عن وهب بن الاجدع سمع عمر يقول اذا قدم الرجل حاجا فليطف بالبيت سبعا ثم يصلي عند المقام ركعتين ـ

(۲۱) الشافعي عن حنظلة بن طاؤس سمعت عمر يقول اقلوا الكلام في الطواف

یہ ہے کہ ہر گفتگو کا ایک خاص مطلب ہوتا ہے حضرت عمر افراد کو بہتر سمجھتے تھے اور تمتع اور قران کی بھی اجازت دیتے تھے اور حضرت ابن عباس کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر نے تمتع کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ طواف قدوم کا طواف افاضہ سے پہلے کرنا اور بعد طواف قدوم کے سعی کرنا (وہ لوگ کیا کرتے تھے) اور حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ اللہ نے اپنے نبی کے لیے جو چاہا خاص کر لیا اس سے مراد حج کا عمرہ سے بدل دینا کہ یہ زمانہ نبوت کیساتھ خاص تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مذہب جاہلیت کے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا جو لوگ کہتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا سخت برائی ہے اور لیکن وہ افراد جس سے حضرت عمر نے منع کیا یہ وہ افراد ہے جس میں طواف قدوم ترک کر دیا جائے ۔

[19] ابوبکر راوی ہیں کہ حضرت عمر سے بعد حج کے عمرہ کرنے کے بابت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ نہ کرنے سے بہتر ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ میقات سے عمرہ کرنا بدرجہا بہتر ہے، تنعیم وغیرہ سے عمرہ کرنے سے اور حج کے مہینوں کے سوا اور مہینوں میں عمرہ کرنا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے

[20] ابوبکر وہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص حج کے ارادے سے آئے تو اسے چاہیئے کہ سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرے بعد اس کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے

[21] امام شافعی حنظلہ بن طاؤس سے راوی ہیں کہ انھوں کہا میں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو

Marfat.com

فانما انتم فی صلوٰۃ

(۲۲) ابو بکر عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ ان عمر بن الخطاب رمل ما بین الحجر الی الحجر۔

(۲۳) احمد بن حنبل عن زید بن اسلم عن ابیہ قال عمر فیما الرملان والکشف عن المناکب قد اطأ اللہ الاسلام ونفی الکفر واھلہ ومع ذلک لاندع شیئا کنا نفعل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴) ابو بکر عن عابس بن ربیعۃ استلم عمر الحجر وقبلہ وقال لولا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک۔

(۲۵) ابو بکر عن یعلی بن امیۃ قال الی عمر اما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستلم منہا الا الحجر قلت بلی قال فما لک بہ اسوۃ حسنۃ قلت بلی۔

میں باتیں کم کرو کیونکہ تم گویا نماز میں ہو۔

۲۲ ابو بکر عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے حجر اسود سے لے کے حجر اسود تک رمل کیا۔

۲۳ امام احمد بن حنبل زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا دونوں رمل اور شانوں کا کھولنا اب کیا مفید ہے اور بیشک اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا مگر باوجود اسکے ہم جو باتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کرتے تھے ان کو ترک نہ کریں گے۔

۲۴ ابو بکر عابس بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے حجر اسود کا استلام کیا اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اگر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

۲۵ ابو بکر یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا مجھ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ کعبہ میں صرف حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے میں نے عرض کیا کہ ہاں میں نے دیکھا ہے حضرت عمر نے کہا تو کیا تمکو آپکے ساتھ اقتدا نہیں ہے میں نے کہا کہ ہاں (ہے)

عہ یعنی پورے شوط میں رمل کرتے تھے ۱۲۔

عہ شانوں کے کھولنے سے مراد اضطباع ہے رمل اور اضطباع کی حکمت یہ تھی کہ کفار قریش نے مسلمانوں کی بابت کہا تھا کہ ان کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اکڑ کے طواف کرو۔

(۲۶) ابوبکر عن وهب بن الاجدع انه سمع عمر يقول يبدأ بالصفا ويستقبل البيت ثم يكبر سبع تكبيرات بين كل تكبيرتين حمد الله وصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم ومسألة لنفسه وعلى المروة مثل ذلك۔

(۲۷) ابوبکر عن بکر سعيت مع عمر في بطن المسيل۔

(۲۸) ابوبکر عن هشام بن عروة عن ابيه ان عمر كان يلبي على الصفا والمروة ويشتد صوته ويعرف صوته بالليل ولا يرى وجهه

(۲۹) ابوبکر عن علقمة والاسود عن عمر انه جمع بين الظهر والعصر بعرفات ثم وقف

(۳۰) ابوبکر عن الاسود عن عمر انه صلاهما بجمع۔

(۳۱) احمد بن حنبل عن عمرو بن ميمون صلى بنا عمر ابن الخطاب بجمع الصبح ثم وقف وقال ان المشركين كانوا لا يفيضون حتى تطلع الشمس وان رسول الله صلى الله عليه وسلم خالفهم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس۔

۲۶ ابوبکر وہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صفاء (طواف) کی ابتدا کیجائے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے سات مرتبہ تکبیر کہی جائے ہر دو تکبیروں کے درمیان میں اللہ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور اپنے لیئے دعا مانگی جائے اور اسی طرح مروہ پر بھی۔

۲۷ ابوبکر سے راوی ہیں کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کے ہمراہ بطن مسیل میں سعی کی۔

۲۸ ابوبکر ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر صفا مروہ پر تلبیہ کرتے تھے اور اپنی آواز بلند کرتے تھے رات کو ان کی آواز سنائی دیتی تھی اور انکا چہرہ نہ دکھائی دیتا تھا۔

۲۹ ابوبکر علقمہ اور اسود سے وہ حضرت عمر سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی بعد اس کے وقوف کیا۔

۳۰ ابوبکر اسود سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ پڑھی۔

۳۱ امام احمد بن حنبل عمرو بن میمون سے راوی ہیں کہ ہمیں عمر بن خطاب نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھائی بعد اس کے وقوف کیا اور فرمایا کہ مشرکین (مزدلفہ سے) نہ جاتے تھے جبتک کہ آفتاب نہ نکل آئے اور بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مخالفت کی تھی لہذا آپنے قبل طلوع آفتاب کے کوچ کر دیا تھا۔

Marfat.com

(۳۲) مالك بن عبد الله بن دينار عن ابن عمر خطب الناس بعرفة وعلمهم امر الحج فقال لهم فيما قال اذا جئتم منى فمن رمى الجمرة فقد حل له ما حرم على الحاج الا النساء والطيب لا يمس احد نساء ولا طيبا حتى يطوف بالبيت۔

قلت ترك الفقهاء قوله والطيب لما صح عندهم من حديث عائشة وغيرها ان النبي صلى الله عليه وسلم تطيب قبل طواف الافاضة

(۳۳) ابو بكر عن ابن اسحق سئل عكرمة عن الاهلال متى ينقطع فقال اهل رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى رمى الجمرة وابو بكر وعمر۔

(۳۴) مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب رد رجلا من مر الظهران ان لم يكن ودع البيت حتى ودع۔

(۳۵) مالك انه بلغه ان عمر بن الخطاب كان يقف عند الجمرتين وقوفا طويلا حتى يمل القائم۔

(۳۶) ابو بكر عن سليمان بن ربيعة

۳۲ امام مالک عبداللہ بن دینار سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے عرفات میں لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور انھیں حج کا طریقہ تعلیم کیا پس اپنی گفتگو میں ان سے یہ کہا کہ جب تم منیٰ پہونچو تو جو شخص رمی کر چکے اس کے لیے تمام وہ چیزیں جو حاجی کے لیے حرام ہوتی ہیں حلال ہو جاتی ہیں سوا عورتوں کے اور خوشبو کے لہذا کوئی شخص بغیر طواف کے عورت اور خوشبو کے قریب نہ جائے میں کہتا ہوں کہ فقہا نے حضرت عمر کا یہ قول کہ خوشبو حرام ہے ترک کر دیا ہے کیونکہ ان کے یہاں حضرت عائشہ وغیرہ کی روایت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل طواف افاضہ کے خوشبو لگائی۔

۳۳ ابو بکر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ سے اہلال کی بابت پوچھا گیا کہ کب موقوف کیا جائے تو انھوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی تک اہلال کیا تھا اور ابو بکر و عمر نے بھی۔

۳۴ امام مالک یحییٰ بن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے مر الظہران سے ایک شخص کو واپس کر دیا اس نے طواف وداع نہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ طواف وداع کر آیا۔

۳۵ امام مالک کہتے ہیں کہ انکو یہ خبر ملی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب دونوں جمروں کے پاس بہت دیر تک وقوف کرتے تھے یہاں تک کہ کھڑا ہونیوالا تھک جاتا۔

۳۶ ابو بکر سلیمان بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمر

نظر ناعمر فاتی الجمرۃ الثالثۃ فرماھا ولم یقف عندھا۔

کو دیکھا کہ وہ تیسرے جمرہ کے پاس گئے اور اسے رمی کی اور اس کے پاس وقوف نہیں کیا۔

(۳۷) مالک عن عطاء بن ابی رباح ان عمر بن الخطاب قال لیعلی بن امیۃ وھو یصب علی عمر بن الخطاب ماء وھو یغتسل یصب علی راسی اصب فلن یزیدہ الماء الا شعثا۔

امام مالک عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے یعلی بن امیہ سے کہا اور وہ حضرت عمر بن خطاب پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ غسل کر رہے تھے کہ میرے سر پر پانی ڈالو کیونکہ پانی پراگندہ موئی اور بھی زیادہ کر دے گا۔

(۳۸) ابو حنیفۃ عن ابی سلمۃ عن رجل من ابی ھریرۃ مررت فی البحرین یسأ لونی عن لحم الصید یصیدہ الحلال ھل یصلح للمحرم ان یاکلہ فافتیتھم یاکلہ وفی نفسہ منہ شیء ثم قدمت علی عمر بن الخطاب فذکرت ماقلت لھم فقال لو قلت غیر ذلک لم تقل بین اثنین ما بقیت

امام ابو حنیفہ ابو سلمہ سے وہ ایک شخص سے وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں (مقام) بحرین میں گیا تو لوگ مجھ سے شکار کے گوشت کی بابت پوچھنے لگے کہ اگر اس کو غیر محرم شکار کرے تو کیا محرم کو جائز ہے کہ اسے کھائے میں نے ان لوگوں کو اسے کھانے کا فتویٰ دیدیا اور میرے دل میں اسکی طرف تردد تھا پھر میں حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا تو جو کچھ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا اسکا ذکر ان سے کیا انھوں نے کہا کہ اگر تم اسکے سوا اور کچھ کہتے تو جبتک تم زندہ رہتے کبھی دو آدمیوں کے درمیان کچھ نہ کہنے پاتے

(۳۹) مالک عن عبد الملک بن قدیر عن محمد بن سیرین ان رجلا جاء الی عمر بن الخطاب فقال انی اجریت انا و

امام مالک عبد الملک بن قدیر سے وہ محمد بن سیرین سے راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے ایک ہرن کے

ع۵ معلوم ہوا کہ حالت احرام میں غسل کرنا منع نہیں ۱۲

ع۶ مطلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ تمہارا صحیح ہے اگر اس کے خلاف تم کہتے تو وہ غلط ہوتا اور اس غلط فتویٰ کی سزا میں تمہارے لیے قطعی ممانعت کر دی جاتی کہ پھر کبھی تم کسی کو مسئلہ نہ بتاتے ۱۲۔

صاحب لی فرسین الی ثغرة ثنیة فاصبنا
ظبیا ونحن محرمان فماذا تری فقال
عمر لرجل الی جنبه تعال حتی احکم
انا وانت قال فحکما علیه ببعیر فولی
الرجل وهو یقول هذا امیر المؤمنین
لم یستطع ان یحکم فی ظبی حتی
دعا رجلا یحکم معه فسمع عمر
قول الرجل فسأله هل تقرأ سورة
المائدة قال لا قال فهل تعرف هذا
الرجل الذی حکم معی فقال لا
فقال عمر لو اخبرتنی انک تقرأ المائدة لا
وجعتک ضربا ثم قال ان الله تبارک
وتعالی یقول فی کتابه یحکم به ذوا عدل
منکم هدیا بالغ الکعبة وهذا
عبد الرحمن بن عوف۔
(۴۷) عن زید بن اسلم عن ابیه
عن عمر قال اللهم ارزقنی شهادة فی
سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک
(البخاری)

پیچھے گھوڑا دوڑایا تو ہم نے ایک ہرن کو شکار کیا اور ہم
(اسوقت) محرم تھے، پس آپ کی کیا رائے ہے حضرت
عمر نے ایک شخص سے جو ان کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا یہ کہا کہ آؤ
تاکہ ہم تم دونوں حکم دیں چنانچہ ان دونوں نے اس شخص پر
ایک اونٹ قربانی کرنیکا حکم دیدیا تو وہ شخص یہ کہتا ہوا
پھر چلا کہ یہ امیر المومنین ہیں کہ ایک ہرن کے بارے میں حکم
نہیں دے سکتے یہاں تک کہ ایک اور شخص کو بلایا جو انکے ساتھ حکم
کرے پس حضرت عمر نے اس شخص کا کہنا سنا تو اس سے پوچھا کہ
کیا تو سورہ مائدہ پڑھتا ہے اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا
کہ تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے میرے ساتھ حکم دیا ہے اسنے
کہا نہیں حضرت عمر نے کہا اگر تو مجھے بیان کرتا کہ سورہ
مائدہ پڑھا ہوا ہے تو میں تجھکو بہت مارتا پھر انہوں نے کہا
کہ اللہ بزرگ و برتر اپنی کتاب میں فرماتا ہے یحکم بہ[۵۵]
ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبۃ اور یہ
عبدالرحمٰن بن عوف ہیں
(۴۷) زید بن اسلم اپنے والد سے وہ حضرت عمر سے روایت
کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا اے اللہ مجھے اپنی راہ
میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول
کے شہر میں کر۔

تمام شد

۵۵ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ دو عدالت والے آدمی اس شکار کے بدلے کا حکم دیں وہ ہدی ہو کعبہ تک پہنچنے والے، مطلب یہ کہ اس آیت میں حکم ہے کہ دو آدمی شکار کی جزا تجویز کریں اس وجہ سے میں نے تنہا تجویز کرنا پسند نہیں کیا ۱۲۔

ہر قسم کی کتب درسی وغیرہ درسی و قرآن مجید سیپارہ ارزاں ملنے کا پتہ:- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور (یو-پی)

Marfat.com

ہر قسم کی کتب، درسی وغیرہ درسی عربی فارسی اُردو بکفایت ملنے کا پتہ :- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور

مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

علم الفقہ

جلد ششم

اس جلد میں

نکاح کے مسائل اور نکاح کی اہمیت۔ اور کن کن رشتوں سے نکاح ہوسکتا ہے پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

اثر خامہ :- حضرت حجۃ الاسلام امام اہلسنت مولانا الحاج الشاہ محمد عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی نقشبندی مدظلہ العالی

جس کو

(مولوی) سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے

اپنے

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے

شائع کیا

S.A A.H.D

ہر قسم کی درسی وغیرہ درسی کتب ارزاں اور بکفایت ملنے کا پتہ :- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ .:. ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ سُلَالَۃٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّھِیْنٍ فَاصْطَفٰی بِمَنْ یَّشَآءُ الْبَنَاتِ وَاَعْطٰی مَنْ شَآءَ الْبَنِیْنَ .:. وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ زَوْجَیْنِ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ .:. سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الْمُنْتَجَبِیْنَ .:. کہاں اس پاک بے نیاز کے الطاف غیر متناہیہ کا شکر اور کہاں ایک مشت خاک اور وہ بھی ناپاک مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ۔

ان بادشاہ اور بے جان لفظوں سے نہ اس کی صفت وثنا ہو سکتی ہے نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا ہو سکتا ہے ہاں اتنا تو ضرور ہو جاتا ہے کہ اس کے پاک نام سے ہمارے ناقص کلام کی زینت ہو جاتی ہے ، یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ مجھ جیسے کم علم و ہیچمرز سے اتنے بڑے کام کو انجام سے آشنا فرمایا میں اس وقت خوش ہوں کہ علم الفقہ میں عبادات کا حصہ ختم ہو گیا اسلام کے چاروں رکن نماز ۔ روزہ ، زکوٰۃ ۔ حج کے مسائل بیان ہو چکے اب معاملات کا حصہ شروع ہوتا ہے ۔ وبذٰلک عہ فلیفرح المومنون مبراول

عہ ترجمہ ہر طرح کی تعریف اس خدا ہی کے لئے ہے جس نے انسان یعنی (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی نسل ایک ذلیل پانی کے خلاصہ (یعنی نطفہ) سے جاری کی پھر جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہا لڑکے عنایت کئے اور ہر چیز کو اس نے جوڑا جوڑا پیدا کیا پس بزرگ ہے اللہ بہتر پیدا کرنیوالا اور اللہ رحمت نازل کرے امانت دار یعنی ہمارے سردار اور آقا محمد اور ان کے ہدایت یافتہ آل واصحاب پر ۱۲ عہ مٹی کو رب الارباب سے کیا نسبت

عہ ترجمہ اور اس بات پر تمام مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے ۱۲

Marfat.com

ایک عرصہ سے غمگین ہے اور میری آنکھیں ابر بہار کا نمونہ بن رہی ہیں اور اب میری حالت مرزا جان جاناں علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی مصداق ہے ؎

خشک شد رگہا و لے جاری ست از زخم دلم
جوئے خوں کز حسرت سرو روانے ماندہ است

لیکن پھر بھی میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ واقعہ غم میں بھی اس کے ہزار ہزار لطف پوشیدہ ہیں۔ یہ زندگی سے زیادہ پیاری موت نہ صرف اس فرزند مرحوم[عہ] کے لئے بلکہ میرے لئے بھی باعث رحمت اور انشاء اللہ وسیلۂ نجات ہے۔

جو لوگ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سے میری آرزو ہے کہ میرے اس نونہال کے لئے ارحم الراحمین سے دعائے رحمت فرمائیں اور ایصال ثواب سے اس طائر خوش آشیاں کی روح کو خوش کریں اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ آمین بِالنَّبِیِّ الْاَمِیْنِ ط اگرچہ علم الفقہ کے مقدمہ میں فقہ کی تعریف اور اس کے اقسام کا بیان بہت تفصیل سے موجود ہے لیکن اس قدر معلوم کرنا یہاں بھی ضروری ہے کہ فقہ کی دو قسمیں ہیں۔ عبادات۔ معاملات۔

عبادات۔ اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف کے ان افعال سے بحث کی جائے جن کا اجر شریعت کی طرف سے عبد او معبود کے درمیان میں تعلق پیدا کرنے کے لئے ہوا ہو جیسے نماز۔ روزہ۔

معاملات۔ اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف کے ان افعال سے بحث ہو جن کا اجر شریعت کی طرف سے بندوں میں باہمی تعلق پیدا کرنے کے واسطے ہوا ہو جیسے خرید و فروخت۔

پھر بعضے افعال ایسے ہیں جو ذو جہتین ہیں یعنی ان میں عبادات کی بھی شان موجود ہے اور معاملات کی بھی جیسے نکاح۔ اس حیثیت سے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس کی ترغیب قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہے اس کے ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے جو عبد او معبود کے تعلق کا نتیجہ ہے وہ عبادات میں داخل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس فعل کے سبب سے دو بندوں یعنی زوجین میں باہمی تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ معاملات

عہ ۔ نام اس عزیز کا محمد عبدالرؤف تھا۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی ۔۔۔ اللہ اس کی بہ مانی اچھی کرے اور اس کی قبر کو شاد فرمائے اور ہم کو اس مصیبت پر صبر ... کے ثواب سے محروم نہ رکھے۔ یہ دعا نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں قبول فرما۔

میں داخل ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ عبادات کے بعد اور معاملات سے پہلے ایسے ذو جہتین افعال کا ذکر کیا جائے اور چونکہ ان تمام افعال میں نکاح کے مصالح اور فوائد دینی اور دنیاوی زیادہ اور بہت زیادہ ہیں اس لیئے اس کا ذکر سب سے مقدم کیا گیا۔

نکاح

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس آخری شریعت تک کوئی شریعت نکاح سے خالی نہیں یعنی ایک خاص معاہدہ مرد و عورت کا باہم اجتماع کے لیئے ہر شریعت میں ہوتا تھا اور بغیر اس خاص معاہدہ کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی شریعت نے جائز نہیں رکھا ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہیں اور اس کے شرائط وغیرہ میں تغیر و تبدل ہوتا رہا۔

نکاح کے لغوی معنی جماع کرنا۔ اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی برقرار رکھے گئے ہیں، پس قرآن مجید میں یا احادیث میں جہاں کہیں نکاح کا لفظ واقع ہوا اس سے یہی معنی لغوی مراد لینا چاہیئے بشرطیکہ کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ دلالت کرتا ہو۔

اور علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس معاہدۂ خاص کو کہتے ہیں جو عورت و مرد میں ہوتا ہے جس سے دونوں میں زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے یہی معنی زیادہ تر مشہور ہیں۔

نکاح کے فوائد و مصالح دینی و دنیاوی بہت زیادہ اور عظیم الشان ہیں جن کا کچھ اندازہ صرف اس امر پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے کہ تمام آسمانی شریعتیں اس کی خوبی پر متفق ہیں، گویا یہ بھی اصول ملت میں سے اصل ہے، علما نے بہت سے مصالح بیان کیئے ہیں اور ہر ذی عقل اپنی فہم کے موافق جدید فوائد نکال سکتا ہے۔ نمونہ کے طور پر کچھ یہاں بھی درج کیئے جاتے ہیں۔

ع ؎ مثلاً ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم میں نکاح سے جماع مراد لیا جائیگا کیونکہ اس کے مخالف کوئی قرینہ نہیں ہے پس باپ نے جس عورت سے نکاح کیا ہو خواہ حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے یعنی زنا کیا ہو بہر صورت لڑکے کو اس عورت سے نکاح کرنا حرام ہو جائے گا بخلاف حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ کے کہ یہاں نکاح سے جماع نہ مراد لیا جائیگا بلکہ عقد مراد ہوگا کیونکہ قرینہ خلاف موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ اگر جماع مراد ہوتا تو عورت کی طرف نسبت نہ کی جاتی کیونکہ جماع عورت کا کام نہیں ہے ۱۲۔

(۱) حق تعالیٰ کو ایک وقت معہود تک تمام حیوانات کا عموماً اور بنی آدم کا خصوصاً باقی رکھنا مقصود ہے اور اس کا طریقہ حکمت بالغہ نے یہ مقرر فرمایا ہے کہ باہم توالد و تناسل جاری ہوا اور توالد و تناسل کا سبب تمام حیوانات میں نر و مادہ کے اس اجتماع خاص کو قرار دیا ہے اور تمام حیوانات کی طبیعت میں ایک قوت شہوانیہ ودیعت فرمائی جو اس اجتماع خاص پر طرفین کو مجبور کرے اگر یہ قوت ودیعت نہ کی جاتی تو انسان کی فطری لطافت کبھی اس اجتماع کو پسند نہ کرتی اور ہمیشہ اس سے متنفر رہتی کیونکہ یہ اجتماع فی حد ذاتہ لطافت و نظافت[عہ] سے بعید ہے۔ لیکن جب توالد و تناسل کا یہ خاص طریقہ حکمت الٰہیہ نے قائم فرمایا تو یہ امر بھی شرافت انسانی ضروری ہوا کہ اس فعل میں بھی اور حیوانات سے اس کو امتیاز خاص دیا جیسا کہ اور افعال میں مثل کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے وغیرہ کے خاص فرمایا گیا ہے۔ لہذا یہ حکم دیا گیا کہ اس اجتماع خاص کے لئے پہلے سے مرد و عورت میں باہم رضامندی سے ایک معاہدہ ہوجایا کرے اور اس معاہدہ کے لئے شرائط ارکان وغیرہ مقرر کیے گئے تاکہ وہ ایک معمولی بات نہ سمجھی جائے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد و عورت کے اجتماع کی (جس کو اہل شریعت زنا کہتے ہیں) سخت ممانعت کردی گئی۔

(۲) نکاح میں تناسل عمدہ طریقہ پر ہوتا ہے بخلاف زنا کے۔ نکاح میں چونکہ ایک علاقہ محبت زوجین میں قائم ہوتا ہے اور دونوں ملکر بچہ کی تعلیم و تربیت میں کوشش کرتے ہیں اس لئے امید کیجاتی ہے کہ اس کی تربیت اور تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوگی۔

(۳) نکاح میں علاوہ تناسل کے اور بھی فائدے ہیں مثلاً سلسلہ نسب کا قائم رہنا[عہ]

عہ اسی وجہ سے فقہاء لکھتے ہیں کہ نکاح میں اصل حرمت ہے اور اباحت اس کی عارضی ہے اور بضرورت ہوئی ہے (بحر الرائق ج ۳)

عہ سلسلہ نسب کے محفوظ رہنے میں بہت خوبیاں ہیں تمام نظام عالم درہم برہم ہوجاتا ہے نہ ایک کو دوسرے سے محبت ہوگی نہ کوئی کسی کی ہمدردی کرے گا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا نہ بھائی نہ بھتیجا نہ کوئی وارث نہ کوئی مورث و مستحق میراث ہے اسی سبب سے اس سلسلہ نسب وزوجیت کے قائم فرمانے کو حق سبحانہ نے اپنے انعامات کی فہرست میں بیان فرمایا ہے قولہ تعالیٰ وجعلکم نسباً و صہراً
ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نسب اور سسرال قائم فرمائی۔"

اور زوجین اور ان کے اعزہ میں سلسلہ محبت کا پیدا ہونا، مرد و عورت کا یہ باہمی خاص اور دائمی تعلق نظام عالم کیلئے جس قدر مفید ہے اسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، عورت فطرتاً کمزور پیدا کیگئی ہے اس لئے زندگی کے اہم مقاصد میں اسکی منفردہ قوت کام نہیں دیتی مرد کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے اور مرد چونکہ اہم اور اعلیٰ مقاصد کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں لہذا انکو خانہ داری کی ضروریات میں عورتوں سے مدد لینے کی احتیاج ہے اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن سے مرد کو عورت کی طرف اور عورت کو مرد کی طرف سخت احتیاج ہے، خلاصہ یہ کہ مرد و عورت کا یہ خاص تعلق تدبیر منزل کا جزو اعظم ہے۔

انھیں وجوہات سے شرائع ربانیہ کی توجہ نکاح کی طرف ہوئی اور اس کی ترغیب دی گئی اس کے محاسن بیان فرمائے گئے اور زنا کی مذمت اور قباحت بیان فرمائی گئی اور اس کے مرتکب کے لئے سخت سخت وعیدیں وارد ہوئیں جیسا کہ انشاءاللہ عنقریب واضح ہوگا۔

مقدمہ اصطلاحی الفاظ کی توضیح۔

ایجاب و قبول۔ مرد و عورت کا یا ان کے وکلا یا اولیاء کا دونوں میں باہم زوجیت کا تعلق پیدا کرنیکی گفتگو کرنا۔ سب سے پہلی جسکی گفتگو ہوگی خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اس کو ایجاب کہیں گے اور اس کے بعد دوسرے کی گفتگو کو قبول۔

مثال۔ (۱) مرد عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا، عورت کہے کہ میں نے منظور کرلیا، مرد کا کلام ایجاب ہے اور عورت کا کلام قبول۔

(۲) عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں کیا مرد جواب دے کہ میں نے تجھ کو اپنی زوجیت میں لے لیا اس صورت میں عورت کا کلام ایجاب ہے اور مرد کا قبول۔

مہر وہ چیز ہے جو بوجہ عقد نکاح کے شوہر کی طرف سے عورت کو اس معاوضہ میں ملنا چاہیئے کہ اس نے اپنے خاص منافع کا شوہر کو مالک بنا دیا ہے، حاصل یہ کہ ان منافع کی قیمت کا نام مہر ہے، مہر کی چار قسمیں ہیں۔

مہر معجل۔ وہ مہر جس کے ادا کرنے کا علی الفور وعدہ کیا گیا ہو۔

مہر موجل وہ مہر جسکی ادائگی کا علی الفور وعدہ نہ ہو بلکہ کسی مدت پر محمول ہو خواہ وہ مدت معلوم ہو یا مجہول

مہر مسمیٰ - وہ مہر کہ جس کی مقدار عقد نکاح کے وقت معین ہوگئی ہو۔

مہر مثل - آزاد عورت کا مہر مثل وہ مہر ہے جو اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں کا ہو جو تیرہ[۱] باتوں میں اس کے مثل ہوں۔ عمر۔ جمال۔ مال۔ شہر۔ زمانہ۔ عقل۔ دینداری بکارت وثیوبت۔ علم۔ ادب۔ خلق۔ صاحب اولاد ہونا نہ ہونا۔ شوہر کا ان اوصاف میں یکساں ہونا۔ اگر باپ کے خاندان کی عورتوں کا مہر نہ معلوم ہو یا وہ عورتیں ان اوصاف میں ان کی مماثل نہ ہوں تو اور کسی اجنبی عورت کا مہر دیکھا جائے گا اور وہی اس کا مہر مثل قرار دیا جائے گا بشرطیکہ ان اوصاف کے علاوہ نسب میں بھی اسکی مماثل ہو اور لونڈی کا مہر مثل اگر وہ باکرہ ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ باکرہ نہ ہو تو بیسواں حصہ۔

ف - زنا کے معاوضہ میں جو چیز دی جائے اس کو مہر بغی کہتے ہیں۔ اسی کو اردو زبان میں خرچی کہتے ہیں۔

عقر - وہ مہر ناجائز جماع کے معاوضہ میں عورت کو دیا جائے اور یہ ناجائز جماع کسی شبہہ کے سبب سے نادانستہ وقوع میں آیا ہو۔

بکارت - کنواری ہونا جو عورت کنواری ہو بکر کہتے ہیں۔ بکر کی دو قسمیں ہیں۔

بکر حقیقی وہ عورت جس سے کبھی جماع نہ ہوا ہو نہ جائز طور پر نہ ناجائز طور پر خواہ جھلی باقی ہو یا ٹوٹ

---

[۱] ان تیرہ باتوں میں مماثلت اس سبب سے شرط کی گئی کہ ان باتوں کے اختلاف سے مہر یکساں نہیں رہتا مثلاً ایک جوان یا خوبصورت کا مہر جس قدر ہوگا بوڑھی یا بدصورت کا اس قدر نہیں ہوسکتا شہر سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں کیونکہ مختلف شہروں کے رسم ورواج مختلف ہوتے ہیں۔ زمانے سے مراد یہ ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو زمانہ کے بدل جانے سے بھی رسم ورواج میں فرق ہوجاتا ہے عہ اگر شوہر دونوں کے اوصاف میں یکساں نہ ہوں گے تو مہر میں اختلاف ہوجائے گا کیونکہ ایک جوان یا ذی علم یا دیندار مرد کے ساتھ کم مہر پر بھی عورت یا اس کے ولی راضی ہوجاتے ہیں بخلاف بوڑھے یا جاہل فاسق کے ۱۲ منہ بعض فقہا کا قول ہے کہ کل اوصاف میں دو عورتوں کا مماثل ہونا دشوار ہے لہذا بعض میں مماثلت بھی کافی ہے مگر یہ قول متون فقہا کے خلاف ہے ۱۲ لاعہ بعض فقہا کا قول ہے کہ لونڈی کا مہر مثل وہ ہے جو اور لونڈیوں کا ہو بشرطیکہ وہ جمال میں اس کے مساوی ہوں اور مالک بھی ان دونوں کے مال وجاہ میں مماثل ہوں ۱۲۔

آئی ہو۔ بخلاف کبھی حیض آنے سے بھی ٹوٹ جاتی ہے کبھی زخم کی وجہ سے کبھی زیادہ سن ہو جانے سے کبھی کودنے پھاندنے کی وجہ سے جو عورت کسی کے نکاح میں آچکی ہو مگر قبل جماع کے نکاح سے علیحدہ ہو گئی ہو وہ بھی حقیقۃً بکر ہے۔

بکر حکمی - وہ عورت جو ایک مرتبہ زنا میں مبتلا ہو چکی ہو اور یہ فعل اس کا لوگوں میں مشہور نہ ہو اس کو حکم شریعت کی طرف سے اس کی سزا ملی ہو۔

ثیوبت - کنواری نہ ہونا۔ جو عورت کنواری نہ ہو اس کو ثیب کہتے ہیں یعنی وہ عورت جس سے جماع ہو چکا ہو۔ اگر زنا ہوئی تو ایک مرتبہ سے زیادہ یا مشہور ہو گئی ہو۔

ولی - لغت میں تو اس کے معنی دوست اور اہل اصول کی اصطلاح میں خدا کا دوست اس کے اسماء وصفات کا عارف ہو گناہوں سے بچتا ہو اور عبادات میں مشغول رہتا ہو اصطلاح فقہ میں وہ رشتہ دار جو عاقل و بالغ ہو اور وارث ہو سکتا ہو اور اس کو تصرف کا اختیار شریعت نے دیا ہو۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

ف - اگر کوئی رشتہ دار نہ ہو تو قاضی یا اس کا نائب بھی ولی ہو سکتا ہے

کفو - جو دو شخص باہم ان چھ اوصاف میں شریک ہوں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کفو نسب۔ اسلام۔ حریت۔ دیانت۔ مال۔ پیشہ۔

نسب کی برابری صرف عربی النسل لوگوں میں معتبر ہے انکے علاوہ اور لوگ نسب میں مختلف ہونے کے سبب سے غیر کفو نہ کہلائیں گے، عرب میں قریشی قریشی سب برابر ہیں[۵۰] گو کوئی عدوی ہو کوئی کوئی نوفلی غیر قریشی قریشی کا کفو نہیں اور غیر قریشی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور غیر عربی عربی النسل کا کفو نہیں۔

اسلام سے مراد نومسلم اس کو کہتے ہیں جو بذات خود مسلمان ہوا ہو یا اس کا باپ بھی مسلمان ہو گیا ہو اور جس کی دو پشتیں اسلام میں گذر جائیں یعنی باپ اور دادا کے وقت سے اسلام چلا آتا ہو وہ قدیم اسلام سمجھا جائے گا نومسلم قدیم الاسلام کا کفو نہیں وہ نومسلم جو خود

۵۰ وجہ اس کی یہ ہے کہ عرب کا فخر اپنے نسب پر بہت ہے اور ان کو غیر نسب میں مناکحت سے بہت عار آتی ہے بخلاف غیر عرب کے کہ ان کو نسب کا اتنا لحاظ نہیں ۱۲ عد ۵۰ اسی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ نے جو ہاشمی تھے اپنی صاحبزادی بی بی ام کلثوم کا جو حضرت فاطمہ زہرا کے بطن اقدس سے تھیں حضرت عمر سے نکاح کر دیا حالانکہ وہ عدوی تھے (رضی اللہ عنہم) ۱۲ -

Marfat.com

اسلام لایا ہے ایسے نومسلم کا کفو ہو سکتا ہے جسکا باپ بھی مسلمان تھا، ہاں دو پشتوں [illegible]
سب باہم کفو سمجھے جائیں گے گو ایک کی کم پشتیں اسلام میں گزری ہوں اور ایک کی [illegible]
کی برابری کا اعتبار وہاں کے لوگوں کے لئے نہیں ہے کہ جہاں نومسلم ہونا کچھ عار نہیں [illegible]
جاتا۔ (فتاویٰ ہندیہ)

حریت یعنی غلام نہ ہونا۔ غلام آزاد کا کفو نہیں نہ وہ شخص جو صرف خود آزاد [illegible]
ہو سکتا ہے جو اپنے باپ کے وقت سے آزاد ہے، ہاں دو پشتوں کے بعد [illegible]
جائینگے اگرچہ ایک کی زیادہ پشتیں آزادی میں گزری ہوں اور دوسرے کی کم [illegible]
آزادی میں گزرنے کا یہ مطلب ہے کہ خود بھی آزاد پیدا ہوا ہو بلکہ بعد پیدا [illegible]
کیا گیا تو وہ شخص دو پشتوں سے آزاد سمجھا جائے گا جو غلام کسی شریف النسل [illegible]
کا کفو وہ غلام نہیں ہو سکتا جسکو کسی کم نسب نے آزاد کیا ہے۔

دیانت یعنی دینداری، جو شخص فاسق ہو وہ ایسی عورت کا کفو نہیں [illegible]
ہے اور اس کا باپ بھی پرہیزگار ہے اور اگر وہ عورت خود پرہیزگار ہو مگر [illegible]
یا باپ تو پرہیزگار ہو مگر خود پرہیزگار نہ ہو تو اس کا کفو ایک فاسق ہو سکتا ہے [illegible]
ہے چاہے اس کا فسق علانیہ ہو یا چھپا ہوا۔ (ردالمحتار)

مال سے مراد اس قدر مال ہے کہ جس کی وجہ سے مہر اور نفقہ کی ادائی پر [illegible]
معجل ہے تو کل کی ادائی پر اور جو کوئی جزا اس کا معجل ہے تو صرف اسی [illegible]
کافی ہے اور نفقہ پر قدرت صرف بقدر ایک ماہ کے ضروری ہے اگر پیشہ [illegible]
پیشہ ور ہو اور وہ اپنے پیشے سے اس قدر کما لیتا ہو [illegible]

عہ جس مقام پر نئی نئی اشاعت اسلام کی ہوتی ہے وہاں نومسلم ہونا [illegible]
پر بہت زیادہ زمانہ گزر جاتا ہے وہاں پھر عیوب سمجھے گئے ہیں۔ اکثر فقہا [illegible]
اعتبار اہل عرب کے لئے نہیں ہے کیونکہ وہاں نومسلم ہونا عیب نہیں سمجھا جاتا [illegible]
شروع ہوا تھا اب وہاں بھی عیب سمجھا جاتا ہے۔ عہ اس مقام پر فقہا کی عبارتیں [illegible]
پرہیزگار ہونا کافی ہے فاسق اسکا کفو نہیں ہو سکتا کوئی لفتا نہیں اسکے [illegible]
اسیو جہ صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ مجھے اس مسئلہ میں تردد ہے [illegible]

Marfat.com

تو وہ صرف اتنی ہی بات ہے نفقہ پر قادر سمجھا جائیگا، ایک ماہ کے خرچ کے بقدر اس کے پاس اندوختہ ہونیکی حاجت نہیں (عالمگیری وغیرہ)

پس جو شخص اسقدر مال کا مالک نہ ہو وہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا چاہے عورت بالکل فقیر ہو اور جو شخص اسقدر مال کا مالک ہے وہ ہر عورت کا کفو ہے اگرچہ بڑی دولت مند ہو۔

پیشہ میں برابری کا مطلب یہ ہیکہ جس قسم کا پیشہ ایک کے یہاں ہوتا ہو اسی قسم کا دوسرے کے یہاں بھی ہوتا ہو پیشے چونکہ مختلف ہوتے ہیں اور عام طور پر کوئی پیشہ ذلیل سمجھا جاتا ہے جیسے نائی، دھوبی، بھنگی وغیرہ کا، اور کوئی عزت والا سمجھا جاتا ہے، جیسے کاشت کار اور سوداگر وغیرہ کا لہذا پیشہ کی برابری کا اسی مقام میں لحاظ کیا جائے گا جہاں باہم پیشوں میں امتیاز سمجھا جاتا ہو اور کوئی ذلت کی نظر سے اور کوئی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہو، پھر جو دو مختلف پیشے کسی مقام میں مساوی سمجھے جاتے ہوں وہاں کے لیئے ان دونوں پیشوں کے کرنیوالے باہم کفو ہیں اور جس مقام میں مساوی نہیں سمجھے جاتے ہیں وہاں کے لیئے ان دونوں پیشوں کے کرنیوالے باہم کفو نہیں ہیں۔

محرم وہ مرد و عورت جنکا نکاح باہم ناجائز ہو ایک دوسرے کے محرم ہیں خواہ یہ عدم جواز نکاح کا ابدی ہو جیسے ماں، بیٹے، بھائی، بہن۔ داماد۔ خوش دامن وغیرہم یا کسی زمانے کے ساتھ موقت ہو جیسے کسی غیر کی منکوحہ جس زمانہ تک غیر کے نکاح میں ہے اسی زمانہ تک اس کا نکاح ناجائز ہے یا کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو جیسے تین طلاق والی عورت اگر وہ کسی دوسرے سے نکاح کر کے اس سے طلاق لے لے تو پھر حرام نہیں۔

وکیل وہ شخص جو کسی دوسرے کے حقوق میں اس کی اجازت یا حکم سے بطور نائب کے تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور جس نے اسے اختیار دیا ہے اسے موکل کہتے ہیں۔

فضولی جو شخص کسی دوسرے کے حق میں تصرف کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو وہ اس دوسرے شخص کے اعتبار سے فضولی ہے مثلاً زید عمرو کے حقوق میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا تھا یعنی نہ اس کا ولی ہے نہ وکیل تو زید کو عمرو کے اعتبار سے

Marfat.com

فضولی کہیں گے۔

بطلان و فساد - عبادات کے مسائل میں توان دونوں لفظوں کا ایک ہی مفہوم ہے نماز باطل ہوگئی اور فاسد ہوگئی دونوں کا ایک مطلب ہے مگر معاملات کے مسائل میں بطلان اور چیز ہے اور فساد اور چیز **باطل** اس معاملہ کو کہتے ہیں جو منعقد ہی نہ ہو یعنی اس کے ارکان میں خلل آگیا ہو اور **فاسد** وہ معاملہ ہے جو منعقد تو ہوگیا ہو لیکن شرعاً قابل فسخ ہو اسکے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ صحت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو۔

خلوت صحیحہ - زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز جماع سے مانع نہ ہو **مانع کی مثال** - کوئی مرض ایسا ہو جس کی وجہ سے جماع ممکن نہ ہو[عـہ] یا نقصان کرے - زوجین میں سے کوئی غایت درجہ کمسن ہو یا **مثلاً** کوئی تیسرا شخص وہاں موجود ہو یا آجانے کا خوف ہو - اگرچہ یہ ثالث ان دونوں میں کسی کی لونڈی ہو یا مرد کی دوسری زوجہ ہو اور یا یہ ثالث نابینا ہو یا سو رہا ہو، ہاں اگر یہ ثالث کوئی ناسمجھ بچہ ہو یا کوئی بیہوش تو چیز مانع نہ سمجھا جائے گا یا **مثلاً** جماع کرنے میں کسی کا خوف ہو یا **مثلاً** شریعت کی طرف سے کوئی چیز جماع کو مانع ہو مثل احرام کے اور صوم رمضان کے یا وہ مقام جہاں زوجین ہیں مسجد ہو۔

شوہر کا عنین یا خصی ہونا خلوت صحیحہ کے منافی نہیں اسی طرح مخنث ہونا بھی منافی نہیں بشرطیکہ خلوت سے پہلے اس کا[للعـہ] ہونا ظاہر ہو گیا ہو (درمختار وغیرہ)

عـہ مثلاً عورت کے پیدا خاص حصہ میں ہڈی ہو کہ مرد کا خاص حصہ اس میں داخل نہ ہو سکے یا اسی قسم کا کوئی مرض ہو ۱۲ منہ اگر کوئی بے پردہ مقام ہو مثل عام شاہراہ اور میدان کے تو وہ مقام مانع سمجھا جائے گا کیونکہ وہاں کسی کے آجانے کا ظن غالب ہے منہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ لونڈی خواہ زوجین میں سے کسی کی ہو جماع سے مانع نہیں ہے ... کے موجود ہونے سے خلوت صحیحہ کے منافی نہ ہوگی مگر یہ خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین بالاتفاق قائل ہیں کہ لونڈی کا موجود ہونا خلوت صحیحہ کے منافی ہے امام محمد پہلے اس کے خلاف تھے مگر اخیر میں انھوں نے رجوع کیا قاضی خاں اور ردالمحتار وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے ... یہی صحیح ہے ۱۲

للعـہ یہ شرط اس سبب سے لگائی گئی کہ اگر اس کا مرد ہونا معلوم نہ ہو گا تو نکاح صحیح نہ ہو گا اور مخنث معروف اس انسان کو کہتے ہیں کہ نکاح صحیح نہیں ہو مخنث اسکو کہتے ہیں جسمیں عورت اور مرد دونوں کی علامتیں موجود ہوں اور کبھی تو ... میں کسی کی علامت غالب ہو اور کسی میں ...

خلوت فاسدہ زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز مانع جماع ان مواقع میں سے پائی جائے
ف - ہم لفظ جماع کی بجائے خاص استراحت کا لفظ استعمال کرینگے اور بوسہ کی جگہ پر تقبیل اور عورت کے چھو لینے کو لمس اور شہوت کو نفسانی کیفیت لکھیں گے۔

نکاح کی ترغیب اور فضیلت

نکاح کی فضیلت بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں قرآن مجید اور احادیث کو جس نے سرسری نظر سے دیکھا ہے اس پر نکاح کی فضیلت پوشیدہ نہیں ہے اصل یہ ہے کہ جس طرح بعض مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لذائذ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت سمجھا جاتا ہے - شریعت اسلامیہ نے اس کو کچھ نہیں سمجھا صاف صاف سنا دیا گیا لا رہبانیۃ فی الاسلام اسلام میں تکالیف شاقہ کا برداشت کرنا اور لذائذ سے کنارہ کش ہو جانا عبادت نہیں ہے اس اعتدال اور میانہ روی کے شرف کا جو شریعت اسلامیہ کو حاصل ہے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ خداشناسی کی راہیں سب کیلئے کھلی ہیں، جس طرح ایک فقیر گوشہ نشین اس پاک شریعت پر پورا عمل کر کے خدا کے دوستوں میں داخل ہو سکتا ہے اسی طرح ایک دنیا دار اہل وعیال والا بھی بے دقت اس شرف کو حاصل کر سکتا ہے خدا کا تقرب اور اس کی مرضی پر پوری طرح چلنا کسی قوم کسی فرقہ کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہ رہا اسلام میں یہ بہت بڑا کمال سمجھا گیا ہے کہ مشاغل میں مبتلا ہو کر یاد خدا سے غافل نہ ہو اسکی عبادت میں قصور نہ ہونے پائے۔

الغرض انھیں مقاصد عظیمہ کے پورا کرنے کے لئے رہبانیت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور پھر اسی میانہ روی کی ترغیب دی گئی - یہی باعث ہے کہ نکاح کرنا بھی ایک فضیلت قرار دیا گیا اور خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملی طور پر رائج کیا اور تمام دنیا کو دکھا دیا کہ مشاغل میں رہ کے خدا پرستی اس طرح کرتے ہیں - خدا اور اسکی مخلوق دونوں کے حقوق اس طرح ادا کئے جاتے ہیں - کثرت ازدواج میں ایک مصلحت منجملہ مصالح کثیرہ کے یہ بھی تھی -

Marfat.com

نکاح کی فضیلت کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں جا بجا اس کا ذکر
ہے کہیں تعدادِ ازدواج کی اجازت عطا ہو رہی ہے کہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ
النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ جو عورتیں تم کو اچھی لگیں ان سے نکاح کرو۔ دو دو اور
تین تین اور چار چار، کہیں بی بیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید ہو رہی ہے
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ بی بیوں سے اچھی معاشرت کرو، کہیں زوجین کے حقوق
تعلیم کئے جاتے ہیں کہیں مہر کے مسائل کہیں طلاق کے احکام کہیں عدت کے مسائل
غرض نکاح کے متعلقات کا ذکر کلام پاک میں بیش از بیش ہے یہ بات کچھ کم فضیلت کی
نہیں ہے سب سے زیادہ نکاح سے مانع انسان کو تنگدستی اور افلاس کا خوف ہے اسی لئے
اس کا بہت شد و مد سے دفعیہ کیا گیا۔ اور قرآن مجید میں بڑے اہتمام سے
اس کے متعلق ایک بشارت نازل ہوئی کہ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
اگر وہ لوگ فقیر ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے اب باعث نکاح کے مالدار
کر دے گا اب اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو افلاس
کے خیال سے اس سنت کو چھوڑے ہوئے ہیں کیا یہ بشارت اور یہ وعدہ ان کے
اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے۔

احادیث کو اگر دیکھئے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر نظر
ڈالی جائے کہ آپ نے کس کثرت اور رغبت کے ساتھ نکاح کئے ہیں بعد اس کے اقوال شریفہ پر
غور کیا جائے ہیں یہاں نمونہ کے طور پر دو ایک صحیح حدیثوں کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے
(۱) ایک مرتبہ تین شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات سے آپ کی عبادت
کی کیفیت پوچھنے آئے پھر جب ان کو آپ کی عبادات کی کیفیت بتائی گئی تو انہوں نے
اس کو کم سمجھا اور کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کب ہو سکتے ہیں آپ کے
تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو چکے تھے اس کے بعد ان میں سے ایک
شخص نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا [illegible] میں عورت
کے پاس نہیں جاؤں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کہیں حالانکہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ خاص اسی کے لئے پرہیزگاری کرنے والا ہوں مگر میں کبھی روزہ رکھ لیتا ہوں کبھی نہیں رکھتا اور رات کے وقت کچھ دیر نماز پڑھتا ہوں اور کچھ دیر سو رہتا ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت سے منھ پھیرے وہ میرا نہیں ہے (صحیح بخاری)

اس حدیث کا آخری جملہ سرسری نہیں ہے کیا اس سے زیادہ مسلمان کیلئے اور کوئی تہدید ہو سکتی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ فرمائیں کہ تو میرا نہیں ہے، شاید یہ حدیث ان لوگوں کو نہیں پہونچی جو اپنے زہد و تقویٰ پر فخر کیا کرتے ہیں اور بیوجہ اس سنت کو ترک کئے ہوئے ہیں اور پھر اس پر نادم نہیں ہوتے بلکہ ایک اچھی بات سمجھتے ہیں۔

(۲) علقمہ کہتے ہیں میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ مقام منیٰ میں ان سے عثمان رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن مجھے تم سے کچھ کام ہے پس وہ دونوں تنہا رہ گئے، عثمان نے کہا کہ اے ابن مسعود کیا تم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم کسی بکر سے تمہارا نکاح کر دیں کہ جو (عیش و عشرت) تم پہلے کیا کرتے تھے وہ تم کو یاد دلا دے۔ چونکہ عبد اللہ بن مسعود نے دیکھا کہ ان کو ضرورت نہیں ہے تو انھوں نے انکار کیا (اور) میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اے علقمہ۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے جوانو! جو شخص تم میں سے نکاح کا مقدور رکھتا ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی کرنے کا فائدہ دے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں نکاح کی تعریف میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ وہ نظر کا (نامحرم پر پڑنے سے) باز رکھنے والا اور شرمگاہ کا (فعل حرام سے) حفاظت کرنے والا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۳) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں سب چیزوں میں اچھی چیز نیک عورت ہے (صحیح مسلم) المختصر اسی قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن سے نکاح کی فضیلت نکلتی ہے۔ صحابہ میں بمشکل نہایت تلاش سے چند لوگ ایسے ملیں گے

Marfat.com

جنھوں نے نکاح نہ کیا سو وہ بھی عذر سے خالی نہ ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے اس شخص کے مثل (بدنصیب)[عہ] میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بعد اس آیت کریمہ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ کے (بخیال تنگدستی) نکاح نہ کرے۔ (مسند امام شافعی)

نکاح ہی کی ترویج کے لیے خدا کی طرف سے یہ اہتمام ہوا کہ زنا کی ممانعت کی گئی اس کے ارتکاب پر سخت سخت عذابوں کی خبر دی گئی دنیا میں بھی اس کی سزا[عہ] نہایت سخت رکھی گئی کہ ایسی سخت سزا سوا قتل انسان کے اور کسی جرم کی معلوم نہیں ہوتی، اخروی سزا کی بابت جو کچھ احادیث میں وارد ہوا ہے سب سے زیادہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعض احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ زنا کا مرتکب دائرۂ ایمان سے خارج ہے اس سے زیادہ زنا کی مذمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (العیاذ باللہ منہ)

الغرض شریعت الٰہیہ کی پوری توجہ نکاح کی طرف مصروف ہے اس کی ترغیب و فضیلت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا اور جو چیزیں اس کی مانع ہو سکتی تھیں ان کا کافی انسداد کر دیا گیا اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس کو زینت و عزت عطا فرمائی۔

انھیں وجوہ سے فرقۂ ظاہریہ کے لوگ مثل علامہ داؤد ظاہری وغیرہ کے اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ حالت اعتدال میں نکاح (مثل روزہ نماز وغیرہ کے) فرض عین ہے اور خود حنفیہ میں بعض مشائخ اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں اور بعض واجب اگرچہ ان کے قول پر فتوے نہیں ہے (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

عہ ایسے شخص کے بدنصیب ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ جب اللہ جل شانہ اس آیت میں وعدہ فرماتا ہے کہ اگر نکاح کرنیوالے تنگدست ہوں گے تو ہم ان کو اپنے فضل سے مالدار کر دینگے تو اب نکاح کو بخیال تنگدستی ترک کرنا بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔ ۱۲

عہ وہ سزا یہ ہے کہ اگر زنا کرنے والا محصن نہ ہو تو اس کے سو درے مارے جائیں خواہ مرے یا زندہ رہے اور محصن ہو تو نصف جسم اس کا زمین میں گاڑ کر تمام لوگ اس کو پتھر ماریں یہاں تک کہ مر جائے اور حکم ہے کہ یہ دونوں سزائیں تمام مجمع میں ہوں ۱۲

نکاح کے احکام

فرض ہے - اگر خاص استراحت کی خواہش اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور مہر پر اور زوجہ کے نفقہ پر بھی قدرت حاصل ہو اور یہ خیال نہ ہو کہ بی بی کے ساتھ معاشرت عمدہ طور پر نہ کر سکے گا بلکہ اس پر ظلم کرے گا[1] بدمزاجی اور بدخلقی کا برتاؤ اسکے ساتھ کرے گا۔

واجب ہے - اگر خاص استراحت کی خواہش غالب ہو مگر نہ اس درجہ کی کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور مہر اور نفقہ پر قادر ہو اور بی بی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔

سنت مؤکدہ ہے - اگر اعتدال کی حالت ہو یعنی خاص استراحت کی خواہش نہ بہت غالب ہو نہ بالکل مفقود (بحر الرائق وغیرہ)[2]

ف - مستحب ہے اگر مہر و نفقہ کے لیے روپیہ پاس موجود نہ ہو تو قرض لے بشرطیکہ سودی قرض نہ ہو اور اس کے ادا کرنے پر قادر ہو سکے گو بالفعل قدرت نہ ہو۔ (در مختار وغیرہ)

مکروہ تحریمی ہے - اگر بی بی پر ظلم کا خوف ہو۔

حرام ہے - اگر ظلم کا یقین ہو۔

اگر خاص استراحت کی خواہش کا کمال درجہ غلبہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہو جانیکا خوف مگر اس کے ساتھ ہی بی بی پر ظلم کرنے کا بھی خوف ہو تو اس صورت میں بھی نکاح حرام یا مکروہ تحریمی رہے گا۔ (بحر الرائق وغیرہ)

---

[1] بعض لوگوں کا مزاج ایسا تند ہوتا ہے کہ ان کو غصہ میں اپنی طبیعت پر بالکل قابو نہیں رہتا اور ذرا سی بات میں غصہ آجاتا ہے ایسے لوگ کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ ہم کسی سے دائمی تعلق پیدا کر کے اسکے ساتھ حسن معاشرت قایم رکھ سکیں گے

[2] بعض علماء نے جو ایسی حالت میں نکاح کو مستحب لکھا ہے ان کی مراد مستحب سے سنت موکدہ ہے (فتح القدیر) اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح نہ کرنے میں حق اللہ کے تلف ہونیکا خیال ہے اور نکاح کرنے میں حق العبد کے تلف ہونے کا اور کلیہ قاعدہ ہے کہ حق العبد کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے ۱۲-

نکاح کا مسنون و مستحب طریقہ

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو قبل اس کے کہ نکاح کا پیغام دیا جائے، ایک دوسرے کے حالات کی اور اس کے عادات و اطوار کی خوب جستجو کر لیں تاکہ پھر پیچھے سے کوئی امر خلاف طبع معلوم ہو کر ناموافقت کا سبب نہ ہو جائے۔

مرد ۔ کو عورت میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں۔ دینداری۔ حسب[۱] نسب اور حسن و جمال۔ نیک مزاجی، خوش خلقی میں اپنے سے زیادہ۔ مال و دولت، زور و قوت، قد و قامت، عمر میں اپنے سے کم[۲]۔ اگر کئی عورتیں ان اوصاف کی ہوں تو ان میں سے اس کو ترجیح دے جو کم مہر پر راضی ہو جائے۔ جو عورت دیندار ہو مگر شکل و صورت میں اچھی نہ ہو۔ وہ ایسی عورت سے بہتر ہے جو شکل و صورت میں تو اچھی ہو مگر دیندار نہ ہو۔ بانجھ[۳] عورت سے نکاح کا قصد نہ کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے بدصورت جو بانجھ نہ ہو۔ خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے۔

مرد کے لئے یہ امر بھی مسنون ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہے اسکو خود دیکھ لے[۴]۔ بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے گا (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

عورت ۔ کے ولی نہ ہو تو خود عورت کو مرد میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں۔ مرد کفو ہو عمر میں بہت زیادہ نہ ہو۔ جو مرد مال و دولت نسب وغیرہ میں کفو نہ ہو مگر دیندار

---

[۱] حسب کے معنی فضل و کمال عزت و وقار ایک شخص سید ہو مگر برے کام کرتا ہو کر لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو وہ صاحب نسب تو ہے مگر صاحب حسب نہیں ہے [۲] ان باتوں میں کم ہونے کا فائدہ یہ ہیکہ وہ اپنے شوہر کو حقیر نہ سمجھیگی اور اگر ان باتوں میں شوہر کے برابر یا زیادہ ہوگی تو اسکو حقیر سمجھے گی پورے طور پر اطاعت نہ کریگی [۳] بانجھ ہونیکا علم اس طور پر ہو سکتا ہے کہ پہلے اسکی شادی ہو چکی ہو اور باوجودیکہ شوہر کیساتھ بہت دنوں تک یکجائی رہی ہو مگر کوئی بچہ نہ ہوا ہو [۴] خود دیکھنا اس وقت مسنون ہے کہ جب اور کوئی صورت اسکے حالات دریافت کرنیکی ممکن نہ ہو۔

ہیں کفو ہو تو وہ بہتر ہے بہ نسبت اس مرد کے جو اور سب باتوں میں کفو ہو، مگر دیندار نہ ہو جہاں خوب تفتیش، تحقیق سے تمام امور، موافق مزاج معلوم ہوں وہاں مرد کی طرف سے عورت کے ولی کو یا خود عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جائے اس کو ہمارے عرف میں نسبت اور منگنی کہتے ہیں۔ مستحب ہے کہ پیغام نکاح بھیجنے سے پہلے دولہا کا ولی یا جو شخص پیغام نکاح کا بھیجنا چاہے نماز استخارہ مسنون طریقہ سے پڑھ لے بعد اس کے پیغام بھیجے۔ اسی طرح دولہن کے ولی کو یا خود دولہن کو بھی مستحب ہے کہ پہلے نماز استخارہ پڑھ لے بعد اسکے پیغام کی منظوری کا اظہار کرے۔

پیغام ۔ نکاح کے منظور ہو جانیکے بعد کوئی دن عقد نکاح کے لئے بتراضی طرفین مقرر کر لیا جائے۔ مستحب ہے کہ جمعہ کا دن ہو تاریخ اور مہینہ میں اختیار ہے چاہے جو تاریخ جس مہینے کی مقرر کی جائے کیونکہ کوئی مہینہ کوئی دن کوئی تاریخ شریعت میں منحوس عہ نہیں سمجھی جاتی نہ شریعت نے کسی دن کسی تاریخ کی نکاح کے لئے تخصیص کی ہے۔

عورت اگر عدت میں ہو تو عدت ختم ہو جانیکے بعد نکاح کا پیغام بھیجنا چاہیئے۔ جس عورت کے پاس ایک شخص نکاح کا پیغام بھیج چکا ہو تو جب تک اس کا سلسلہ قطع نہ ہو جائے دوسرے شخص کو اس کے پاس پیغام بھیجنا مکروہ تحریمی عہ ہے۔

مستحب ہے کہ نکاح کی مجلس علانیہ طور پر منعقد کی جائے اور اس میں طرفین کے احباب اعزہ اور نیز بعض ابرار و اخیار بھی شریک کیے جائیں (احیاء العلوم)

مستحب ہے کہ نکاح مسجد کے اندر کیا جائے۔

عہ دن تاریخ کا منحوس سمجھنا نجومیوں کی تقلید ہے جس کی سخت ممانعت ہماری شریعت میں ہے اسلام نے جہاں اور امور میں توحید کی بنیاد ڈالی ہے وہاں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ سوائے ایک خدائے واحد کے کسی کو ضرر پہنچانیوالا اور نفع دینے والا نہ سمجھے سب کی کنجی اسی کے ہاتھ میں ہے جسکو وہ نفع پہنچاتا ہے کوئی دن یا تاریخ اسے روک نہیں سکتا، اسی طرح اسکی مضرت کو بھی کوئی دفع نہیں کر سکتا، مسلمانوں میں دن تاریخ کے سعد و نحس ہونیکا خیال ہندوؤں کے اختلاط سے پیدا ہو گیا ہے اس کو ترک کرنا چاہیئے ۱۲۔

عہ حدیث میں اسکی بہت ممانعت آئی ہے اس حرکت سے دو مسلمانوں میں رنجش پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے ۱۲۔

Marfat.com

مستحب ہے کہ اگر مجلس میں غیر لوگ بھی ہوں تو دلہن شریک مجلس نہ کیجائے بلکہ اس کا کوئی ولی جو پرہیزگار ہو اور طریقہ نکاح کا موافق سنت کے جانتا ہو اس کی طرف سے شریک مجلس ہو اور اگر دلہن کا کوئی ولی نہ ہو اور وہ خود بالغہ ہو تو کوئی اس کا وکیل شریک ہو ان سب مراتب کے طے ہوجانیکے بعد مسنون ہے کہ ایک خطبہ پڑھا جائے جس میں حمد و نعت ہو اور توحید و رسالت کی شہادت ہو اور خدا سے ڈرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی اور عہد و اقرار پر قائم رہنے کی ترغیب ہو، نکاح بھی ایک معاہدہ ہے وہ بھی اس عہد و اقرار کے ضمن میں آجائے گا اور زیادہ مناسب ہیکہ یہ خاص خطبہ پڑھا جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد [illegible] اور ہم اپنے نفسوں اور برے اعمال کی [illegible] سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں [illegible] گمراہ کرنیوالا نہیں اور جسکو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں [illegible] کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں [illegible] کہ محمد اس کے بندے [illegible] پیغمبر ہیں اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا [illegible] دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں اور اس اللہ سے ڈرو [illegible] حق لحاظ رکھو، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے، اے مسلمانو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور [illegible] اسلام، اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اور مضبوط بات کہو تاکہ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کرے [illegible] بخشدے اور یاد رکھو کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی وہ [illegible]

علامہ طحطاوی نے حصن حصین سے نقل کیا ہے کہ یہ وہی خطبہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ میں یہ خطبہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔

یا یہ خطبہ پڑھا جائے جو حسب نقل مواہب لدنیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت پڑھا تھا وہ خطبہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِہٖ الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِہٖ الْمُطَاعِ بِسُلْطَانِہٖ الْمَرْھُوْبِ مِنْ عَذَابِہٖ وَسَطْوَتِہٖ النَّافِذِ اَمْرُہٗ فِیْ سَمَائِہٖ وَاَرْضِہٖ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِہٖ وَمَیَّزَھُمْ بِاَحْکَامِہٖ وَاَعَزَّھُمْ بِدِیْنِہٖ وَاَکْرَمَھُمْ بِنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ اسْمُہٗ وَتَعَالَتْ عَظَمَتُہٗ جَعَلَ الْمُصَاھَرَۃَ سَبَبًا لَاحِقًا وَاَمْرًا مُفْتَرَضًا اَوْشَجَ بِہِ الْاَرْحَامَ وَاَلْزَمَ الْاَنَامَ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا فَاَمْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَجْرِیْ اِلٰی قَضَائِہٖ وَقَضَاءُہٗ یَجْرِیْ اِلٰی قَدَرِہٖ وَلِکُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِکُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ ط یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ ط۔

عہ ترجمہ :- ہر طرح کی تعریف اللہ کو سزاوار ہے جو اپنی نعمت کے سبب سے سب کا محمود ہے اپنی قدرت کی وجہ سے سب کا معبود ہے، اپنے غلبہ کی وجہ سے سب کا مطاع ہے اس کے عذاب اور قہر سے لوگ ڈرتے ہیں اس کا حکم اس کے آسمان اور اس کی زمین میں جاری ہے اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے احکام سے ان کو امتیاز دیا اور اپنے دین سے ان کو عزت دی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو مشرف کیا، بیشک اللہ نے (بزرگ ہے نام اس کا اور برتر ہے عظمت اس کی) (رشتہ) کو امر شدنی اور ضروری کام قرار دیا ہے اس سے قرابتوں کو زینت دی ہے اور لوگوں پر لازم کر دیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے (وہ ہر کہنے والے سے بزرگ ہے) اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا اور اس کے لئے نسب اور سسرال بنائی اور تمہارا پروردگار قدرت والا ہے پس اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی قضا کی طرف جاری ہے اور اس کی قضا اس کی قدرت کی طرف جاری ہے اور ہر قضا کا ایک اندازہ ہے اور ہر اندازہ کی ایک میعاد ہے اور ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) ہے ۱۲۔

Marfat.com

نکاح کا خطبہ خود تو مسنون ہے مگر اس کا سننا حاضرین پر واجب ہے اور کچھ تخصیص خطبہ نکاح کی نہیں بلکہ تمام خطبوں کا یہی حال ہے خواہ وہ فی نفسہ مسنون ہوں یا واجب مگر انکا اول سے آخیر تک سننا حاضرین پر بہرحال واجب ہے (طحطاوی شرح مراقی الفلاح صفحہ ۴۱۲)

مسنون ہے کہ خطبہ نکاح کا وہ شخص پڑھے جو دولہن کا ولی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا کے نکاح کے وقت خود ہی خطبہ پڑھا تھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہاں اگر کوئی جاہل شخص ولی ہو یعنی خطبہ نہ پڑھ سکتا ہو تو پھر اور کسی شخص سے خطبہ پڑھوائے جب خطبہ تمام ہو جائے تو عورت کا ولی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا کر دولہا سے یا اس کے ولی سے مخاطب ہو کر کہے کہ میں نے فلاں عورت کو جس کا نام [illegible] ہے تمہارے ساتھ یا تم جس کے ولی ہو اس کے ساتھ اس قدر مہر کے عوض میں نکاح کر دیا۔ دولہا یا اس کا ولی اس کے جواب میں کہے کہ میں نے منظور کر لیا۔ اسی باہمی گفتگو کا نام ایجاب و قبول ہے۔ جب گفتگو ہو چکی تو نکاح ہو گیا۔ عورت کا ولی اگر خود زبان سے [illegible] نہ کر سکتا ہو کہ ایجاب و قبول کرائے تو کسی اور شخص کو اپنی طرف سے وکیل کر دے۔ وکیل [illegible] کر دے یعنی ایجاب و قبول کرا دے مگر اس صورت میں بہتر[1] ہے کہ ایجاب قبول کے وقت ولی خود بھی موجود رہے یا دولہن بالغ ہو تو اس وکیل کو بواسطہ دولہن سے اجازت وکالت کی دلوا دے گواہوں کو اور دولہا یا اس کے [illegible] اور دولہن کا نام اور اس کے باپ کا نام بتا دے [illegible] اور [illegible] وغیرہ کی ضرورت ہو تو یہ بھی بتا دے تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ رہ جائے اور وہ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ فلاں عورت کا نکاح ہے۔

مستحب ہے کہ پرہیزگار آدمی گواہ بنائیں جائیں (بحر الرائق)

---

[1] اسکی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ولی نکاح کا وکیل ہے اور نکاح [illegible] وکیل [illegible] وکیل کرے اور [illegible] تو اس دوسرے وکیل کا نکاح کرانا [illegible] [illegible] میں صاف مذکور ہے [illegible] درست نہیں [illegible]

نکاح کے وقت جو ہمارے ملک ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستور ہے کہ نکاح پڑھانیوالے دولہا سے تجدید ایمان کے کلمات پڑھواتے ہیں یعنی ان سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آمنت باللہ وغیرہ کہلواتے ہیں یہ امر نہ مسنون ہے نہ مستحب غالباً اس کی مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات لاعلمی کی وجہ سے آدمی کی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے مرتد ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور چونکہ وہ ناواقف ہے توبہ بھی نہیں کرتا ایسے وقت میں نکاح کی صحت میں تردد ہوگا کیونکہ مرتد کا نکاح مسلمان کے ساتھ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ مصلحت ہے تو دولہن سے بھی تجدید ایمان کرانا چاہیئے۔ مگر پھر بھی اس دستور کو ایسا لازم سمجھ لینا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کا عملدرآمد کیاجائے خواہ وہ ذی علم بھی ہو، خطا بھی ہو یہ محض نادانی ہے اور اگر اسکو مسنون یا مستحب سمجھ لیاجائے تو بدعت ہوجائے گا۔

مہر جہانتک ہوکم باندھا جائے اور مقدور سے زیادہ ہرگز نہ ہونے پائے زیادہ مہر باندھنے میں کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ نہایت مناسب ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات یا بنات طیبات کے مہروں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے انشاءاللہ باعث برکت ہوگا، ہم انشاءاللہ تعالیٰ مہر کے بیان میں ایک نقشہ بنائیں گے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و بنات کے مہر انگریزی روپیہ مروجہ ہند کے حساب سے تحقیق کرکے لکھدیں گے، نکاح ہوجانیکے بعد چھوہارے کا ایک طبق لٹا دینا مستحب ہے۔

نکاح ہوجانے کے بعد اعزہ اور احباب زوجین کو یا ان کے اولیا کو مبارک باد دیں۔ اس طرح کہ اللہ تم کو یہ نکاح مبارک کرے اور تم دونوں میں موافقت اور بھلائی کے ساتھ یکجائی رکھے، یہ مبارکبادی مستحب ہے (وصول الامانی باصول التہانی)[ع]

ع یہ کتاب نہایت نفیس ہے، علامہ سیوطیؒ کی تصنیف ہے، اس میں تمام ان باتوں کا ذکر ہے جن کا مبارک باد دینا مسنون ہے ۱۲-

Marfat.com

نکاح ہوجانیکے بعد بغرض اعلان دفؔ کا بجانا بشرطیکہ اس میں جھانجھ نہ ہو جائز ہے۔ دولہن کا آراستہ کرکے رخصت کرنا مستحب ہے۔

شب زفاف یعنی اس رات کے بعد جس میں زوجین کی یکجائی ہو شوہر کو چاہئے کہ اپنے اعزہ واحباب وغیرہ کی حسب استطاعت دعوت کرے۔ یہ دعوت ولیمہ کے نام سے مشہور ہے (سنت مؤکدہ ہے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس پر برابر التزام رہا اور اپنے صحابہ کو بھی تاکید فرماتے رہے۔

رسوم

جس قدر امور نکاح کے وقت مسنون و مستحب ہیں وہ صرف اسی قدر ہیں جو بیان ہوچکے ہیں۔ مبارک ہیں وہ نکاح کی مجلسیں جن میں صرف انھیں امور پر اکتفا کی جائے، با برکت ہیں وہ نکاح جن کے انعقاد کے وقت سوا طریقہ مسنونہ کے اور کوئی رسم نہ ہونے پائے۔

میں بہت افسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان میں نکاح جیسا پاکیزہ معاملہ ہندوؤں کی ناپاک رسموں اور ملکی رواج سے محفوظ نہیں رہا یقیناً ان رسموں نے اسلام کے صاف اور بے تکلف معاملات کے چمکتے ہوئے چہرہ پر ایک نہایت کثیف پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اگر کوئی ان معاملات کی اصلی صورت دیکھنا چاہے جو قرن اول میں تھی تو شاید اسکو خردبین کے سوا یہ بھی نصیب نہ ہو۔ افسوس صد افسوس۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سچے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کبھی اس بات کو گوارہ نہ کریں کہ ان کے عبادات یا معاملات میں غیر قوموں کی اختراعی رسوم مختلط ہوجائیں۔ وہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے برگزیدہ نبی کے طریقوں کو چھوڑکر غیر قوموں کی رسوم سے اپنا دل خوش کرتے ہیں حالانکہ خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ آجتک دنیا کی بڑی سے بڑی مہذب اور تعلیم یافتہ قومیں اسلام کے حکیمانہ

؎ بعض غیر محققین کا خیال ہے کہ نکاح میں دف بجانا مستحب ہے یہ صحیح نہیں حنفیہ کے نزدیک غنا اور مزامیر دونوں مطلقاً حرام ہیں یہی صحیح ہے میں نے اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام رفع النزاع عما یتعلق بالسماع ہے ۱۲

اور بے تکلف اصول و فروع سے سبق لے رہی ہیں۔

شادی اور بیاہ میں جس قدر رسمیں رائج ہیں ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتے ایک کلیہ قاعدہ لکھے دیتے ہیں کہ جو رسوم فی نفسہ جائز ہوں جیسے دولہن کا مانجھے میں بٹھانا، دولہا کو بطور سلامی کے کچھ دینا وغیرہ ایسی رسموں کو اگر کر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں مگر اُنپر بھی ایسا التزام کرنا جس سے لوگوں کو رسوم کے مسنون یا مستحب یا شرط نکاح ہونے کا شبہہ ہو ناجائز ہے اور جو رسوم فی نفسہ ناجائز ہیں (جیسے ناچ گانا آتشبازی وغیرہ چھوڑنا زائد از حاجت روشنی کرنا، محرموں کا سامنے آنا، غیر عورتوں سے ہنسی مذاق وغیرہ) ان کا کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔

پس اگر تمام رسموں کو نہ چھوڑ سکے تو ان رسموں کو ضرور چھوڑ دے جو فی نفسہ ناجائز ہیں۔

ہمارے یہاں ہر مقام پر کوئی نہ کوئی شخص نکاح پڑھانے والا مقرر رہوتا ہے اسکو قاضی کہتے ہیں، عام لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اسکے سوا دوسرا شخص نکاح پڑھا دے یا زوجین خود ایجاب قبول کرلیں تو نکاح نہ ہوگا یہ محض جہل ہے بلکہ مسنون یہی ہے کہ دولہن کا ولی خود ہی خطبہ پڑھے خود ہی نکاح پڑھائے ہاں یہ قاضی ان لوگوں کے مفید مطلب ہیں جو جاہل ہوں نکاح کا طریقہ نہ جانتے ہوں جیسے دیہاتی گنوار

نکاح کا طریقہ اور اس کے سنن و مستحبات بیان ہو چکے اب ہم نکاح کے شرائط لکھتے ہیں اور انہیں کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ نکاح کے تمام مسائل بہت خوش اسلوبی سے آجائیں گے۔

ع۵ ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستور ہے کہ لڑکی کو نکاح کی تاریخ سے کچھ دن پہلے مکان کے گوشہ میں بٹھا دیتے پھر وہ کسی بڑے کے سامنے بولتی ہے نہ چلتی ہے نہ کھاتی ہے اسی کو مانجھے میں بٹھانا کہتے ہیں ۱۲ ع۵ غیر عورتوں سے ہنسی مذاق کا ہمارے ملک میں ایسا رواج ہے کہ اب عوام الناس اس کو جائز سمجھتے ہیں، بھاوج سے اور سالی سے تو مذاق رشتہ ہی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل ناجائز ہے اپنی منکوحہ کے سوا کسی عورت سے مذاقاً ایک لفظ بھی کہنا جائز نہیں احادیث میں صاف صاف اس کی ممانعت ہے ۱۲

نکاح کے ارکان[ع۱] اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں

نکاح کا ایک رکن ہے ایجاب وقبول۔ اسی ایجاب وقبول کے مجموعہ کا نام نکاح ہے صرف ایکبار ایجاب وقبول سے نکاح ہوجاتا ہے تین مرتبہ اسکی تکرار کرنا جیسا کہ مروج ہے بالکل بے ضرورت ہے اور اسکے صحیح ہونیکی شرطیں سات ہیں جو ذیل میں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱) دو گواہ۔ اگر ایک بھی گواہ نہ ہو یا صرف ایک ہو تو نکاح نہ ہوگا۔

(۲) عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا۔

(۳) نابالغ اور مجنون اور غلام کے لیئے ان کے اولیاء کی اجازت۔ نابالغ کے لیئے اس کے ولی کی اجازت شرط نفاذ ہے۔

(۴) عورت کیلیئے اگر وہ غیر کفو سے نکاح کرنا چاہے تو ولی کی رضامندی عورت بالغہ ہو یا نابالغہ ہر حال میں غیر کفو سے نکاح کرنیکے لیئے ولی کی رضامندی شرط ہے ولی راضی نہ ہوگا تو نکاح صحیح نہ ہوگا[ع۲]۔

(۵) عاقل بالغ ہونا اگر کوئی شخص اپنا نکاح خود کرے تو خود اسی کا عاقل ہونا اور اگر اسکا ولی اس کا نکاح کرتا ہو تو ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے وکیل کا بالغ ہونا شرط نہیں! ہاں عاقل ہونا اس کا بھی شرط ہے۔ لہذا اگر سمجھدار بچہ وکیل بنادیا جائے تو درست ہے (بحرالرائق)

(۶) مہر کے نہ دینے کی نیت نہ ہونا۔ اگر یہ نیت ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا گو عورت راضی بھی ہوجائے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔

ع۱ ارکان جمع رکن کی ہے رکن اور شرط میں فرق یہ ہے کہ رکن ہر چیز کا اسکی ذات میں داخل ہوتا ہے یعنی اس کا جزو ہوتا ہے بخلاف شرط کے کہ وہ اپنے مشروط کی ذات سے خارج ہوا کرتی ہے مثلاً قیام رکوع سجدہ نماز کے رکن ہیں یعنی نماز انہی سے مرکب ہے اور یہ نماز کے جزو ہیں اور طہارت نماز کی شرط ہے نماز اس سے مرکب نہیں اور نہ وہ نماز کی جزو ہے ۱۲

ع۲ یہ قول بواسطہ حسن بن زیاد کے امام ابوحنیفہ سے منقول ہے اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے (درالمختار، درالمحتار، فتح القدیر) اس کے مقابل میں امام محمد نے اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایسی حالت میں بھی بالغہ عورت کا نکاح جائز ہے گو ولی کی اجازت و رضامندی نہ ہو ۱۲

(۷) نکاح کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہ کرنا۔ جو نکاح کسی مدت کے ساتھ مقید ہو خواہ وہ مدت تھوڑی ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ دو برس کے لیئے نکاح کرتا ہوں یا مدت زیادہ ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ دو سو برس کے لیئے نکاح کرتا ہوں یا مدت بالکل مجہول ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ جس وقت تک فلاں زندہ ہے اس وقت تک کے لیئے نکاح کرتا ہوں، بہرحال یہ نکاح صحیح نہ ہوگا اس نکاح کو متعہ[عہ] کہتے ہیں۔

عہ کسی جہاد میں تجرد کی وجہ سے صحابہؓ سخت پریشان ہوگئے تھے، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خصی کرانیکی اجازت طلب کی اس وقت حضرت نے ان کو متعہ کرنیکی اجازت دیدی تھی ضرورت رفع ہو جانیکے بعد آپ نے پھر اسکو حرام کر دیا بہت سی صحیح احادیث کتب صحاح ستہ وغیرہ میں متعدد صحابہؓ سے مروی ہیں جو متعہ کی حرمت پر دلیل قطعی ہیں رہگئی یہ بات کہ وہ کونسا جہاد تھا جسمیں متعہ کی اجازت دی گئی تھی، روایات اسمیں مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ خیبر میں اس کی اجازت دیگئی تھی پھر حرام کر دیا گیا بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ میں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ اوطاس میں، تحقیق یہ ہیکہ متعہ کی تحلیل و تحریم کئی بار ہوئی پہلے جنگ خیبر میں جو ۷ھ کا واقعہ ہے پھر فتح مکہ میں جو ۸ھ کا واقعہ ہے پھر جنگ اوطاس میں کہ وہ بھی ۸ھ کا واقعہ ہے اور اس جنگ اوطاس میں تین دن کے بعد ہمیشہ کے لیئے حرام کر دیا گیا۔ علامہ شامی نے رد المحتار میں ابن ہمام سے جو نقل کیا ہے کہ متعہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے جنگ اوطاس میں اسکی حرمت ہمیشہ کیلئے ہو چکی تھی جیسا کہ احادیث کے تتبع سے ظاہر ہے ابوداؤد کی ایک حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر اسمیں صرف اسی قدر ہے کہ متعہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی یہ راوی کی غلط فہمی ہے حجۃ الوداع میں تحریم جدید نہیں ہوئی بلکہ اسی حرمت سابقہ واقعہ جنگ اوطاس کا اعلان حجۃ الوداع میں کیا گیا تھا اسمیں مصلحت یہ تھی کہ حجۃ الوداع میں مسلمانوں کا مجمع بہت تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور ہوا کہ متعہ کی حرمت سے تمام مسلمان واقف ہو جائیں، راوی کو پہلے سے متعہ کی حرمت کا علم نہ ہوگا، وہ یہ سمجھا کہ اسکی حرمت اب ہوئی ہے اس قسم کی غلطی بشر سے اکثر ہو جاتی ہے کوئی عیب نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو امام مالک کی طرف جواز متعہ کی نسبت کی ہے اسپر تمام فقہا نے ان کی سخت گرفت کی ہے، ہدایہ کے بعد فقہ کی جتنی بڑی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں تقریباً سب میں ہدایہ کی اس غلطی کا بیان کرنا لازم سمجھ لیا گیا ہے درحقیقت یہ غلطی ان سے سخت ہوئی۔ مگر بمقتضائے بشریت تمام اہل اسلام کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے کیا صحابہؓ کیا تابعین کیا فقہا کیا محدثین صحابہؓ میں صرف ابن عباس پہلے بحالت اضطرار متعہ کو جائز سمجھتے تھے (بقیہ بر صفحہ ۲۷)

Marfat.com

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۶) کا

مگر جب حضرت علی مرتضیٰ نے اس پر ان کو سخت تہدید کی اور متعہ کی حرمت قطعی و ابدی سے ان کو واقف کیا تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کیا، ابن عباس کا رجوع کرنا حدیث و فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

شیعوں کا یہ کہنا ہے کہ متعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرام کیا ہے یہ محض غلط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حرام کرنے کا کیا اختیار تھا ہاں انھوں نے جس طرح اور اسلامی احکام کی تبلیغ میں ایک بڑا حصہ لیا ہے، قرآن مجید کی جمع و ترتیب حدیث و فقہ کی تعلیم کی اشاعت انھیں نے دی اور بھی بہت سے جزئی مسائل ہیں انھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں اسیطرح متعہ کی حرمت کے اعلان میں بھی انھوں نے کوشش کی انکا آخری اعلان یہ تھا، اگر میں نے سنا کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں اسکو زنا کی سزا دوں گا، بعض لوگ جو متعہ کی حرمت سے اس وقت تک واقف نہ تھے وہ اب واقف ہو گئے الغرض انھوں نے صرف اتنا ہی کام کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تبلیغ کر دی اور ایسی کوشش کی کہ متعہ کی حرمت کی صدا ہر کان میں گونج گئی، افسوس وہ یہی ہے منادی کی وہ جو پہاڑوں اور جنگلوں اور دریاؤں میں ابتک گونج رہی ہے شیعوں کے کان تک نہیں پہنچی لھم آذان لا یسمعون بھا* نہیں پہنچی اور بیشک پہنچی مگر جس طرح انھوں نے خدا و رسول کے اور احکام کو سنا ان سنا کر دیا اور سمعنا وعصینا** کے مصداق ہے اس حکم میں بھی انھوں نے ایسا ہی کیا مسلمانوں میں ان کے سوا کوئی متعہ کی حلت کا قائل نہیں ہے، متعہ کی حلت پر ان کا اصرار حد سے گزر گیا ہے متعہ کو نہ صرف وہ جائز ہی کہتے ہیں بلکہ اس کے وہ فضائل بیان کرتے ہیں جو شاید کسی بڑی عبادت میں بھی نہ ہوں گے میں نے شیعوں کی کتابیں دیکھی ہیں خدا کی شان ہے کہ انھیں کی صحیح احادیث میں ائمہ سے متعہ کی حرمت منقول ہے جس کا جواب ان کے پاس سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ یہ حکم ائمہ نے بطور تقیہ کے دیا ہے یعنی کسی مصلحت سے جھوٹا مسئلہ بیان کر دیا ہے ـــ عجیب لطف ہے کہ بعض شیعوں کو یہ آرزو ہوئی کہ اہل سنت کی کتابوں سے متعہ کی حلت ثابت کریں مگر سوا اسکے کہ ع ملا آں مولا آرزوئے محال بود۔ اور کچھ نتیجہ نہ ہوا مگر یہ مقام اس قسم کی مفصل بحث کے لئے مناسب نہیں ہے اس لئے ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے بغرض علم صرف اسی قدر کافی ہے جو ہم نے لکھ دیا ہے

واضح رہے کہ قرآن مجید کی آیتیں بھی اس کی حرمت کو صاف صاف بیان کرتی ہیں قال اللہ تعالی [illegible] واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ترجمہ اور مذکورہ بالا عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لئے جائز کر دیا گیا بشرطیکہ تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلے میں ان سے نکاح کرنا چاہو قید میں لانے [illegible] کے ارادہ سے اس آیت سے متعہ کی حرمت ظاہر ہے کیونکہ متعہ میں قید میں لانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ شہوت [illegible]

* ان کے کان ایسے ہیں کہ وہ ان سے (حق بات) نہیں سنتے ** ہم نے سنا اور نہ مانا۔

Marfat.com

شرائط کی تعداد معلوم ہو چکی اب ہم ہر شرط کے تفصیلی احکام و مسائل بیان کرتے ہیں۔

ایجاب و قبول

ایجاب و قبول کے صحیح ہونیکے لیے تو باتیں ضروری ہیں۔

(۱) ایجاب و قبول، دونوں یا دونوں میں سے ایک ماضی کے لفظ سے ادا کیے جائیں یعنی ایسا لفظ ہو جس سے یہ بات سمجھی جائے کہ نکاح ہو چکا دونوں کے ماضی ہونیکی مثال عاقدین میں سے کوئی یہ کہے کہ میں نے اپنا یا اپنے مؤکل کا یا اپنی بیٹی کا تیرے ساتھ نکاح کر دیا۔ دوسرا کہے کہ میں نے منظور کیا اور کوئی لفظ اسی کے ہم معنی دونوں میں سے ایک کے ماضی ہونیکی مثال (۱) ایک کہے کہ تو اپنا نکاح میرے ساتھ کر لے دوسرا کہے کہ میں نے کر لیا (۲) ایک کہے کہ میں تیرے ساتھ اپنا نکاح کرتا ہوں دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا ان دونوں مثالوں میں صرف قبول کی عبارت ماضی ہے (۳) ایک کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا دوسرا کہے کہ مجھے منظور ہے یا یہ کہے کہ میں منظور کرتا ہوں، اس مثال میں صرف ایجاب کی عبارت ماضی ہے۔

(۲) ایجاب و قبول دونوں بذریعہ لفظ کے ادا کیے جائیں نہ بذریعہ فعل کے مثلاً کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا اور یہ تیرا مہر ہے، عورت زبان سے کچھ نہ کہے اور مہر لے لے تو اس صورت میں ایجاب و قبول صحیح نہ ہو گا، اسی طرح اگر عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے اس قدر مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا مرد زبان سے کچھ نہ کہے مگر مہر دیدے تو ایجاب و قبول صحیح نہ ہو گا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایجاب اگرچہ لفظ سے ادا کیا گیا ہے مگر قبول بذریعہ فعل کے ادا کیا گیا ہے کتابت بھی لفظ کے حکم میں ہے بشرطیکہ کاتب و عاقد موجود نہ ہو

عہ اس صورت میں اگر قول اول امر کا صیغہ ہو (مثلاً مرد کہے کہ تو میرے ساتھ اپنا نکاح کر لے اور عورت کہے میں نے قبول کیا) تو علما کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لفظ امر ایجاب نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کی توکیل ہے صاحب ہدایہ اسیطرف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح و طلاق وغیرہ میں لفظ امر کا بھی ایجاب ہے صاحب کنز الدقائق اسیطرف ہیں صاحب بحر الرائق نے بھی اسیکو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے بھی اس کو حسن لکھا ہے اسی سبب سے ہم نے بلا تفصیل یہ لکھدیا کہ چاہے دونوں ماضی ہوں یا دونوں میں سے ایک۔ ۱۲ عہ وہاں موجود نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مجلس نکاح میں نہ ہو اگرچہ اسی شہر میں موجود ہو (شامی) ۱۲

اور اپنی تحریر دو گواہوں کو سنا دے اور دکھا دے اور ان کو اس پر گواہ کر دے مثلاً کوئی شخص کسی عورت کو یہ لکھ کر بھیجے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا اور عورت دو آدمیوں کو گواہ بنا کر کہے کہ فلاں شخص کی یہ تحریر میرے پاس آئی ہے لہذا میں اس سے نکاح کرتی ہوں تو یہ ایجاب قبول صحیح ہو جائیگا اور اگر کاتب وہاں موجود ہو تو پھر کتابت لفظ کے حکم میں نہیں ہے بلکہ اصل کے حکم میں ہے، ایجاب وقبول کا اس کے ذریعہ ادا کرنا درست نہ ہوگا ہاں جو شخص گونگا ہو سکے نہ ایجاب یا قبول کا بذریعہ لفظ کے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بذریعہ اشارہ کے کافی ہے بشرطیکہ وہ اشارہ پہلے سے معین[ف] ہو۔ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

(۲) ایجاب کی عبارت پوری ادا ہو چکنے کے بعد قبول کی عبارت ادا کی جائے مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں سو روپیہ مہر کے عوض میں عورت بجائے اس کے کہ مرد سو روپیہ مہر کا لفظ منہ سے نکالے یہ کہہ دے کہ میں نے منظور کیا تو اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ ابھی ایجاب کی عبارت تو تمام نہ ہونے پائی تھی کہ قبول کی عبارت ادا کر دی گئی، ایجاب کی عبارت تمام اس وقت سمجھی جائے گی کہ جب ایجاب کرنے والا اس کے بعد کوئی بات ایسی کہنا نہ چاہتا ہو گا جو سابقہ عبارت کے معنی میں تغیر پیدا کر دے مثلاً صورت مذکورہ میں سو روپیہ مہر کی عبارت اگر نہ بولی جاتی تو مہر مثل واجب ہوتا خواہ وہ سو کا ہو یا کم زیادہ مگر اس عبارت سے [illegible] اب بجائے مہر مثل سو روپیہ واجب ہوں گے لہذا اس صورت میں قبول صحیح [illegible] لازم ہے [illegible] کی حالت میں پھر دوبارہ قبول کی عبارت کہے۔

(۳) ایجاب قبول دونوں ایک ہی مجلس میں ادا کیے جائیں [illegible] اس [illegible] میں موجود نہ ہو بلکہ اس نے اپنی تحریر بھیجی ہو تو وہ [illegible] قبول کا ہونا ضروری ہے، ایجاب قبول کا متصل ہونا ضروری نہیں [illegible] قبول کو دونوں میں بہت کچھ فصل ہو جائے [illegible] درست ہے۔

[ف] معین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ لوگ جانتے ہوں کہ یہ جب کسی بات کو منظور کرتا ہے تو اس قسم کا اشارہ کرتا ہے اور کسی بات کو نامنظور کرنے کو اس قسم کا۔

مجلس کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب اور قبول کے درمیان میں کوئی ایسا فعل نہ ہونے پائے جو ایجاب سے اعراض پر دلالت کرتا ہو اگرچہ بقصد اعراض نہ کیا گیا ہو، بیٹھے سے اٹھ کھڑا ہونا، کسی سے باتیں کرنے لگنا، کچھ کھا لینا بشرطیکہ وہ ایک لقمہ سے زائد ہو[عہ]، کچھ پینا بشرطیکہ وہ چیز پہلے سے اس کے ہاتھ میں نہ ہو، لیٹ کر سو رہنا، نماز پڑھنے لگنا، چلنا، پھرنا اور اسی قسم کے افعال اگر ایجاب اور قبول کے درمیان میں واقع ہو جاتیں گے تو مجلس بدل جائے گی (شامی جلد ۴ صفحہ ۲۱)

اگر بعد ان افعال کے قبول ادا کیا جائے گا تو صحیح نہ ہو گا بلکہ اس صورت میں ضروری ہو گا کہ ایجاب کا پھر اعادہ کیا جائے **مثال** یہ عورت کے وکیل نے کسی مرد سے کہا کہ میں اپنی مؤکلہ کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں مرد نے پہلے کسی سے کچھ اور باتیں کیں اور اسکے بعد کہا کہ میں نے منظور کیا تو قبول صحیح نہ ہو گا۔

اگر عاقدین چلنے کی حالت میں ایجاب و قبول کریں خواہ پیادہ چل رہے ہوں یا کسی جانور کی سواری میں تو نکاح نہ ہو گا اس لئے کہ ایجاب و قبول دونوں کی مجلس اس صورت میں ایک نہیں رہ سکتی اور اگر جہاز پر سوار ہوں اور وہ چل رہا ہو اور ایجاب و قبول کریں تو صحیح ہے (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۸۹)

ریل[عہ] کی سواری بھی جہاز اور کشتی کا حکم رکھتی ہے اگر عاقدین ریل پر سوار ہونیکی حالت میں ایجاب و قبول کریں تو درست ہے۔

(۵) ایجاب اور قبول باہم مخالف نہ ہوں مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ دو سو روپیہ مہر کے عوض میں نکاح کرتا ہوں اور عورت کہے کہ میں نے نکاح تو منظور کیا مگر یہ مہر منظور نہیں ہے تو ایسی حالت میں ایجاب قبول صحیح نہ ہو گا کیونکہ قبول ایجاب کے مخالف ہے۔

عہ پان کے کھا لینے سے مجلس نہ بدلے گی کیونکہ ایک پان ایک لقمہ سے زائد نہیں ہوتا ہاں کئی گلوریاں کھانے کے بعد دیگرے کھانے سے تو بدل جائیگی ۱۲ عہ کشتی کی سواری میں مجلس نہ بدلنے کی وجہ علامہ شامی نے یہ لکھی ہے کہ وہ مثل گھر کے ہے اور اس کے ٹھہرا لینے کا عاقدین کو اختیار نہیں ہے۔ یہی وجہ ریل میں بھی موجود ہے ۱۲۔

Marfat.com

ں اگر قبول عورت کی جانب سے ہو اور وہ مرد کے مقرر کئے ہوئے مہر سے کم مقدار کو قبول
ے یا قبول مرد کی طرف سے ہو اور وہ عورت کے مقرر کئے ہوئے مہر سے زیادہ مقدار کو
ول کرے تو ایسی حالت میں ایجاب وقبول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

ثال (۱) مرد نے کہا کہ میں ایکہزار روپیہ مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں اور
رت نے کہا کہ میں پانچسو روپیہ مہر کے عوض میں نے منظور کیا (۲) عورت نے مرد سے کہا کہ
ں نے چارسو روپیہ مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا مرد نے کہا کہ مجھے ایکہزار روپیہ
ہر کے عوض میں منظور ہے، دونوں صورتوں میں ایجاب وقبول صحیح ہوجائے گا اور ایجاب
ول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

۱) ایجاب یا قبول کسی وقت پر موقوف یا کسی شرط پر مشروط نہ ہو مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ تیرے
اتھ کل نکاح منظور ہے یا یہ کہے کہ اگر فلاں بات ہوجائے گی تو میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا
ن دونوں صورتوں میں ایجاب قبول صحیح نہ ہوگا۔

۱) جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہو وہ عاقدین کے سامنے متعین کردی جائے خواہ اس طور پر
وہ عورت خود مجلس نکاح میں حاضر ہو خواہ اپنا چہرہ کھولے یا نہیں یا اس طور پر کہ اس عورت
نام اور اسکے باپ کا نام عقد نکاح کے وقت گواہوں اور عاقدین کے سامنے لیا جائے یعنی
س طرح پر کہ مثلاً زینب جو حامد کی بیٹی ہے اس کا نکاح کیا جاتا ہے اگر کسی عورت کے دو نام
وں تو جو نام مشہور ہو صرف اسی کا لے لینا کافی ہے اور اگر دونوں نام لے لئے جائیں تو زیادہ
ناسب ہے۔

ر عورت کے نام میں یا عورت کے باپ کے نام میں غلطی ہوجائے اور عورت مجلس نکاح میں
وجود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۵)

ر عورت مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو اور نہ اس کا نام لیا جائے اور پھر بھی دو گواہوں اور

عاقدین ان کو کہتے ہیں جو باہم ایجاب وقبول کریں اگر زوجین خود ایجاب وقبول کریں تو وہی عاقدین بھی ہوجائینگے اور جو زوجین
ایجاب وقبول نہ کریں بلکہ ان کے وکیل یا ولی ایجاب وقبول کریں تو اس وقت میں وکیل یا ولی عاقدین ہونگے اور عورت
کرنے کی ضرورت اسی وقت ہے بلکہ عاقدین زوجین نہ ہوں ۵ اگر چہ احتیاط اسی میں ہے کہ چہرہ کھولے اور

Marfat.com

عاقدین کے نزدیک متعین ہوجائے تو کوئی ضرورت اس کے حاضر کرنے یا نام لینے کی نہیں مثلاً کسی شخص کی ایک ہی لڑکی ہے اس نے کسی سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس نے کہا میں نے منظور کیا تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہوجائے گا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جسکے ساتھ نکاح ہوا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کی ایک ہی لڑکی ہے۔

اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں، ایک بیاہی ایک بے بیاہی وہ کسی سے کہے کہ میں نے لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کیا تو اسی بے بیاہی کا نکاح ہوجائیگا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جس کے نکاح کیا گیا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کے صرف دو لڑکیاں ہیں اور ان میں سے ایک شوہر والی ہے (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں حمیدہ اور سعیدہ ایک شخص نے اپنی منگنی سعیدہ کے ساتھ کی مگر نکاح کے وقت غلطی سے حمیدہ کا نام زبان سے نکل گیا اور ایجاب قبول اسی نام پر ہوا تو یہ نکاح حمیدہ کے ساتھ ہوجائیگا نہ کہ سعیدہ کے ساتھ۔

اسی طرح جس مرد کے ساتھ نکاح ہوتا ہو وہ عاقدین کے سامنے معین کردیا جائے، مرد کے معین کرنیکی بھی وہی صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

(۸) عاقدین میں سے ہر ایک دوسرے کے کلام کو یا اس چیز کو جو قائم مقام کلام کے ہو[عـ۱] سنے گا تو نکاح نہ ہوگا (بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۸۹)

(۹) ایجاب وقبول میں یا تو خاص کر لفظ نکاح وتزویج[عـ۲] کا استعمال کیا جائے یا اسکے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ جو نکاح کا مطلب صریح طور پر ادا کرتا ہو۔

عـ۱ جیسے تحریر پس اگر ایک عاقد کی تحریر کو دوسرا نہ سنے اور قبول کرے تو نکاح نہ ہوگا ۱۲ عـ۲ مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا یا تیرے ساتھ تزویج کیا ہے ہم معنی کی صورت یہ ہے کہ مرد یوں کہے کہ میں نے تجھکو اپنی بی بی بنا لیا یا یہ کہے کہ میں تیرا شوہر ہوگیا یا یہ کہے کہ تو میری ہوگئی یا عورت کہے کہ میں نے تجھکو اپنا شوہر بنا لیا یا یہ کہے کہ میں تیری بی بی ہوگئی اس مقام پر فقہ کی کتابوں میں صرف نکاح اور تزویج کی لفظ کی تخصیص کردی گئی ہے اور یہ لکھا ہے کہ نکاح اور تزویج کے علاوہ جسقدر لفظیں ہیں سب کنایات میں داخل ہیں اسی وجہ سے صاحب بحرالرائق نے اعتراض کیا ہے اور پورے ایک صفحہ میں وہ الفاظ لکھے ہیں جو نکاح اور تزویج کے علاوہ ہیں مگر ان کا شمار کنایات میں نہیں ہے ہم نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ نکاح وتزویج کے ہم معنی ہیں لہذا نکاح وتزویج کے لفظ ان کو بھی شامل ہیں۔

اگر نکاح و تزویج یا اس کا ہم معنی لفظ صراحتہً عہ نہ استعمال کیا جائے بلکہ کوئی ایسا لفظ جس سے کنایتہً مفہوم نکاح کا سمجھا جائے تو اس کے صحیح ہونیکے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ ایسا ہو کہ اسکے ذریعہ سے کسی ذات عہ کامل کی ملکیت فی الحال حاصل کیجاتی ہو جیسے لفظ ہبہ کا اور صدقہ کا اور تملیک کا یا لفظ بیع و شرا کا اور قرض کا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ متکلم نے اس لفظ سے نکاح مراد لیا ہو اور کوئی قرینہ عہ اس امر پر دلالت کرتا ہو اگر قرینہ نہ ہو تو قبول کرنیوالے نے اس مراد کی تصدیق عہ کر دی ہو۔

عہ اگر صراحتہً لفظ نکاح کا یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک درست ہے اور اگر کوئی لفظ کنایہ کا استعمال کیا جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہیکہ ہبہ یا صدقہ یا تملیک کا لفظ استعمال کیا جائے مثلاً عورت یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات تجھکو ہبہ کر دی یا میں نے اپنی ذات بطور صدقہ کے تجھکو دیدی یا میں نے تجھکو اپنی ذات کا مالک بنا دیا اس صورت کے جواز میں حنفیہ کا اختلاف نہیں ہے اگر ہے تو غیر حنفیہ کا ہے، دوسری صورت یہ ہیکہ خرید و فروخت یا قرض کی لفظ استعمال کیجائے مثلاً مرد کہے کہ میں نے تجھکو اسقدر روپیہ کے عوض میں خرید لیا یا عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات تیرے ہاتھ فروخت کر دی یا میں نے اپنی ذات تجھکو بطور قرض کے دیدی اس صورت کے جواز میں خود حنفیہ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہیکہ جائز ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ اجارہ اور وصیت کی لفظ استعمال کیجائے مثلاً عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات کا تجھکو اجارہ دیدیا یا عورت کا باپ کہے کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ تو میری بیٹی کا مالک ہے اس صورت میں بھی حنفیہ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔ چوتھی صورت یہ ہیکہ تحلیل یا عاریت یا رہن کی لفظ استعمال کی جائے اس صورت کے ناجائز ہونے میں سب کا اتفاق ہے ۱۲

(ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

عہ ذات کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ منافع کی جیسے عاریت اور تحلیل کامل کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے پوری ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ کسی جزو کی مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی کا نصف تجھے دیا فی الحال کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے اس وقت ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ زمانہ مابعد میں جیسے وصیت ملکیت کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے بالکل ملکیت حاصل ہی نہیں ہوتی جیسے رہن یا امانت ۱۲۔

عہ قرینہ کی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ اس کے یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے تجھکو مول لیا اور وہ عورت آزاد ہو تو یہ قرینہ اس امر کا ہے کہ مول لینے سے نکاح مراد ہے یا لونڈی ہو مگر مہر کا ذکر اس کے بعد آئے ہو مثلاً لوگوں کو جمع کرنا خطبہ نکاح کا پڑھوانا لوگوں کو گواہ بنانا، یہ سب باتیں اس امر کا قرینہ ہو سکتی ہیں کہ اس لفظ سے نکاح مراد ہے ۱۲۔

عہ مثلاً کوئی شخص کسی سے یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی تجھکو ہبہ کی دوسرا شخص کہے کہ میں نے اس نکاح کو منظور کیا اس صورت میں اگرچہ کوئی قرینہ اس امر کا نہ ہو کہ ہبہ سے مراد نکاح ہے تب بھی نکاح ہو جائے گا کیونکہ قبول کرنیوالے نے اس بات کو ظاہر کر دیا کہ ہبہ سے مراد نکاح ہے ۱۲۔

تیسری شرط یہ کہ گواہوں نے سمجھ لیا ہو کہ اس لفظ سے مراد نکاح ہے خواہ بوجہ کسی قرینہ کے خود سمجھ لیا ہو یا بتا دینے سے سمجھا ہو۔

اگر مرد اور عورت باہم اس امر کا اقرار کریں عـہ کہ وہ دونوں زوج و زوجہ ہیں تو اگر یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہوا ہو اور مقصود اس سے نکاح کرنا ہے کہ تو یہ اقرار ایجاب و قبول کے قایم مقام ہو جائے گا اور اگر مقصود اس سے اس بات کی خبر دینا ہے کہ پیشتر نکاح ہو چکا ہے حالانکہ پیشتر نکاح نہ ہوا تھا تو یہ اقرار قایم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

ایجاب و قبول کا دلی رضا مندی سے ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی خوف سے یا مسخراپن میں ایجاب و قبول کے الفاظ زبان سے نکالدے تو نکاح صحیح ہوگا (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۹۴)

ایجاب و قبول کا عربی زبان میں ہونا شرط نہیں ہر ملک کے لوگ اپنی اپنی زبان میں کریں صحیح ہو جائے گا (بحرالرایق وغیرہ)

ایجاب و قبول کے الفاظ کے معنی سے واقف ہونا شرط نہیں صرف اس بات کا جان لینا کافی ہے کہ اس لفظ سے نکاح ہو جاتا ہے مثلاً کسی مرد کو یہ سکھا دیا جائے کہ تو کہدے زَوَّجْتُ نَفْسِیْ عـہ مِنْکِ اور عورت کو سکھا دیا جائے کہ تو کہدے قَبِلْتُ عـہ تو ایجاب و قبول ہو جائیگا گو وہ دونوں عربی زبان اور ان الفاظ کے معانی سے ناواقف ہوں ہاں اتنی بات جانتے ہوں کہ اس لفظ کے کہدینے سے نکاح ہو جائے گا۔ یہ بھی نہ جانتے ہوں تو پھر نکاح نہ ہوگا (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

عـہ اس مسئلہ کے بیان کرنے میں فقہا کی عبارتیں مختلف ہیں بعض تو کہتے ہیں کہ اقرار قایم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اقرار جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ایجاب و قبول کو جملہ انشائیہ ہونا چاہیئے بعض کہتے ہیں کہ اقرار اگر گواہوں کے سامنے ہو تو قایم مقام ایجاب و قبول کے ہو جائے گا لیکن اس مسئلہ کا صحیح جواب یہی ہے کہ مقر کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس کی نیت یہ ہے کہ زمانہ گذشتہ میں نکاح ہو چکا تب تو اقرار قایم مقام ایجاب و قبول کے نہ ہوگا اور اگر اس کی نیت یہ نہیں ہے تو نکاح ہو جائے گا اب رہ گیا گواہوں کے سامنے ہونا اس کے قایم مقام ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس کے صحت کی شرط ہے جیسا کہ خود ایجاب و قبول بھی بغیر گواہوں کے صحیح نہیں ہوتا ۱۲۔

عـہ ترجمہ :- میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا ۱۲ عـہ ترجمہ :- میں نے قبول کیا ۱۲۔

Marfat.com

اگر نکاح عورت کے جسم کیطرف منسوب کیا جائے تو اسکے کل جسم کی طرف منسوب ہونا چاہیئے، مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیری ساتھ نکاح کیا اور اگر کسی خاص جزو کی طرف منسوب کیا جائے تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ جزو ایسا ہو کہ اس سے کل جسم بھی کبھی مراد لیا جاتا ہو جیسے[عہ] گردن پشت، مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے سر کے ساتھ نکاح کیا، اگر کسی ایسے جزو کی طرف منسوب کیا جائیگا جس سے کل جسم کبھی مراد نہیں لیا جاتا، مثلاً یوں کہے کہ میں نے تیرے نصف جسم کیساتھ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا (درمختار۔ ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

اگر ایجاب و قبول میں کوئی غلط لفظ استعمال کیا جائے تو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ وہ استعمال کرنیوالا ذی علم ہے یا جاہل یعنی وہ صحیح لفظ سے واقف ہے یا نہیں اگر ناواقف ہے تو بہر حال ایجاب قبول درست ہو جائیگا اور اگر واقف ہے تو اگر وہ غلط لفظ ایسا ہیکہ عام طور پر رائج ہو گیا ہے تو درست ہوگا ورنہ درست نہ ہوگا (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

مثال۔ کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں عورت کہے کہ میں نے قبول کیا اس صورت میں مذکورہ بالا امور کا لحاظ کر کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔

گواہی

گواہی صرف معاملہ نکاح کیلیئے شرط ہے اور کسی معاملہ کیلیئے مثل بیع اور وقف وغیرہ کے گواہی شرط نہیں یعنی اور معاملات بغیر گواہی کے بھی درست ہو جاتے ہیں۔

نکاح میں گواہی کی شرط ہونیکی مصلحت ظاہر ہے اگر نکاح میں گواہی نہ شرط ہوتی تو زنا میں اور اس میں کچھ فرق نہ ہوتا اور جن خرابیوں کے سبب سے شریعت نے زنا کی ممانعت فرمائی ہے وہ بدستور باقی رہتیں، زنا کی تحریم بے سود ہو جاتی علاوہ اسکے نکاح کی عظمت اور شان ظاہر کرنا بھی شارع کو مقصود ہے نکاح کی گواہی میں دس باتیں شرط ہیں۔

(۱) دو گواہ ہوں۔ ایک گواہ کے سامنے اگر ایجاب و قبول کیا جائے تو صحیح نہیں۔

عہ یہ وہ الفاظ ہیں کہ ہماری زبان میں بھی کبھی ان سے کل جسم مراد ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں شخص میرے سر سے ٹل گئی یعنی جسم سے ٹل گئی، یا اس امر کا بار میری گردن پر ہے میرے ذمہ ہے ۱۲

(۲) دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں۔

(۳) دونوں (گواہ) آزاد ہوں، لونڈی غلاموں کی گواہی کافی نہیں۔

(۴) دونوں گواہ عاقل ہوں، مجنون، مست، بیہوش کی گواہی کافی نہیں۔

(۵) دونوں گواہ بالغ ہوں نابالغ بچوں کی گواہی گو وہ سمجھدار ہوں کافی نہیں۔

(۶) دونوں گواہ مسلمان ہوں کافروں کی گواہی کافی نہیں، مسلمانوں کی گواہی ہر حال میں کافی ہے خواہ وہ پرہیزگار ہوں یا فاسق، فسق ان کا کھلا ہوا ہو یا چھپا ہوا۔

ف۔ گواہوں کا بینا ہونا یا زوجین کا رشتہ دار ہونا شرط نہیں، اندھوں کی گواہی اور زوجین کے رشتہ داروں کی گواہی گو وہ ان کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں کافی ہے۔

(۷) دونوں گواہ ایسے ہوں کہ انکو عدالت میں پیش کر سکیں اگر کوئی شخص کراماً کاتبین فرشتوں کو گواہ بنائے تو کافی نہیں کیونکہ ان کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اسیطرح اگر کوئی شخص ایک گو اللہ کو اور ایک گواہ کسی آدمی کو بنائے تب بھی کافی نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کو گواہ بنائے تب بھی کافی نہیں نکاح نہ ہوگا کیونکہ ان گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اخیر صورت میں ناجائز ہونیکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گواہوں کو مجلس نکاح میں موجود ہونا چاہیئے تاکہ وہ ایجاب و قبول کو سنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس نکاح میں موجود نہیں ہے وہ عالم الغیب ہیں[ع۹]

ع۹ اس صورت میں فقہا لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھکر نکاح کا گواہ بنائے تو کافر ہو جائیگا کیونکہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے، علامہ زین الدین بحر الرائق جلد سوم کے صفحہ ۹۴ پر فتاویٰ قاضیخاں وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی گواہی سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ وہ شخص بسبب نبی کے عالم الغیب سمجھنے کے کافر ہو جائیگا فقط، ایسا ہی اور فقہا بھی لکھتے ہیں اس اخیر زمانہ میں جہاں اور نئی باتیں نکل رہی ہیں وہاں یہ بھی ایک مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنا چاہیئے حالانکہ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں صاف صاف دلالت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے قولہ تعالیٰ قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ترجمہ اے نبی کہدو کہ جو لوگ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اسیطرح کی صاف صاف اور آیتیں بھی ہیں اور احادیث تو بیشمار ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں اور انکو عالم الغیب کہنا نہ چاہیئے ان آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ کے مقابلہ میں وہ لوگ بعض علماء کے اقوال پیش کرتے جنھوں نے غلوئے محبت اور جوش مدح میں کچھ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں اس قسم کے لکھدیئے ہیں جن سے علم غیب لازم آتا ہے مگر ان کو یہ خبر کہ اصول عقائد کی کتابوں میں یہ بات مسلّم ہو چکی ہے کہ عقائد کے متعلق وہ حدیث بھی قابل عمل نہیں ہے جو بسلسلۂ آحاد کے مروی ہو چہ جائیکہ بعض لوگوں کے اقوال، اور وہ بھی صریح نہیں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے غیوب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تھا جنکی بعض آپ نے خبر کردی مگر اس سے عالم الغیب ہونا لازم نہیں آتا حضرت استاذ علامہ نے مجبور ہو کر ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ میں لکھا ہے جسکا نام تحقیق المجتبیٰ فی علم المصطفےٰ ہے۔ نہایت محققانہ اور اصولیانہ بحث کی ہے ۱۲۔

Marfat.com

(۸) دونوں گواہ ایک ساتھ طرفین کے ایجاب وقبول کو سنیں اگر ایک ساتھ دونوں نے نہیں سنا بلکہ پہلے ایک نے سنا پھر دوسرے نے سنا تو صحیح نہ ہوگا اسی طرح اگر گواہوں نے ایجاب قبول دونوں کو نہیں سنا بلکہ صرف ایجاب کو سنا یا صرف قبول کو سنا تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔

ف ۔ اگر گواہ بہرے ہوں تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر عاقدین گونگے ہوں اور اشارہ سے ایجاب وقبول کریں اور بہرے گواہ اس اشارہ کو دیکھ کر سمجھ لیں تو نکاح ہو جائے گا۔ (شامی جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)

(۹) دونوں گواہ ایجاب وقبول کے الفاظ سنکر یہ سمجھ لیں کہ نکاح ہو رہا ہے گو ان الفاظ کے معنی نہ سمجھیں مثلاً ایجاب وقبول عربی زبان میں ہوا اور گواہ عربی نہ جانتے ہوں۔

(۱۰) دونوں گواہ زوجین سے واقف کر دیئے جائیں اگر صرف زوجین کے نام سے انکو جانتے ہیں تو صرف ان کا نام بتا دینا کافی ہے ورنہ زوجین کے باپ دادا کا نام بھی ان کو بتا دیا جائے تاکہ وہ اچھی طرح واقف ہو جائیں کہ یہ کس کا نکاح ہے ، اگر عورت برقعہ پہنے ہوئے مجلس میں بیٹھی ہوئی ہو اور گواہ اسکو دیکھ لیں گو چہرہ نہ دیکھیں تب بھی کافی ہے نام وغیرہ بتانیکی ضرورت نہیں مگر اس صورت میں احتیاط کی بات یہ ہیکہ عورت کا چہرہ گواہوں کو دکھا یا جائے۔

مسئلہ ۔ اوپر جو لکھا گیا کہ فاسق کی اور رشتہ دار کی گواہی نکاح میں کافی ہے اس کا مطلب یہ ہیکہ نکاح صحیح ہو جائیگا اور عند اللہ زوجین زنا کے مرتکب نہ ہونگے یہ مطلب نہیں ہیکہ عدالت میں انکی گواہی ہو گی ، عدالت میں تو اسی کی گواہی معتبر ہو گی جسمیں تمام شرائط شہادت کی پائی جائیں کہ منجملہ ان شرائط کے یہ بھی ہیکہ گواہ مدعی کے رشتہ دار نہ ہوں ، نہ فاسق ہوں ۔ پس اگر فاسقوں یا رشتہ داروں کو گواہ بنا کر نکاح کیا جائے اور بعد کو زوجین میں سے کوئی نکاح کا انکار کر جائے تو اس نکاح کا ثبوت صرف ان فاسقوں یا رشتہ داروں کی گواہی سے نہیں ہو سکتا قاضی اس نکاح کو قائم نہ رکھے گا۔

مسئلہ ۔ اگر کسی شخص نے اپنی طرف سے نکاح کیلئے کسی کو وکیل کر دیا ہو اور وہی وکیل ایجاب یا قبول کرے اور مؤکل خود بھی اسوقت وہاں موجود ہو تو وہ مؤکل خود ہی عاقد سمجھا جائیگا اور وکیل کا شمار گواہوں میں ہو جائیگا ۔ پس اگر وکیل کے سوا صرف ایک مرد یا صرف دو عورتیں اور ہوں تو

کافی ہے۔ اسی طرح اگر ولی ایجاب و قبول کرے اور جسکا وہ ولی ہے وہ خود بھی وہاں موجود ہو تو وہ خود ہی عاقد سمجھا جائے گا بشرطیکہ وہ خود عاقل بالغ ہو، اور ولی کا شمار گواہوں میں ہو جائے گا۔ (درمختار، ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹۷)

مسئلہ: مستحب ہے کہ بعد تمام ہوجانے ایجاب قبول کے نکاح نامہ تحریر کر لیا جائے (بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۹۷) نکاح نامہ میں نکاح کا دن، تاریخ، وقت اور زرِ مہر کی تعداد اور زوجین اور گواہوں کے نام لکھ دیئے جائیں۔ زوجین یا ان کے وکلاء یا اولیاء سے اور گواہوں سے اسپر دستخط کرا دیئے جائیں۔

محرمات کا بیان

نکاح کی دوسری شرط یہ تھی کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو لہذا اب ہم ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو محرمات میں سے ہیں یعنی ان سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ جس قدر عورتیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہئیے کہ محرمات میں سے نہیں ہیں۔

نکاح کے حرام ہونیکے گیارہ سبب ہیں، نسبی رشتہ[۱]، سسرالی رشتہ[۲]، دودھ کا رشتہ[۳]، اختلاف مذہب[۴] اتحاد نوع[۵]۔ اختلاف جنس[۶]۔ طلاق[۷]، لعان[۸]، ملک[۹]، جمع[۱۰]، تعلق حق غیر[۱۱]۔ اب ہم ان تمام اسباب کے تفصیلی احکام بیان کرتے ہیں۔

پہلا سبب

نسبی رشتہ۔ اس رشتہ کی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے اپنے اصول[۱]، اپنے فروع[۲]، اپنے ماں باپ[۳] کے فروع۔ اپنے ماں باپ[۴] کے اصول کے فروع۔

اپنے اصول سے مراد اپنے ماں باپ اپنے دادا پر دادا وغیرہ نانا پر نانا وغیرہ دادی پر دادی وغیرہ نانی پر نانی وغیرہ ۔۔۔ اپنے فروع سے مراد اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک۔

ماں باپ کے فروع سے مراد بھائی بہن اور ان کی اولاد اخیر سلسلہ تک۔

اپنی ماں باپ کے اصول کے فروع سے مراد چچا پھوپھی ماموں خالہ مگر ان کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے اسی وجہ سے چچا پھوپھی ماموں خالہ کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ ماں باپ کے چچا ماموں پھوپھی خالہ اسی چوتھی قسم میں داخل ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے ماں باپ کے اصول کے فروع ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے

مگر انکی اولاد سے جو اپنے ماں باپ کی چچازاد یا ماموں زاد بھائی بہن ہو نکاح جائز ہے حاصل یہ ہے کہ اس چوتھی قسم کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے ایک بطن کے بعد حرمت جاتی رہتی ہے۔

ماں کی سگی پھوپھی کی پھوپھی اور باپ کی سگی خالہ کی خالہ بھی اسی چوتھی قسم میں داخل ہے[ع] اس چوتھی قسم میں بہت سی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

نسب کی یہ چاروں قسمیں جو یہاں بیان ہوئیں اسی حالت میں حرام ہیں کہ جب ان کا رشتہ نکاح حلال سے پیدا ہوا ہو، اور اگر ان کا رشتہ زنا وغیرہ سے پیدا ہوا ہو تو مذکورہ بالا اقسام میں سے پہلی دو قسمیں تو بدستور حرام رہیں گی یعنی اپنے اصول اور اپنے فروع پس زنا کے ماں باپ اور ان ماں باپ کے ماں باپ وغیرہ اخیر سلسلہ تک اور زنا کی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک بدستور حرام رہیں گی، ہاں تیسری اور چوتھی قسم میں سے صرف ماں کے فروع اخیر سلسلہ تک اور ماں کے اصول کے فروع ایک بطن تک بدستور حرام رہیں گی اور باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع حرام نہیں ہیں۔

پس اخیافی[ع] بھائی بہن اور ماموں خالہ تو حرام ہوں گی اور علاتی بھائی بہن اور چچا پھوپھی حرام نہ ہوں گے لعان کی اولاد[ع] بھی اپنی اولاد کے حکم میں ہے (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۸)

ان چار قسموں کے علاوہ اور جس قدر نسبی رشتہ دار ہوں سب سے نکاح جائز ہے۔

ع اس مقام پر صاحب درمختار نے لکھدیا ہے کہ ماں کی سگی پھوپھی اور باپ کی خالہ کی خالہ سے نکاح جائز ہے [illegible] درمختار کو اس مقام پر ایک عبارت سے دھوکا ہو گیا، شامی [illegible] زنا سے رشتہ پیدا ہونے [illegible] زنا کرے اور اس زنا سے اس کی اولاد پیدا ہو تو وہ زنا کرنیوالا اس کا باپ ہو جائیگا اور زنا [illegible] اسکی بہن اسکی پھوپھی ہو جائیگی اسی طرح ان کی طرف سے بھی سب لوگ رشتہ دار ہو جائینگے [illegible] شریعت نے زنا کی اولاد باپ کو نہیں دلائی اور اس کا نسب باپ سے قائم نہیں کیا لہذا باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع رشتہ میں کوئی نہ سمجھے جائیں گے ہاں باپ اور باپ کا باپ وغیرہ البتہ حرام رہیں گے کیونکہ ان کا رشتہ [illegible] موقوف نہیں ہے ۱۲

ع ماں کی اولاد جو اپنے باپ سے نہ ہو اخیافی کہلاتی ہے اور باپ کی اولاد جو اپنی ماں سے نہ ہو علاتی کہلاتی ہے [illegible] اس مسئلہ میں فقہا کی عبارتیں بہت مختلف ہیں ایک ہی کتاب میں مختلف اقوال لکھے ہیں [illegible] نانی کا چچا ماموں اسکی زنا کی اولاد سے نکاح نہیں کر سکتا پھر رضاع کے بیان میں لکھے ہیں [illegible] فتح القدیر [illegible]

دوسرا سبب

سسرالی رشتہ - اس رشتہ کی بھی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے۔
مدخولات[1] کے فروع ، منکوحات اور[2] مدخولات کے اصول ، اپنے اصول[3] کے مدخولات اور منکوحات ، اپنے فروع[4] کے مدخولات اور منکوحات۔

مدخولات کے فروع سے مراد ان عورتوں کی اولاد ہے جن سے خاص[5] استراحت کی نوبت آچکی ہو خواہ بذریعہ نکاح یا بطور زنا کے ، جس عورت سے نکاح صحیح ہو چکا ہو ، اس سے اگر خلوت[6] صحیحہ ہو جائے تو وہ بھی مدخولات میں شامل ہو جائے گی ، جس عورت کیساتھ نکاح صحیح ہو چکا ہے مگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس عورت کی اولاد حرام نہیں ہے اور جس عورت کیساتھ نکاح فاسد ہوا ہو اور نوبت خاص استراحت کی یا ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قائم مقام خاص استراحت کے ہیں تو اس عورت کی اولاد حرام نہ ہوگی۔

اس میں یہ بھی شرط ہے کہ خاص استراحت ایسی حالت میں ہو کہ دونوں میں نفسانی کیفیت پیدا ہو چکی ہو ، اگر کسی ایسی کمسن عورت سے خاص استراحت کی جائے جس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تو اس عورت کی اولاد اس کے شوہر یا اسکے زانی پر حرام نہ ہوگی اسیطرح اگر مرد اس قدر کمسن ہو کہ اس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی تو بھی اس عورت کی اولاد اس مرد پر حرام نہ ہوگی (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)۔

(بقیہ صفحہ ۳۹) نے محرمات کے بیان میں تو لکھا ہے کہ زنا کی اولاد زانی کے چچا ماموں پر حرام ہے اور رضاع کے بیان میں صاحب تجنیس سے نقل کیا ہے کہ حرام نہیں ہے ، منحۃ الخالق سے یہ پتہ چلگیا کہ زنا کے چچا ماموں کا محرمات میں شمار کرنا صاحب بحر الرائق اور فتح القدیر کی ذاتی رائے ہے ، ان کا مذہب یہی ہے کہ انکا شمار محرمات میں نہیں ہے لہذا ہم نے زنا کے باپ کے فروع اور زنا کے باپ کے اصول کے فروع کو محرمات سے خارج کر دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ [1] لعان کی اولاد سے مراد اس عورت کی اولاد ہے جس سے لعان ہوا ہو لعان کی تعریف وغیرہ آگے بیان ہوگی ۱۲ منہ [5] خاص استراحت کی نوبت اسطرح پر آئی ہو کہ جس سے غسل واجب ہوتا ہو اگر مرد نے اپنے خاص حصہ پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا جو عورت کے جسم کی گرمی محسوس ہونے سے مانع ہے تو اس خاص استراحت سے اس عورت کے فروع اس مرد پر حرام نہ ہونگے ۱۲ منہ [6] بعض فقہا کی کتابوں میں اس میں اختلاف لکھا ہے حالانکہ یہ صحیح ہے کہ خلوت صحیحہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف خلوت فاسدہ میں ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۰۱) ۱۲ منہ

مدخولات اور منکوحات کے اصول سے مراد ان عورتوں کے اصول یعنی ان کے باپ دادا دادی وغیرہ، ماں نانا نانی وغیرہ ہیں جن سے خاص استراحت کی نوبت آچکی ہو اگو بطور زنا کے یا ان سے نکاح ہو چکا ہو گو خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی ہو حاصل یہ کہ فروع کے حرام ہونے کے لئے تو خاص استراحت شرط ہے اور اصول کے حرام ہونے کے لئے صرف نکاح بھی کافی ہے۔

اپنے اصول کے مدخولات ومنکوحات، مراد وہ عورتیں ہیں جن سے اپنے باپ دادا نانا پر نانا وغیرہ نے خاص استراحت کی ہو گو بطور زنا کے یا ان سے نکاح صحیح ہو چکا ہو گو نوبت خاص استراحت کی اور ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قایم مقام خاص استراحت کے ہیں۔

اپنے فروع کے مدخولات ومنکوحات سے مراد وہ عورتیں جن سے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ نے خاص استراحت کی ہو گو بطور زنا کے یا ان سے صرف نکاح صحیح ہو چکا ہو نوبت خاص استراحت کی نہ آئی ہو۔

مسئلہ۔ کسی عورت کے خاص حصہ کے اندرونی جانب کا دیکھنا یا اس کے بدن کو چھونا خواہ جس عضو کو چھوئے یا عورت کی تقبیل کرنا خواہ کسی مقام میں کرے منہ میں یا اور کہیں یا عورت کو لپٹا لینا قایم مقام خاص استراحت کے ہے یعنی ان امور سے سسرالی رشتہ قایم ہو جائے گا وہ عورت اس مرد کے اصول وفروع پر حرام ہو جائے گی اور اس عورت کے اصول وفروع اس مرد پر حرام ہو جائیں گے اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کے خاص حصہ کو دیکھے یا اس کے بدن کو چھوئے یا اسکی تقبیل کرے یا اسکو لپٹا لے تب بھی سسرالی رشتہ قایم ہو جائے گا۔

مگر یہ امور قایم مقام خاص استراحت کے اسیوقت ہونگے جب یہ پانچ شرطیں موجود ہوں **پہلی شرط** یہ ہے کہ یہ امور نفسانی کیفیت کے جوش[عہ] میں صادر ہوئے ہوں خواہ یہ جوش

عہ نفسانی کیفیت کا جوش جوان مرد میں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاص حصہ میں استادگی پیدا ہو جائے یا اگر استادگی پہلے سے تھی تو اب اس میں زیادتی ہو جائے اور عورت میں اور بوڑھے مرد میں یہ بات ہو کہ انکے دل میں خواہش پیدا ہو اور پہلے سے خواہش موجود ہو تو اب زیادہ ہو جائے اگر یہ باتیں نہ ہوں تو کسی کی طرف دیکھنے یا کسی کی تقبیل کرنے سے سسرالی رشتہ قایم نہ ہوگا ۱۲۔

مرد عورت دونوں میں ہو یا صرف ایک میں جس وقت یہ امور صادر ہوں اسوقت جوش موجود ہو اگر اسوقت نہ تھا بلکہ بعد میں پیدا ہوا تو قابل اعتبار نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ عورت و مرد دونوں میں نفسانی کیفیت کا جوش پیدا ہو چکا ہو یعنی بالغ ہوں یا قریب بلوغ کے ہوں اگر نابالغ مرد کسی بالغ عورت سے یہ باتیں کرے گو عورت میں اس وقت نفسانی جوش موجود ہو تو یہ امور قایم مقام خاص استراحت کے نہ ہوں گے اسی طرح اگر عورت نابالغ ہو اور مرد بالغ تب بھی یہ امور قایم مقام خاص استراحت کے نہیں ہیں۔

تیسری شرط یہ ہے[1] کہ ان امور کے بعد مرد کو انزال نہو جائے انزال ہو جائے گا تو یہ امور قایم مقام خاص استراحت کے نہیں رہیں گے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے خاص حصہ کو دیکھا ہو تو خاص کر اسی مقام کو دیکھا ہو نہ اسکی شبیہ کو پس اگر کسی کے خاص حصہ کا عکس آئینہ میں یا پانی میں دیکھ لے تو یہ دیکھنا قایم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے بدن کو چھوا ہو یا اس کو لپٹا یا ہو تو کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل نہ ہو جو ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع ہو۔ اگر کپڑا حائل ہو اور بہت ہی باریک ہو کہ ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع نہیں ہوتا تو وہ کپڑا حائل نہ سمجھا جائے گا کپڑا حائل ہونے کی صورت میں چھونا یا لپٹانا قایم مقام خاص استراحت کے نہ ہوگا بلکہ ایسی حالت میں خاص استراحت سے بھی سسرالی رشتہ قایم نہ ہوگا، بالوں کا چھو لینا بھی مثل اور بدن کے چھو لینے کے ہے بشرطیکہ بال سر کے اوپر ہوں۔ سر سے لٹکے ہوئے بالوں کا چھونا قایم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

---

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امور قایم مقام خاص استراحت کے صرف اسی سبب سے کیے گئے ہیں کہ ان امور کے بعد خاص استراحت کے واقع ہو جانے کا گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ امور خاص استراحت کیلئے موجب ہو جاتے ہیں پس سبب قایم مقام مسبب کے کر دیا گیا مگر انزال ہو جانے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب خاص استراحت نہ ہوگی کیونکہ جوش فرو ہو گیا لہذا انزال ہو جانے کی صورت میں یہ امور خاص استراحت کے قایم مقام نہیں کیے گئے۔ (شامی وغیرہ)

Marfat.com

جب یہ پانچوں شرطیں پائی جائیں تو یہ امور قایم مقام خاص[ع] استراحت کے ہو جائیں گے یعنی جس مرد و عورت میں یہ امور واقع ہوں گے ان میں باہم سسرالی رشتہ قایم ہو جائیگا خواہ یہ امور عمداً کیے جائیں یا بھولے سے یا دھوکہ سے کسی مجبوری سے یا جنون کی حالت میں یا نشہ میں **مثال** (۱) اگر کسی شخص نے اپنی بی بی کو خاص استراحت کے لیے بیدار کرنا چاہا اور اس جوش میں اس کا ہاتھ بی بی کی لڑکی پر پڑ گیا تو اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائیگی وہ اب اس کی ساس ہو گئی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا (۲) کسی شخص نے اندھیرے میں کسی اجنبی عورت کو اپنی بی بی سمجھکر لپٹا لیا تو اب اس عورت کے اصول و فروع اس شخص پر حرام ہو جائینگے یعنی ان سے نکاح نہیں کر سکتا (۳) کسی شخص نے جان کے خوف سے کسی عورت کو لپٹا لیا تو اس عورت کے اصول و فروع اس شخص پر حرام ہو جائیں گے اور نیز یہ عورت اس شخص کے اصول و فروع پر حرام ہو جائے گی (۴) کسی نے نشہ میں اپنی بی بی کی ماں کے تقبیل کر لی تو اب اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائے گی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا۔ اگر کوئی مرد کسی عورت سے یا کوئی عورت کسی مرد سے یہ باتیں کرے اور بعد اس کے اس امر کا انکار کر جائے کہ میں نے یہ باتیں نفسانی کیفیت کے جوش میں نہیں کیں تو یہ انکار مان لیا جائے گا بشرطیکہ کوئی قرینہ اس امر کے خلاف پر نہ ہو۔ مثلاً اس وقت خاص حصہ میں استادگی ہو تو یہ قرینہ اس امر کا ہیگا نفسانی کیفیت کے جوش میں یہ باتیں ہوئیں ہاں خاص حصہ کے چھونے میں اور منہ اور [illegible] کی تقبیل میں یہ انکار نہ مانا جائیگا (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۵)

اگر کوئی عورت کسی مرد کے بدن کو چھوئے اور کہے کہ میں نے نفسانی کیفیت کے جوش میں چھوا ہے اور مرد انکار کرے تو مرد ہی کی بات مانی جائیگی (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۶)

سسرال کے صرف اسی قدر رشتہ دار حرام ہیں۔ ان کے علاوہ اور جسقدر سسرالی رشتہ دار ہوں ان میں سے جسکے ساتھ چاہے نکاح کر سکتا ہے مرد اپنی بی بی کی بہن اور پھوپھی اور خالہ وغیرہ [illegible]

ع ان امور کا خاص استراحت کے قایم مقام ہونا نص عقلی نہیں ہے بلکہ احادیث و آثار سے اس کا ثبوت [illegible] احادیث فتح القدیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۶۵ پر مرقوم ہیں [illegible] نکاح نہ ٹوٹنے کا [illegible] اس شخص کے [illegible] حرام ہو جائیگا [illegible] کہ شخص اس سے خاص استراحت [illegible]

ماں کے ساتھ اور عورت اپنے شوہر کے بھائی چچا ماموں بھانجہ بھتیجہ وغیرہ سے نکاح کر سکتی ہے

تیسرا سبب

دودھ کا رشتہ۔ دودھ پینے سے ایک تعلق دودھ پینے والے اور پلانے والے کے درمیان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کو شریعت نے مثل نسبی تعلق کے قایم کر کے ایک مسلسل رشتہ نسب کی طرح جاری کر دیا ہے۔

مثلاً جس عورت نے دودھ پلایا ہے دودھ پینے والے بچہ کی رضاعی ماں اور اس عورت کا شوہر جس کے سبب[ع] سے یہ دودھ پیدا ہوا ہے اس کا رضاعی باپ اور ان ماں باپ کی اولاد اس بچہ کے رضاعی بھائی بہن ہیں اولاد خواہ نسبی[ع] ہو یا رضاعی اور رضاعی ماں کی ماں رضاعی نانی، باپ رضاعی نانا، بھائی رضاعی، ماموں، بہن رضاعی خالہ اور رضائی باپ کی ماں رضاعی دادی باپ رضاعی دادا بھائی رضاعی چچا بہن رضاعی پھوپھی غرض تمام رشتہ یہاں بھی نسب کی طرح قایم ہو جائیں گے۔ رضاعی ماں باپ کے ماں باپ بھائی بہن خواہ نسبی ہوں یا

ع بچہ کا دودھ پلوانا اور اسکی پرورش کرنا باپ کے ذمہ ہے خواہ اس بچہ کی ماں سے دودھ پلوائے یا کسی اور عورت سے مگر ان چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے جس عورت سے دودھ پلوایا جائے اس کے شوہر سے اجازت لیلیجائے بے اجازت شوہر کے کسی بچہ کو دودھ پلا دینا عورت کیلئے مکروہ ہے ہاں اگر اس بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ واجب ہے جس عورت سے دودھ پلوانا منظور ہو تو سرسری طور پر اس امر کا علم حاصل کر لیا جائے کہ یہ دودھ زنا کا تو نہیں ہے بیوقوف اور بداعمال عورت سے دودھ نہ پلوایا جائے کیونکہ دودھ کا اثر بچہ میں آجاتا ہے عورتوں کو چاہیئے کہ ہر بچہ کو بے ضرورت دودھ نہ پلائیں اور جب کسیکو دودھ پلائیں تو خوب یاد رکھیں تاکہ نکاح میں وانستہ کسی رشتہ دار سے عقد نہ ہو جائے فقہا نے لکھا ہیکہ اگر کسی بچہ کو کسی شہر کے اکثر باشندوں نے دودھ پلایا ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے دودھ پلایا ہے پھر وہ بچہ اس شہر کے کسی آدمی سے نکاح کرنا چاہے تو جس شخص میں کوئی علامت اور کوئی قرینہ دودھ کے رشتہ کا نہ ہو اور نہ کوئی اس رشتہ کی گواہی دے اس سے اس کا نکاح جائز ہے ۱۲ بحر الرائق ؁ ۱۲ ع شوہر کے سبب سے دودھ کے پیدا ہونیکا مطلب یہ ہیکہ اسکے جماع سے ولادت ہوا اور اس ولادت کے سبب سے دودھ پیدا ہو شوہر کی قید اتفاقی ہے حتی کہ اگر کوئی عورت کسیکی لونڈی ہو اور اس مالک سے اسکے لڑکا پیدا ہو اس دودھ کو جو شخص پیئے گا یہ مالک اسکا رضاعی باپ ہو جائیگا ۱۲

ع مثلاً سعیدہ کا دودھ زید نے پیا تو سعیدہ کی اولاد نسبی بھی زید کے بھائی بہن ہو جائینگے اور اسکی اولاد رضاعی بھی یعنی جن جن لوگوں نے سعیدہ کا دودھ پیا ہو وہ سب زید کے بھائی بہن ہو جائیں گے خواہ انھوں نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہو یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔

Marfat.com

رضاعی بہرحال وہ دودھ پینے والے کے نانا دادا نانی دادی چچا ماموں پھوپھی خالہ ہو جائیں گے۔
اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ دودھ پلانیوالی اور اس کی طرف کے تو سب لوگ اس بچہ کے رشتہ دار ہو جائیں گے یعنی دودھ پلانیوالی خود بھی اور اس کا شوہر جس کا یہ دودھ ہے وہ بھی اور ان دونوں کے اصول و فروع بھی اور اصول کی فروع بھی لیکن دودھ پینے والے کی طرف سے صرف وہ خود رشتہ دار ہو جائے گا اور اسکی اولاد اور اگر وہ مرد ہے تو اس کی بی بی اور اگر عورت ہے تو اس کا شوہر رشتہ دار ہو جائے گا، دودھ پینے والے کے اصول اور اصول کے فروع سے اس دودھ پلانیوالی کو کوئی تعلق پیدا نہ ہوگا۔
ایک محقق فاضل نے ان تمام مطالب کو اس ایک شعر میں نہایت خوبی سے ادا کر دیا ہے ے

ازجانب شیردہ ہمہ خویش شوند[عہ] وز جانب شیر خوار ہ زوجان فروع

پس جن جن لوگوں میں باہم دودھ کا رشتہ قایم ہو گیا ہے اور اس رشتہ سے نسب میں نکاح ناجائز ہے یہاں بھی اس رشتہ سے نکاح حرام ہے جیسے رضاعی ماں باپ اور ان ماں باپ کے ماں باپ وغیرہ اخیر سلسلہ تک اور رضاعی بھائی بہن چچا ماموں رضاعی بھائی بہن کی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک اور جن لوگوں سے رشتہ قایم ہی نہیں ہوا جیسے دودھ پینے والے کا باپ اور اس کی رضاعی ماں یا دودھ پلانے والے کی نسبی بہن اور اس کا رضاعی بھائی یا رشتہ تو قایم ہو گیا مگر اس رشتہ سے نسب میں نکاح جائز ہے۔ جیسے چچا ماموں

عہ اس شعر کو صاحب شرح وقایہ نے نقل کیا ہے واقعی عجیب جامع شعر ہے ترجمہ اس شعر کا یہ کہ دودھ پلانیوالی طرف کے سب لوگ عزیز ہو جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچہ کی طرف سے صرف وہ دونوں میاں بی بی اور اس بچہ کی اولاد، بعض فقہا نے اس مقام پر ایک عجیب لطف کیا ہے پہلے تو یہ کہدیا کہ دودھ پینے سے طرفین کے سب لوگ باہم رشتہ دار ہو جاتے ہیں پھر جن جن لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ صاحب بحرالرائق نے اکاسی[۸۱] صورتیں مستثنیٰ کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے ساتھ مخصوص ہے صاحب درمختار نے ایکسو تیس[۱۳۰] صورتیں ذکر کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے مخصوصات سے ہے مگر موتی لکھتے ہیں کہ ابھی ایکسو نو[۱۰۹] صورتیں اور باقی رہ گئیں لیکن ہم کو ان صورتوں کے مستثنیٰ کرنیکی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ہم نے شروع ہی میں یہ بات کہدی ہے کہ دودھ پینے والے کیطرف سے سب لوگ رشتہ دار نہیں ہو جاتے پس جن جن صورتوں کو انھوں نے مستثنیٰ کیا ہے انمیں ہم یہی کہیں گے کہ ان میں باہم رشتہ ہی نہیں پیدا ہوا مثلاً انھوں نے بھائی بہن کی رضاعی ماں کو مستثنیٰ کیا ہے کہ اس سے نکاح جائز ہے ہم کہیں گے کہ دودھ پینے والے کے بھائی بہن سے اور دودھ پلانے والی سے کوئی تعلق ہی نہیں پیدا ہوا مستثنیٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۲۔

Marfat.com

کی اولاد تو ان لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے اسی طرح سسرالی رشتہ کو بھی خیال کرنا چاہیے یعنی دودھ کی وجہ سے جو سسرالی رشتے پیدا ہوے ہوں اور ان سے سسرالی رشتہ میں نکاح جائز نہ تھا یہاں بھی ان سے نکاح جائز نہیں مگر دودھ سے سسرال کا رشتہ صرف تین قسم کے لوگوں سے پیدا ہوتا ہے منکوحات کے رضاعی اصول سے، رضاعی اصول کی منکوحات سے، رضاعی فروع کی منکوحات سے، انھیں تین رشتہ کے لوگوں سے نکاح ناجائز ہے، مدخولات زنا کے رضاعی اصول سے اور رضاعی فروع اور رضاعی اصول کی مدخولات زنا سے کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دودھ کا رشتہ زنا سے قایم نہیں ہوتا اور اپنی مدخولات اور منکوحات کی رضاعی فروع سے بھی کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا، حاصل یہ کہ اس سسرال میں اور دودھ کے رشتہ کے سسرال میں دو فرق ہیں ایک یہ کہ دودھ کی سسرال زنا سے قایم نہیں ہوتی اور وہ سسرال زنا سے بھی قایم ہو جاتی ہے، لہذا جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا وہ اس عورت کی رضاعی لڑکی اور رضاعی ماں سے نکاح کر سکتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ دودھ کا سسرالی رشتہ اپنی بی بی کی رضاعی فروع سے قایم نہیں ہوتا اور وہ سسرالی رشتہ اپنی بی بی بلکہ مدخولۂ زنا کی رضاعی فروع سے قایم ہو جاتا ہے لہذا اپنی بی بی کی ان رضاعی بیٹیوں سے جنھوں نے اور کسی مرد کا دودھ پیا ہو نکاح جائز ہے۔

دودھ کے رشتہ کی شرطیں

دودھ کے پینے سے ہر حال میں رشتہ قایم نہیں ہوتا بلکہ جب یہ آٹھ شرطیں پائی جائیں۔

(۱) رضاعت دو برس کے اندر ہو یعنی جس بچہ نے دودھ پیا ہے اس کی عمر دودھ پیتے وقت دو برس[عہ] یا اس سے کم ہو بعد اس عمر کے دودھ پینے سے رشتہ قایم نہ ہوگا۔

عہ اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے فتاوی قاضیخاں میں تو لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ زنا کے سبب سے جو دودھ پیدا ہوا ہو اس دودھ کے پینے والے کیساتھ زانی نکاح نہیں کر سکتا مگر اکثر محققین اسی طرف ہیں کہ زنا کا دودھ پینے والے سے اور زانی سے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا نہیں باہم نکاح جائز ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۴۶) عہ یہ مذہب صاحبین کا ہے اور اسی پر فتوی ہے قرآن مجید میں ہے وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ترجمہ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ڈھائی برس تک دودھ پینے کی عمر رہتی ہے لہذا ان کے نزدیک ڈھائی برس کے اندر اندر دودھ پینے سے رشتہ قایم ہو جائیگا مگر اس قول پر فتوی نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ دو برس کے بعد دودھ پلانا ناجائز ہے اور اس کے پینے سے رشتہ قایم نہ ہوگا۔ ۱۲

(۲) دودھ حلق کے نیچے اتر جائے گو بہت ہی قلیل ہو اگر کسی بچہ نے پستان منھ میں لیا اگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس نے چوسا یا نہیں اور حلق کے نیچے اترا یا نہیں تو یہ رشتہ قایم نہ ہوگا اسی طرح اگر بچہ نے چوس کر اگل دیا حلق کے نیچے ایک قطرہ بھی نہیں اترا تو رشتہ قایم نہ ہوگا۔

(۳) دودھ منھ یا ناک کے ذریعہ سے اندر جائے یعنی اگر پچکاری وغیرہ کے ذریعہ سے اندر پہنچا یا جائے تو اس سے رشتہ قایم نہ ہوگا۔

(۴) جو عورت دودھ پلائے وہ بالغ ہو خواہ دودھ اس کا ولادت کی وجہ سے ہو یا بغیر ولادت کے، بشرطیکہ دودھ کا رنگ زرد نہ ہو (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۴۳)

(۵) دودھ کسی پینے کی چیز میں مثل دوا یا پانی کے ملا کر نہ پلایا جائے، اگر ملا کر پلایا جائے تو دودھ غالب ہو اگر دودھ غالب نہ ہوگا تو گو فی نفسہ دودھ کی مقدار زیادہ ہو تو اس دودھ کے پینے سے رشتہ قایم نہ ہوگا۔

(۶) دودھ کسی کھانے کی چیز میں ملا کر نہ کھلا یا جائے اگر کھانے کی چیز میں ملا کر کھلایا جائے تو رشتہ قایم نہ ہوگا، خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب۔

(۷) مرد کا رشتہ نہ ہو اگر کسی مرد کی پستان سے دودھ نکل آئے تو اسکے پینے سے رشتہ قایم نہ ہوگا ہاں مخنث کی پستان سے دودھ نکلے اور اس قدر زیادہ ہو کہ اس قدر سوا عورت کے اور کسی کے نہیں نکل سکتا تو اس کے پینے سے رشتہ قایم ہو جائیگا (در مختار)

(۸) دودھ اپنی اصلی حالت میں پلایا جائے دودھ اگر علیحدہ نکال کر دہی بنا لیا جائے اور وہ دہی کسی بچہ کو کھلا دیا جائے تو اس دہی کے کھانے سے رشتہ قایم نہ ہوگا (بحر الرائق)

یہ آٹھوں شرطیں اگر پائی جائینگی تو دودھ کے پینے سے رشتہ قایم ہو جائیگا خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ اور خواہ زندہ عورت کا ہو یا مردہ کا اور خواہ جوان عورت کا دودھ ہو یا بوڑھی کا اور خواہ دودھ پیٹ میں رہے یا فوراً پیتے ہی قے ہو جائے اور خواہ اس بچہ کا دودھ چھوٹ چکا ہو یا ابھی پیتا ہو اور خواہ دودھ پستان سے پلایا جائے یا اس سے علیحدہ نکال کر۔ اگر دو عورتوں کا دودھ کسی بچہ کو پلایا جائے تو ان دونوں عورتوں سے اس کا رشتہ قایم ہو جائے گا گو کسی کا دودھ کم ہو یا کسی کا زیادہ

ف امام شافعی کے نزدیک جبتک پانچ مرتبہ سیر ہو کر دودھ نہ پیے رشتہ قایم نہیں ہوتا۔ ۱۲۔

اگر کسی شخص کی دو بیبیاں ہوں سعیدہ اور حمیدہ، حمیدہ کی عمر دو برس سے کم ہو اور سعیدہ حمیدہ کو دودھ پلا دے تو یہ دونوں بیبیاں اس شخص پر حرام ہو جائیں گی، کیونکہ یہ دونوں آپس میں ماں بیٹیاں ہوگئیں، ہاں اگر اس نے سعیدہ کے ساتھ خاص استراحت نہیں کی تو پھر حمیدہ کے ساتھ دوبارہ[ع] نکاح کر سکتا ہے اور اگر سعیدہ کو طلاق دے چکا تھا اور وہ طلاق بائن تھی یا رجعی تھی اور عدت گزر چکی تھی بعد اس کے اس نے حمیدہ کو دودھ پلایا تو پھر حمیدہ کا نکاح بدستور قایم رہے دوبارہ[ع] نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

چوتھا سبب

اختلاف مذہب۔ اختلاف مذہب سے مراد یہاں دینی اختلاف ہے، جیسے ہندو مسلمان کہ مسلمان کو غیر مسلمان سے نکاح کرنا جائز نہیں سوا اہل کتاب کے کہ ان سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ وہ بت پرستی نہ کرتے ہوں۔

اہل کتاب ان کافروں کو کہتے ہیں جو کسی آسمانی شریعت کے معتقد ہوں جیسے یہود و نصاریٰ، یہود و نصاریٰ کا اہل کتاب ہونا تو یقینی ہے کیونکہ قرآن مجید میں انکا اہل کتاب ہونا مذکور ہے ان کے علاوہ اور جس قدر کافر ہیں جیسے زرتشتی مذہب والے یا ہندو ان کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ہماری شریعت میں انکا کچھ ذکر نہیں ہے علاوہ اس کے ان میں سے اکثر لوگ بت پرست بھی ہیں۔

لہذا نکاح کی اجازت صرف یہود و نصاریٰ سے دی جاتی ہے وہ بھی اس طور پر کہ مسلمان مرد کا نکاح تو یہودیہ یا نصرانیہ عورت کے ساتھ جائز ہے مگر نصرانی یا یہودی مرد کا نکاح کسی مسلمان عورت سے خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی جائز نہیں۔

ع نکاح اول کے قائم نہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں ماں بیٹیاں ہوگئیں اور ماں بیٹیاں ایک ساتھ نکاح میں نہیں رہ سکتیں اور حمیدہ کے ساتھ دوبارہ نکاح جائز ہونیکی وجہ یہ ہیکہ جس عورت کے ساتھ صرف نکاح ہوا ہو خاص استراحت نہ ہوئی ہو اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے ۱۲ ع دوبارہ نکاح کرنیکی حاجت اس سبب سے نہیں ہے کہ اسکی ماں نکاح سے باہر ہو چکی ۱۲

ع اگرچہ حنفیہ کے نزدیک اہل کتاب کے تمام فرقوں سے نکاح جائز ہے مگر چونکہ یہود و نصاریٰ کے سوا اور کسی کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں لہذا ان کے سوا اور کسی سے نکاح نہ کیا جائے ۱۲

Marfat.com

جس طرح اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح ان کی لونڈیوں سے بھی نکاح درست ہے اہل کتاب کیساتھ نکاح اگرچہ جائز ہے مگر کراہت کیساتھ حربی اہل کتاب کیساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور غیر حربی کے ساتھ مکروہ تنزیہی۔

مرتد کے ساتھ نکاح جائز نہیں گو اس نے مرتد ہو کر کسی آسمانی مذہب کو اختیار کر لیا ہو جیسے آجکل کے وہ عیسائی جو پہلے مسلمان تھے ہاں ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے کیونکہ وہ شروع ہی سے عیسائی ہیں۔

مسلمانوں کے جس قدر فرقے ہیں گو ان میں بہت کچھ اختلاف ہے مگر دینی اختلاف نہیں ہے لہذا سب آپسمیں نکاح کر سکتے ہیں شیعہ ہوں یا سنی یا خارجی یا معتزلی ہاں وہ فرقے جو ضروریات دین کے منکر ہوں یعنی ایسی چیزوں کا انکار کریں جو بدلیل قطعی شریعت اسلامیہ میں ثابت ہیں جیسے نیچری فرقہ کے لوگ کہ جنت و دوزخ کا فرشتوں کا قیامت کا، ثواب و عذاب کا، مُردوں کے زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ امور نص قطعی شریعت میں ثابت ہیں لہذا ایسے لوگ مسلمان نہ سمجھے جائیں گے گو اپنے کو مسلمان کہیں۔

عہ امام شافعی کے نزدیک اہل کتاب کی لونڈیوں سے نکاح درست نہیں [illegible]
مسلمانوں کی صلح نہ ہو سکے مرتد وہ شخص ہے جو پہلے مسلمان ہو بعد اس کے [illegible]
ایسے مثلاً یہودی ہو جائے یا عیسائی ہو جائے نعوذ باللہ منہ [illegible]
کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا خواہ گناہ کبیرہ اعتقادات کے قبیل سے ہو یا اعمال [illegible]
بہت سے فرقہ ہیں بعض علماء نے ان کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اور یہی ایک حق ہے [illegible]
بالاجماع کفر ہے اور یہ فرقہ قرآن مجید میں ہر قسم کی کمی و بیشی اور تحریف [illegible] علاوہ [illegible]
کفر پر پیش کیجا سکتی ہیں جن لوگوں نے انھیں مسلمان کہا یا کہا ہے انھیں حقیقتاً [illegible]
ہو سکا درسے دلیل قطعی سے مراد وہ آیت یا حدیث ہے جسکا ثبوت متواتر ہے [illegible]
دوسرے معنی کا احتمال نہ نکلتا ہو اور اسکی دلالت ایسی بدیہی ہو کہ ہر شخص عربی زبان جاننے والا اسکو سمجھ لے [illegible]
رضی اللہ عنہما کی حقیقت خلافت جن آیتوں سے ثابت ہے ان کی دلالت ایسی صریح نہیں ہے [illegible]
شخص سمجھ سکتا ہے جو استدلال کی قوت رکھتا ہو اور عقل سلیم کے ساتھ انصاف کا بھی [illegible]

اور مسلمانوں کو انکے ساتھ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اگرچہ مناکحت جائز ہے لیکن مناسب یہ ہیکہ اہل سنت اپنی لڑکی کسی دوسرے فرقہ کو حتی الامکان نہ دیں کیونکہ عورت محکوم ہوتی ہے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا مذہب نہ اختیار کرلے۔

پانچواں سبب

اتحاد نوع۔ یعنی مرد کا نکاح مرد کے ساتھ اور عورت کا نکاح عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ مخنث کا نکاح نہ مرد کے ساتھ جائز ہے نہ عورت کیساتھ کیونکہ اسمیں دونوں حیثیتیں موجود ہیں، مرد ہونیکی بھی عورت ہونے کی بھی۔
خصی مرد کا نکاح عورت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ وہ عورت کی نوع سے نہیں۔

چھٹا سبب

اختلاف جنس۔ یعنی انسان کا نکاح جن یا دریائی آدمی سے یا اور کسی مخلوق سے سوا اپنی جنس کے جائز نہیں

ساتواں سبب

طلاق۔ یعنی جو شخص اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیدے تو اس کی بی بی اسکے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اب اس شخص کو اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے ہاں اگر یہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آجائے اور بعد اسکے یہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے تو اب اس سے اسکا پہلا شوہر نکاح کر سکتا ہے

آٹھواں سبب

لعان۔ لعان کی تعریف اور اس کے احکام انشاءاللہ آئندہ بیان ہونگے یہاں صرف اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ جس عورت سے لعان کے بعد تفریق ہو جائے اس سے پھر نکاح کرنا ہمیشہ کے لیئے حرام ہے اور خاص استراحت تو تفریق سے پہلے ہی حرام ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

لعان اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگائے اور پھر قاعدے کے موافق حاکم شریعت کے سامنے شوہر اپنے سچے ہونے کی چار مرتبہ قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں پھر چار مرتبہ عورت اپنے برأت کی قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ خدا کا غضب مجھ پر ہو اگر وہ سچ کہہ رہا ہو۔

نواں سبب

ملک۔ یعنی مالک کا نکاح اپنے مملوک کے ساتھ جائز نہیں۔

آزاد عورت کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ بالکل جائز نہیں یعنی نکاح کے سبب سے اس غلام کو اپنی مالکہ کیساتھ خاص استراحت جائز نہ ہوگی، ہاں کسی دوسرے شخص کا غلام ہو تو اسکے ساتھ آزاد عورت کا نکاح ہو سکتا ہے لیکن وہ غلام شوہر اگر کسی وجہ عــہ سے اس آزاد بی بی کی ملک میں آجائیگا تو فوراً ملک میں آتے ہی نکاح فاسد ہو جائے گا۔

آزاد مرد کا نکاح بھی اپنی لونڈی کے ساتھ صحیح نہیں ہے مگر اسکے صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فضول ہے یعنی نکاح کا عــہ نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور خاص استراحت وغیرہ تو ویسے ہی اپنی لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے جائز ہے ہاں اگر اس لونڈی کے لونڈی ہونے میں کچھ شبہ ہو تو ایسی حالت میں احتیاطاً نکاح کر لینا بہتر ہے۔

ہمارے زمانہ میں لونڈی غلاموں کی خرید و فروخت کا بالکل رواج نہیں ہاں صرف ... البتہ یہ رواج باقی ہے مگر ان میں اکثر لونڈی غلام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہونے میں شبہ ہوتا ہے اور آخر میں جا کے پتہ چلتا ہے کہ یہ آزاد تھا اور اس کو دھوکا دیکر کوئی شخص اسکے وطن سے بھگا لایا اور اس نے بیچ ڈالا تھا لہذا اس قسم کی لونڈیوں سے بغیر نکاح کے خاص استراحت کرنا خلاف احتیاط ہے اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو لونڈیاں جہاد سے حاصل ہوتی ہیں ان سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ مال غنیمت کی تقسیم آجکل باقاعدہ نہیں ہوتی لوگ

عــہ ملک میں آجانیکی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ ان کے یہ کہ خود خرید کرے یا کوئی شخص اسکو ہبہ کر دے یا میراث میں ملے
عــہ نکاح کا نتیجہ یہ ہے کہ مہر واجب ہو سو اپنی لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں مہر واجب نہیں ہوتا۔

حقوق باقی رہ جاتے ہیں۔

اگر کسی آزاد مرد نے کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہو اور وہ لونڈی کسی وجہ سے اس کی ملک میں آجائے تو فوراً ملک میں آتے ہی نکاح فاسد ہوجائے گا مگر خاص استراحت اس سے اب بھی جائز رہے گی۔

دسواں سبب

جمع۔ جمع کے ہم نے دو مطلب رکھے ہیں، پہلا مطلب یہ ہیکہ ایسی دو عورتیں جو ایک دوسرے کی رشتہ دار ہوں اور ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کرلی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کیساتھ ناجائز ہو مگر ان میں علاقہ جزئیت کا نہ ہو[ع۵] جیسے دو بہنیں کہ اگر ان میں ایک مرد فرض کرلی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کیساتھ ناجائز ہوگا کیونکہ بھائی کا نکاح بہن کے ساتھ حرام ہے یا خالہ بھانجیاں یا پھوپھی بھتیجیاں ہوں تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے خواہ اس طور پر جمع کرے کہ ایک ہی وقت میں ان دونوں سے نکاح کرے یا اس طور پر کہ ایک پہلے سے نکاح میں ہے اب دوسری سے نکاح کرلے اور اگر ایک کو طلاق دے چکا تھا اس کے بعد دوسری سے نکاح کیا تو اگر اس مطلقہ کی عدت نہیں گذری تو یہ بھی جمع سمجھا جائے گا اور ناجائز ہوگا، فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر دونوں کے ساتھ یکدم نکاح کیا ہے تو دونوں کا نکاح باطل ہوجائے گا اور، اگر ایک کے ساتھ پہلے کیا ہے اور اس کے بعد دوسرے کے ساتھ تو اگر اس کو یہ یاد نہ رہے کہ کس کے ساتھ پہلے نکاح ہوا تھا اور کس کے ساتھ بعد میں تو بھی دونوں کا نکاح باطل ہوجائیگا اور اگر یہ یاد ہے کہ فلاں کے ساتھ پہلے ہوا تھا اور فلاں کے ساتھ پیچھے، تو پہلے والی کا نکاح صحیح رہے گا اور پیچھے والی کا نکاح باطل ہوجائے گا، ہاں اگر دوسرے کے ساتھ خاص استراحت کرلی ہے تو جب تک اس دوسری کی عدت نہ گزرے پہلی کے ساتھ خاص استراحت جائز نہیں گو نکاح اس کا بدستور باقی ہے۔

ع۵ یہ قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر دونوں میں جزئیت کا تعلق ہوگا جیسے ماں بیٹیاں تو ان میں جمع کرنا کیا بلکہ ایک کے بعد بھی دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بہت تفصیل سے یہ مسئلہ بیان ہوچکا ہے۔

اسی طرح اگر دو لونڈیوں میں باہم اسی قسم کا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کیجائے تو اس کا نکاح دوسرے کیساتھ ناجائز ہو تو ان دونوں لونڈیوں کو خاص استراحت میں جمع کرنا جائز نہیں، یعنی یہ بات ناجائز ہے کہ اس سے بھی خاص استراحت کرے اور اس سے بھی بلکہ اس کو چاہیئے کہ ان دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر حرام سمجھے اور دوسرے کیساتھ خاص استراحت کرے، اگر ان دو عورتوں میں جو باہم اسی قسم کا رشتہ رکھتی ہیں ایک لونڈی ہو ایک آزاد تو اس لونڈی کے مالک کو جائز نہیں کہ لونڈی سے خاص استراحت کرے اور اسکی اس رشتہ دار سے بھی جو آزاد ہے نکاح کرکے خاص استراحت کرے ہاں یہ جائز ہے کہ پہلے نکاح کرے اور بعد نکاح کے بھی تو اس لونڈی ہی سے خاص استراحت کرے نہ اس کی اس آزاد رشتہ دار سے، آزاد بی بی کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا ناجائز ہے ہاں اگر آزاد بی بی کو طلاق دے چکے ہے اور اسکی عدت بھی گذر گئی ہے تو اب اگر کسی لونڈی سے نکاح کرے تو صحیح ہے اور اگر عدت نہیں گذری ہو تو بھی ناجائز ہے گو طلاق بائن دے چکا ہو۔

دوسرا مطلب جمع کا یہ ہے کہ جسقدر نکاحوں کی شریعت نے اجازت دیدی ہے ان سے زیادہ نکاح کرنا شریعت نے آزاد مرد کو ایک وقت میں چار نکاح تک کی اجازت دی ہے اور غلام کو ایک وقت میں دو نکاح کی اور آزاد مرد کیلئے لونڈیوں کے ساتھ خاص استراحت کرنے میں کوئی حد نہیں مقرر کی گئی جس قدر لونڈیاں چاہے رکھ سکتا ہے اگر کوئی شخص ایک ساتھ ہی چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرے تو سب کا نکاح باطل ہو جائیگا اور اگر کچھ عورتوں سے پہلے کر چکا ہے اور کچھ عورتوں سے اب کرتا ہے تو بعد والی عورتوں کا نکاح باطل ہو جائے گا، اگر کسی شخص کے نکاح میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ایک کو اس نے طلاق دیدی تو جب تک اس کی عدت نہ گزرے پانچواں نکاح نہیں کر سکتا۔

گیارہواں سبب

تعلق حق غیر۔ یعنی جس عورت کیساتھ کسی دوسرے کا حق زوجیت متعلق ہو اس سے نکاح جائز نہیں، جو عورت کسی کے نکاح میں ہو یا اس کی عدت میں ہو عدت خواہ طلاق کی ہو

یا موت کی اس عورت سے غیر کا حق متعلق ہے اس سے نکاح جائز نہیں اسی وجہ سے حاملہ عورت سے نکاح ناجائز ہے مگر جس عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے نکاح جائز ہے لیکن قبل وضع کے اس سے خاص استراحت کرنا ممنوع ہے ہاں اگر اس حاملۂ زنا سے وہی شخص نکاح کرے جس نے زنا کی ہے تو اس کو قبل وضع حمل کے بھی خاص استراحت جائز ہے اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا کسی سے نکاح کرنا چاہے اور خود اس لونڈی سے خاص استراحت کرتا رہا ہو تو اس پر واجب عہ ہے کہ پہلے اس بات کا یقین حاصل کرے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے پھر اس کے بعد جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے، اگر کوئی شخص کوئی لونڈی مول لے تو اس پر واجب ہے کہ پہلے اس امر کا یقین حاصل کرے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے، جب یہ یقین حاصل ہو جائے تو اس سے خاص استراحت کرے۔ محرمات کا بیان ختم ہو گیا، ان کے علاوہ اور جس عورت سے چاہے نکاح کر لے صحیح ہو گا خواہ وہ زانیہ عہ ہو اور خود اس نے اسکو زنا کرتے دیکھا ہو یا محرمہ عہ ہو۔

محرمات کا بیان قرآن مجید میں بھی بہت تفصیل کیساتھ ہی چنانچہ وہ آیت ہم اس مقام پر لکھتے ہیں

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۚ۔

عہ جس شخص کے ساتھ نکاح ہو اس کو بھی مستحب ہے کہ جب تک اس امر کا یقین نہ ہو جائے کہ اس کو حمل نہیں ہے اس وقت تک اس سے خاص استراحت نہ کرے اور حمل نہ ہونے کا یقین حیض کے آنے سے ہو جاتا ہے، حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔

عہ امام شافعی کے نزدیک زانیہ سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ یعنی زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور اب اس آیت پر عمل ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ یعنی جو عورتیں تم کو اچھی لگیں اُن سے نکاح کر لو۔

عہ محرمہ یعنی جو عورت احرام باندھے ہو اس کے ساتھ نکاح تو جائز ہے مگر خاص استراحت مکروہ تحریمی ہے ۱۲۔

Marfat.com

نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں مگر جو کچھ (اب تک) ہو چکا ہے وہ (معاف ہے) بیشک یہ برا اور ناپسند کام ہے اور برا طریقہ ہے اور تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری ماں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریکی بہنیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری وہ پرورش[عہ] کردہ لڑکیاں جو تمہاری حمایت میں ہوں تمہاری ان بیبیوں کے (تخم) سے جن کے ساتھ تم نے خاص استراحت کی ہے پس اگر تم نے ان سے خاص استراحت نہ کی ہو تو تم پر ان سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیبیاں جو تمہارے پشت سے ہوں اور یہ بھی حرام کر دیا گیا کہ تم دو بہنوں کے درمیان میں جمع کرو مگر جو (اب تک) ہو چکا (وہ معاف ہے) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور شوہر والی عورت (بھی تم پر حرام ہے) مگر وہ عورتیں جو (جہاد سے) تمہارے قبضہ میں آئی ہوں اگر شوہر والی ہوں تب بھی حرام نہیں اور مذکورہ بالا عورتوں کی حرمت، تم پر اللہ کی طرف سے فرض کی ہوئی ہے اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں بشرطیکہ تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلے میں ان سے نکاح کرنا چاہو اور ان کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کرو نہ کہ شہوت نکالنے کا، اس آیت کریمہ میں پانچ سبب حرمت نکاح کے ذکر فرمائے ہیں، نسبی[عہ] رشتہ، دودھ کا رشتہ[عہ]، سسرالی رشتہ۔

عہ مراد اس سے اپنی بی بی کی لڑکی ہے جو پہلے شوہر سے ہو اور چونکہ اکثر وہ صغیر السن ہوتی ہیں اور دوسرا شوہر ان کی پرورش کرتا ہے اس لیے پرورش کردہ فرمایا، یہ مقصود نہیں ہے کہ اگر پرورش کردہ نہ ہوں تو ان سے نکاح حلال ہے [illegible] سسرالی رشتہ کی ایک صورت ذکر فرمائی کیونکہ اس صورت میں حرمت بہت سخت ہے تمام آسمانی شریعتیں اس کی حرمت پر متفق ہیں اس کے بعد دو صورتوں کا ذکر فرمایا ہے اس کے بعد دودھ کے رشتہ کا اس کے بعد سسرالی رشتہ کا اس کے بعد [illegible] باقی صورتوں کا اس کے بعد جمع کا اس کے بعد تعلق غیر کا۔ عہ نسبی رشتہ کا بیان اُمّہٰتُکُمْ سے بَنٰتُ الْاُخْتِ تک [illegible] سات قسم کے لوگ ذکر فرمائے ہیں، مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں [illegible] خواہ اپنی ماں ہو یا اپنے باپ کی ماں یا اپنی ماں کی ماں [illegible] غرض اصول اس میں داخل ہیں، بیٹیوں کے لفظ میں [illegible] [illegible] [illegible] چاروں حرام رشتوں کا ذکر [illegible] آگیا [illegible] ماں باپ [illegible] اصول کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

تعلق حق غیر[عہ] اور تین سبب دوسرے مقامات پر ذکر فرمائے ہیں مثلاً اختلاف مذہب کو اس آیت میں حَتّٰى تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ اور اتحاد نوع کو قوم لوط[عہ] علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اور طلاق کو اس آیت میں[عہ] فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہ کل آٹھ سبب ہوئے باقی رہے تین سبب یعنی لعان[عہ] ملک کے اختلاف جنس ان کا بیان قرآن مجید میں نہیں ہے۔

ولی کا بیان

نکاح کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ تھی کہ نابالغ اور مجنون اور غلام کا نکاح بغیر ان کے اولیا کی اجازت کے صحیح نہیں لہذا اب ہم یہاں ولی کے احکام بیان کرتے ہیں پہلے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ کون کون لوگ ولی ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد یہ بیان کریں گے کہ ان کے کیا اختیارات ہیں، غلام کا ولی تو اس کا مالک ہے اور آزاد آدمی کا ولی اس کا وہ رشتہ دار ہے جو عصبہ[عہ] بنفسہ ہو، اگر کئی عصبات بنفسہ ہوں تو انہیں مقدم وہ ہے جو وراثت[عہ] میں مقدم ہو اگر عصبات بنفسہ میں کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت حاصل ہوگی پھر دادی پھر نانی کو پھر پوتی کو، پھر پوتی کو پھر نواسی کی بیٹی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۵۵) نسب کی ساری صورتیں یہاں بھی جاری کرو اس اشارہ کو احادیث میں بہت وضاحت سے بیان فرمادیا ہے عہ سسرالی رشتہ کا بیان اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ سے اَصْلَابِكُمْ تک ہے سسرال کے بھی چاروں حرام رشتوں کا ذکر اس آیت میں آگیا ہے اصول کی منکوحات کو وَلَا تَنْكِحُوا میں بیان فرمایا اور اپنی عورتوں کی ماؤں یعنی منکوحات کے اصول کو بیان کیا اس کے بعد اپنی بی بیوں کی فروع کا ذکر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ بی بی کے فروع سے نکاح اسی وقت حرام ہوتا ہے جب اس بی بی سے خاص استراحت کی نوبت آ گئی ہو اس کے بعد اپنی فروع کی منکوحات کا ذکر فرمایا ہے ۱۲ عہ تعلق حق غیر کو وَالْمُحْصَنٰتُ کے لفظ میں بیان فرمادیا ۱۲ عہ ترجمہ اور دا سے مسلما تو تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں ۱۲ عہ قوم لوط علیہ السلام کے قصہ میں مردوں کے باہم اجتماع کی ممانعت مذکور ہے اور یہ بھی ہے کہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کیلئے بنا دیا ہے پس معلوم ہوا کہ مردوں کا آپس میں اجتماع اور اسی طرح عورتوں کا باہم حرام ہے یہی مطلب اتحاد نوع کے حرام ہونے کا ہے ۱۲ عہ ترجمہ۔ پس وہ عورت اس طلاق دینے والے کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے ۱۲ عہ لعان اور ملک کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ لعان کی ہوئی عورت سے پھر نکاح کرنے کو خیال آدمی کی طبیعت خود مکروہ سمجھتی ہے اسی طرح آزاد عورت اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرے یونہی معیوب سمجھتی ہے رہ گیا اختلاف جنس تو وہ شاذ و نادر چیز ہے اس کا حکم بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ۱۲ عہ رشتہ داروں کی تین قسمیں ہیں، اصحاب فرائض جن کا قصہ مفصلاً قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، عصبات جن کا قصہ قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے اور ان کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے نہ ہو۔ ذوی الارحام وہ اعزا ہیں جن کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے ہو جیسے خالہ کہ اس کا رشتہ ماں کے توسط سے ہے اور نواسہ کہ اس کا رشتہ بیٹی کے توسط سے عصبات کی تین قسمیں ہیں عصبہ بنفسہ عصبہ بغیرہ وغیرہ عصبہ بنفسہ جن کا ذکر آیت میں ہے اس عصبہ کو کہتے ہیں جو مذکر ہو عصبہ بنفسہ چار قسم کے لوگ ہیں اپنے مذکر فروع یعنی بیٹے پوتے پرپوتے وغیرہ اپنے ذکر اصول دادا پردادا وغیرہ اپنے باپ کے ذکر فروع یعنی بھائی اور بھائی کی اولاد وغیرہ اپنے دادا کی مذکر فروع یعنی چچا اور چچا کی اولاد وغیرہ ۱۲ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ

Marfat.com

وعلیٰ ہذا اور اگر عصبات بھی نہ ہوں اور ماں دادی بھی نہ ہوں اور پوتیاں نواسیاں وغیرہ بھی نہ ہوں تو نانا کی ولایت حاصل ہوگی پھر حقیقی بہن کو پھر علاتی بہن کو پھر اخیافی بہن کو پھر ان تینوں کی اولاد کو اسی ترتیب سے اور اگر یہ کوئی نہ ہوں تو ذوی الارحام کو ولایت حاصل ہوگی ذوی الارحام میں سب سے پہلے پھوپھیاں ولی ہوں گی ان کے بعد ماموں ان کے بعد خالائیں انکے بعد چچا کی بیٹیاں پھر اسی ترتیب سے انکی اولاد، اگر رشتہ دار کوئی نہ ہو نہ عصبہ نہ غیر عصبہ تو مولی الموالات کو حق ولایت حاصل ہوگا، اگر وہ بھی نہ ہو تو بادشاہ وقت ولی ہے بشرطیکہ مسلمان ہو، بادشاہ وقت کا نائب بھی نکاح کا ولی ہو سکتا ہے، بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو، کسی کافر کو کسی مسلمان کی ولایت کا حق حاصل نہیں ہو سکتا گو وہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح مسلمان کو بھی کافر کی ولایت حاصل نہیں ہو سکتی گو وہ اس کا رشتہ دار ہو، ہاں اگر کوئی کافر لونڈی کسی مسلمان کی ملک میں ہو تو اس مسلمان کو اس لونڈی پر ولایت حاصل ہے۔ کوئی غلام کسی آزاد کا ولی نہیں ہو سکتا گو اس کا رشتہ دار ہو، کوئی بے عقل یعنی مجنون کسی دوسرے کا ولی نہیں ہو سکتا گو وہ اس کا رشتہ دار ہوں، یہاں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر جنون مطبق ہے تو اس کی ولایت بالکل صحیح نہیں اور اگر جنون غیر مطبق ہے تو ہوش کے زمانہ میں اسکو ولایت حاصل رہیگی حتیٰ کہ اگر کہیں سے پیغام نکاح آئے اور دوسری طرف کے لوگ منتظر انتظار کریں کہ اس مجنون ولی کو ہوش آجائے تو اس کے ہوش آنے کا انتظار کیا جائیگا اور اگر وہ لوگ نہ مانیں تو بغیر انتظار کے نکاح کردیا جائیگا بشرطیکہ جس لڑکی کا جہاں سے پیغام آیا ہے وہ اسکے کفو ہوں (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۲۸) کوئی نابالغ کسی دوسرے کا ولی

(باقی از صفحہ ۵۶) سے وراثت میں سب سے مقدم اپنے مذکر فروع ہیں انکے بعد اپنے اصول انکے بعد باپ کے فروع انکے بعد دادا کے فروع پھر قریب بہ نسبت بعید کے مقدم ہے بیٹا بھی ہو پوتا بھی ہو تو بیٹا مقدم ہے یا باپ بھی ہو دادا بھی ہو تو باپ مقدم ہے بھائی بھی ہو بھائی کی اولاد بھی ہو تو بھائی مقدم ہے یا چچا بھی ہو چچا کی اولاد بھی تو چچا مقدم ہے ۱۲ منہ یعنی آخیر سلسلہ تک بیٹے کی اولاد بہ نسبت بیٹی کی اولاد سے ایک درجہ مقدم رہے گی ۱۲ منہ یعنی حقیقی بہن کی اولاد علاتی بہن کی اولاد سے مقدم ہے اور علاتی بہن کی اولاد اخیافی بہن سے مقدم ہے ۱۲ منہ یعنی اگر پھوپھیاں ماموں خالائیں چچا کی بیٹیاں نہ ہوں بلکہ ان کی اولاد ہو پہلے پھوپھی کی بیٹیاں ولی ہوں گی وہ نہ ہوں تو ماموں کی بیٹیاں وہ نہ ہوں تو خالہ کی بیٹیاں، وہ نہ ہوں تو چچا کی بیٹیوں کی بیٹیاں ۱۲ منہ مولی الموالاۃ وہ شخص ہے جس سے اس بچے کے اس بات کا معاہدہ لے لیا ہو کہ اگر میں کوئی خیانت کروں گا تو اس کا تاوان تم کو دینا ہوگا اور جو مال چھوڑ جاؤں گا تم کو میری میراث ملے گی ۱۲ منہ جنون مطبق وہ ہے جو کم از کم ایک مہینہ تک رہے ۱۲ منہ وہ یہ کہ کفو بہت وقت سے دریافت ہوئے ہوں معلوم نہیں پھر دستیاب ہو یا نہ ہو ۱۲۔

نہیں ہو سکتا گو وہ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہوں، وصی[ع] نکاح کا ولی نہیں ہو سکتا اگرچہ وصیت کرنیوالے نے اس کو نکاح کا اختیار بھی دیدیا ہو۔

ان لوگوں کا بیان ختم ہوا جو ولی ہو سکتے ہیں، اب ولی کے اختیارات بیان کئے جاتے ہیں ولی کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح بغیر اسکی اجازت کے کر دے اور باپ دادا کو یہاں تک اختیار حاصل ہے کہ چاہے صریحی[عہ] نقصان کیساتھ نکاح کر دیں اور چاہے کسی غیر کفو کے ساتھ کر دے، باپ دادا کے سوا اگر اور کوئی ولی لڑکی کا نکاح غیر کفو کیساتھ کر دیگا تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اسیطرح اگر صریح نقصان کیساتھ کر دیا ہو تب بھی صحیح نہ ہوگا خواہ لڑکے کا نکاح ہو یا لڑکی کا۔

ولی کو بالغ لڑکے یا لڑکی کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے خواہ لڑکی کنواری ہو[سہ] یا نہیں اور خواہ ولی باپ دادا ہو یا کوئی اور غیرہ، ہاں مستحب ہے کہ بالغ لڑکی اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی کے سپرد کر دے مگر درحقیقت یہ ایک قسم کی وکالت ہو جائے گی، نہ ولایت، مجنون اور معتوہ[عہ] اگرچہ بالغ ہوں مگر ان کے بہ جبر نکاح کر دینے کا حق ولی کو حاصل ہے اسی طرح لونڈی غلام اگرچہ بالغ ہوں تو ان کے مالک کو بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے۔

بالغ مرد و عورت اگر بغیر اجازت[حہ] اور رضامندی ولی کے اگر اپنا نکاح کر لیں تو صحیح ہو جائے گا، لیکن عورت اگر غیر کفو کے ساتھ اپنا نکاح بغیر رضامندی ولی کے کرے تو درست نہ ہوگا، گو بعد نکاح کے وہ ولی رضامند ہو جائے۔

اگر کوئی عورت بغیر رضامندی ولی کے مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کسی کے ساتھ کرے تو ولی کو

ع وصی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے لئے کچھ وصیت کی جائے عہ صریحی نقصان سے مراد مہر میں بحث دہو کا کھاجانا مثلاً لڑکے کا ولی ہے تو اس کا نقصان یہ ہے کہ زیادہ مہر بندھ جائے لڑکی کے ولی کا نقصان یہیں ہے کہ کم مہر بندھ جائے … اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ یہی مذہب صحیح ہے متاخرین کا اسی پر فتویٰ ہے حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے اسی کو روایت کیا ہے ۱۲ سہ اس مسئلہ میں امام شافعی مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو عورت کنواری نہ ہو گو وہ نابالغ ہو ولی کو اسکے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور جو عورت کنواری ہو اسکے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے گو وہ بالغ ہو چکی ہو عہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جسکی عقل میں فتور آگیا ہو، بالکل مسلوب العقل نہ ہو حہ ولی کے بغیر رضامندی نکاح کرنیکی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ولی کو خبر ہی نہ کیجائے جس سے اس کی رضامندی کا حال معلوم ہو دوسرے یہ کہ اس کو کیجائے مگر وہ سکوت کرے یا کہدے کہ میں راضی نہیں ہوں ۱۲ (بحر الرائق)

اعتراض کا حق حاصل ہے وہ اس نکاح کو قاضی کے ذریعہ فسخ کرا سکتا ہے اور اگر [illegible]
جائے تو پھر اس کو فسخ کرانیکا حق نہیں ہے۔

اگر کسی عورت کے کئی ولی ہوں اور سب قریب مساوی ہوں تو ان میں سے بعض کا راضی ہونا مثل
کل کے ہو جانے کے ہے اور اگر وہ سب ولی درجہ میں مساوی [illegible]
کوئی بعید تو بعید کے راضی ہو جانے سے قریب کا راضی ہو جانا لازم نہیں آتا [illegible]
ولی کا سکوت کر لینا اسکی رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا [illegible] اس قسم کا [illegible]
جس سے رضامندی سمجھی جاتی ہے تو وہ فعل رضامندی کی دلیل ہو سکتا [illegible]
قبضہ کر لیا یا سامان جہیز کے بیاہ [illegible] اگر ولی اتنے زمانہ تک سکوت کئے [illegible]
تو اب اس کا سکوت رضامندی [illegible] ہوگا اور اب [illegible]
کو بعد بلوغ کے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو بحالت [illegible]
کی اجازت سے اس نے کیا ہے اگر باپ [illegible]
دادا کے کئے ہوئے نکاح کے فسخ کر دینے کا حق [illegible] نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا نکاح [illegible]
فسخ کر سکتا ہے مگر باپ دادا کے [illegible]
کے فسخ ہو جانے کی دو شرطیں ہیں [illegible] قاضی کے ذریعہ سے [illegible]
نابالغ [illegible] عورت کو نکاح کا علم پہنچتے ہی تو جس وقت [illegible]
حاصل ہو جائے یہ وقت نکاح سے [illegible] رضامندی [illegible]
علم حاصل ہو [illegible] اسی وقت اپنی ناراضی کا اظہار کرنے [illegible]
عورت تھوڑی دیر بھی سکوت کر جائے [illegible]
[illegible] نہیں [illegible]

[illegible]

رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

نابالغ لڑکے اور ثیبہ عورت کا اختیار البتہ اس کے سکوت سے باطل نہ ہوگا تاوقتیکہ صریحی رضامندی اپنی نہ ظاہر کر دے یا کوئی فعل ایسا کرے جس سے رضامندی سمجھی جائے۔

لونڈی کو بعد آزاد ہو جانیکے اپنے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو لونڈی ہونیکی حالت میں اسکے مالک نے کر دیا تھا اور اس کو اس نکاح کے فسخ کرنیکیلئے قاضی کی ضرورت نہیں ہے اور جس مجلس میں وہ آزاد کیگئی ہو یا جس مجلس میں اسکو اپنے نکاح کا علم ہوا ہو اس مجلس کے آخر تک اسکو فسخ کرنیکا اختیار ہے اگر قبل مجلس بدلنے کے وہ کچھ دیر سکوت کیئے رہے تو اس کا اختیار باطل نہ ہوگا، ہاں اگر مجلس بدلجائے اور وہ کچھ نہ کہے تو اس کا اختیار باطل ہو جائیگا بشرطیکہ وہ اس مسئلہ سے واقف ہو کہ میرے اس قدر سکوت سے میرا اختیار باطل ہو جائے گا

ولی کو اختیار ہیکہ نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح خود اپنے ساتھ کر لے مگر بعد بالغ ہونیکے اس نابالغ کو اختیار فسخ کا بدستور باقی رہیگا، قاضی کو یہ اختیار نہیں ہیکہ جس نابالغ کا وہ ولی ہو اس کا نکاح اپنے ساتھ یا اپنے کسی رشتہ دار کیساتھ کرے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو۔

اگر کسی عورت کا نکاح اسکے ولی نے مثلاً زید کیساتھ کر دیا اور دوسرے ولی نے مثلاً خالد کیساتھ اسی عورت کا نکاح کر دیا پس اگر یہ دونوں ولی درجہ میں مساوی ہیں تو ان میں سے جس شخص نے پہلے نکاح کیا ہے اسکا صحیح ہو جائیگا اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون پہلے ہوا اور کون پیچھے تو دونوں نکاح باطل ہو جائینگے اور اگر دونوں ولی درجہ میں مساوی نہ ہوں تو ولی قریب نے جو نکاح کیا ہے وہ صحیح ہو جائیگا اور ولی بعید کا کیا ہوا نکاح باطل ہو جائے گا۔

ولی بعید کو بحالت نہ موجود ہونے ولی قریب کے لڑکی کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ ولی قریب ایسے مقام میں ہو[لعہ] کہ اگر اس کے آنے کا انتظار کیا جائے تو وہ نسبت نکاح کی قطع ہو جائے اور جہاں ٹھیری ہے وہ کفو ہو مثال کسی نابالغ لڑکی کا باپ سفر میں گیا اسکی غیبت میں کسی

عہ مثلاً اپنا مہر طلب کرے یا نفقہ مانگے یا ہنس دے ۱۲ عہ لونڈی کی تخصیص اس لیئے کی گئی کہ غلام کو یہ اختیار نہیں کہ نکاح اسکے مالک نے کر دیا تھا اس کو وہ بعد آزاد ہونے کے فسخ کر سکے ۱۲ عہ لونڈی کے لیئے مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں مصروف رہتی ہے تحصیل علم کا اس کو موقعہ نہیں ملتا بخلاف آزاد عورت کے اس کو تحصیل علم کا موقع ہر وقت حاصل ہے پس اس کے حق میں مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں سمجھا گیا لعہ بعض فقہا نے سفر میں مدت قصر کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر وہ ایسا سفر ہو کہ اس میں قصر جائز ہے تو ولی بعید کو اختیار ہے ورنہ نہیں، مگر یہ قول قوی نہیں ہے (شامی)

کفو کے یہاں سے اس لڑکی کے نکاح کا پیغام آیا تو اس لڑکی کا نکاح اسکا دادا کر سکتا ہے بشرطیکہ شوہر کی طرف کے لوگ اس کے باپ کے لوٹنے تک انتظار کرنے پر راضی نہ ہوں پھر جب باپ اس کا لوٹ کر آجائے گا تو وہ اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتا۔

ولی قریب کی موجودگی میں اگر ولی بعید نکاح کر دے تو وہ نکاح اس ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کر دیگا تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائیگا ولی قریب اگر نکاح کر دینے سے انکار کر دے تو ولی بعید نکاح کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

ولی اگر کسی بالغ عورت کا نکاح کرنا چاہے اور اس سے اجازت طلب کرے خواہ خود یا بذریعہ اپنے وکیل کے یا نکاح کرنا چاہے اور اس کی اس عورت کو خبر کرے تو اگر وہ عورت اپنی رضامندی ظاہر کر دے یا سکوت کرے یا کوئی فعل ایسا کرے جو حسب رواج رضامندی کے منافی نہ ہو تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا خواہ باکرہ ہو ثیبہ۔

اگر کوئی مرد یا عورت کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے یعنی اس کو اختیار دیدے کہ تو جس کے ساتھ چاہے میرا نکاح کر دے تو وہ وکیل جس کے ساتھ اس کا نکاح کر دیگا صحیح ہوگا مگر اس نکاح کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ جس قدر مہر موکل نے کہدیا ہے اسکے خلاف نہ ہو اگر اسکے خلاف ہو جائیگا تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر موکل بعد میں اپنی رضامندی اس مہر سے ظاہر کر دے تو نکاح ہو جائے گا اگر وکیل نے موکل کے مقرر کیے ہوئے مہر کے خلاف پر نکاح کر دیا اور موکل کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی تو جسوقت یہ بات اس کو معلوم ہو جائیگی اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا تو نکاح صحیح رہیگا اور اگر اس سے راضی نہ ہوگا تو نکاح باطل ہو جائیگا گو باہم خاص استراحت کی بھی نوبت آگئی ہو۔ مثال (۱) کسی مرد نے کسی شخص کو وکیل کر دیا اور اس سے کہدیا کہ ایکہزار روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے دوہزار پر نکاح کر دیا اور موکل کو اس امر کی اطلاع نہیں کی یہاںتک کہ زوجین میں خاص استراحت کی بھی نوبت آگئی تو اب بھی اس مرد کو اختیار ہے چاہے نکاح کو قائم رکھے یا باطل کر دے وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ یہ کہے کہ میں زیادتی اپنے پاس سے دیدوں گا (۲) کسی عورت نے کسی کو اپنے

لہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ثیبہ عورت جب تک صریحی اجازت نہ دے اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا لیکن یہ حکم رواج سے متعلق ہے جہاں کہیں یہ رواج ہو کہ ثیبہ عورتیں صریحی اجازت دیتی ہوں وہاں بغیر ان کے صریحی اجازت کے نہ ہوگا اور جہاں یہ رواج نہ ہو وہاں یہ قید نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

نکاح کا وکیل کیا اور کہدیا کہ چار سو روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے اس کا نکاح تین سو روپیہ مہر پر کر دیا اور اس عورت کو اطلاع نہیں کی یہانتک کہ اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آگئی تو اب بھی اس عورت کو اختیار رہے چاہے نکاح قایم رکھے چاہے باطل کر دے (بحرالرایق جلد ۳ صفحہ ۱۴۲) اگر موکل نے ایک عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہو اور وکیل دو عورتوں سے نکاح کر دے تو یہ دونوں نکاح باطل ہو جائینگے۔

حاصل یہ ہیکہ وکیل اگر اپنے موکل کے حکم کے خلاف کرے مگر وہ بات موکل کے حق میں زیادہ مفید ہو یا خلاف بہت ہی خفیف ہو تو وہ نکاح قطعاً صحیح ہو جائیگا اور اگر وہ بات موکل کے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے تو یہ نکاح موکل کی اجازت پر موقوف رہیگا مثلاً کسی موکل نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ میرا نکاح بوڑھی یا اندھی عورت سے کر دے وکیل نے آنکھ والی یا جوان عورت سے اسکا نکاح کر دیا یا مثلاً موکل مرد نے وکیل سے کہا تھا کہ پانچسو روپیہ مہر پر میرا نکاح کر دے وکیل نے چار سو روپیہ مہر پر کر دیا یا موکل عورت ہو اور وہ کہے کہ ایکہزار روپیہ مہر پر نکاح کر دے، وکیل دو ہزار مہر پر نکاح کر دے تو یہ سب نکاح قطعاً صحیح ہو جائینگے کیونکہ ان سب صورتوں میں وکیل کی مخالفت موکل کے حق میں مضر نہیں ہے (بحرالرایق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱) وکیل کو یہ بھی اختیار ہیکہ اپنے موکل کا نکاح اپنے ساتھ کر لے، اگر کوئی فضولی کسی شخص کا نکاح کر دے اور بعد اسکے اس شخص کو خبر کرے جس کا نکاح کیا ہے پس اگر وہ راضی ہو جائے تو نکاح صحیح ہو گا ورنہ باطل ہو جائے گا، اگر فضولی کے مرجانے کے بعد نکاح سے رضامندی ظاہر کر دی جائے تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

وکیل کو نکاح کر دینے کے بعد قبل اجازت کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے فضولی کو یہ اختیار نہیں ہے مثال کسی وکیل نے اپنے موکل کا نکاح ایک بالغ عورت سے بغیر اسکی اجازت کے کر دیا تو اس وکیل کو اختیار ہیکہ قبل اس عورت کی اجازت کے اس نکاح کو فسخ کر دے اور اپنے موکل کا نکاح دوسری عورت سے کر دے بخلاف فضولی کے کہ وہ نکاح کر چکنے بعد خود فسخ کر نیکا اختیار نہیں رکھتا وکیل کو یہ اختیار نہیں ہیکہ اپنے موکل کا نکاح اپنی لونڈی کیساتھ یا اس نابالغ لڑکی کیساتھ کر دے جسکا وہ ولی ہے اور اگر ایسا کرے تو موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ راضی ہو جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا (بحرالرایق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)

Marfat.com

مسئلہ ایک ہی شخص زوجین کی طرف سے ایجاب وقبول دونوں کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ دونوں[ع۱] کا ولی ہو یا دونوں کا وکیل ہو یا ایک طرف سے وکیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے وکیل فضولی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ دونوں طرف سے خود ہی ایجاب وقبول کرے۔

کفو کا بیان

نکاح کے صحیح ہونیکی چوتھی شرط یہ ہے کہ عورت اگر غیر کفو سے نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے کفو کی تعریف تو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اب چند مسائل اسکے یہاں درج کرتے ہیں۔

(۱) کفو ہونیکا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے یعنی مرد عورت کا کفو ہونا چاہیے عورت اگر مرد کی کفو نہ ہو تو کچھ حرج نہیں

(۲) کفاءت کا اعتبار صرف ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر کوئی مرد نکاح کے ہوتے وقت کفو تھا مگر بعد نکاح کفاءت جاتی رہی مثلاً پہلے پرہیزگار تھا اب بدکار ہو گیا تو یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔

(۳) اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی غیر کفو[ع۲] کیساتھ کر لیا مگر نکاح کرتے وقت یہ نہ معلوم تھا کہ وہ کفو نہیں ہے بعد نکاح کے معلوم ہوا تو اس عورت کے ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں بشرطیکہ یہ نکاح بغیر انکی اجازت کے ہوا ہو اور اگر اس عورت کا نکاح انھیں اولیا نے کیا ہے تو پھر ان کو بھی فسخ کرانے کا اختیار نہیں، ہاں اگر نکاح کرتے وقت اس عورت نے یا اسکے اولیا نے اس بات کی شرط کر لی ہو کہ ہم تیرے ساتھ اسی شرط پر نکاح کرتے ہیں کہ تو کفو ہے یا اس مرد نے ان لوگوں سے کہا ہو کہ میں تمہارا کفو ہوں اور انھوں نے اسکے کہنے پر اعتبار کر کے نکاح کر دیا ہو تو اب اگر بعد نکاح کے معلوم ہوگا کہ وہ مرد کفو نہیں تو اس عورت کو یا اسکے اولیا کو نکاح فسخ کر دینے کا اختیار

ع۱ دونوں کے ولی ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک اس کا بیٹا ہو اور ایک اسکی بیٹی، دونوں کے وکیل ہونیکی صورت ظاہر ہے ایک طرف سے وکیل وہ ہو اور دوسری طرف کا ولی ہو مثلاً اس کا بیٹا ہو یا بھتیجا ایک طرف سے اصیل ہونیکی صورت یہ ہے کہ خود اپنے ساتھ [illegible] یا موکلہ کا نکاح کرے ۱۲ ع۲ اس قاعدہ کے خلاف ایک جزئیہ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی نامعلوم النسب مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور بعد اس نکاح کے کوئی قریشی اس کا دعویٰ کرے کہ یہ لڑکی میری ہے اور اسکو ثابت کر دے تو اب قریشی کو اختیار ہے کہ اس عورت کا نکاح اس حاکم سے فسخ کرا دے مگر دراصل یہ جزئیہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں ایسی صورت ہے کہ نکاح کے وقت کفو ہونا معلوم ہی تھا اب معلوم ہوا ہے اور ایسی حالت میں ولی کو اختیار فسخ نکاح کا ہے بشرطیکہ اس کی اجازت سے نکاح نہ ہوا ہو ۱۲

Marfat.com

(۴) کفو ہونیکے لیے صرف انھیں چھ چیزوں میں برابری شرط ہے جنکا ذکر ہم مقدمہ میں کرچکے ہیں ان کے علاوہ اور کسی بات میں برابری[ع] شرط نہیں نہ عقل میں برابر ہونا شرط ہے نہ عمر میں برابر ہونا شرط ہے نہ حسن و جمال میں نہ عیوب سے سالم ہوتے ہیں۔

اگر کوئی شخص خود مالدار نہ ہو مگر اس کے ماں باپ مالدار ہوں اور اس کی خرچ کی کفالت کرتے ہوں تو وہ شخص مالدار سمجھا جائیگا اس کے کفو ہونے میں کسی طرح کا نقصان نہ ہوگا، مقدمہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ غیر عربی[ع] النسل عربی النسل کا کفو نہیں ہو سکتا اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ اگر غیر عربی النسل علم دین کا عالم ہو تو وہ عربی النسل بلکہ خاص قریشی عورت کا جو علم سے بے بہرہ ہو کفو ہو جائے (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۳۵۰)

نکاح کی چار شرطوں کا بیان ہو چکا اب تین شرطیں اور باقی ہیں مگر پانچویں اور ساتویں شرط بالکل صاف ہے اس کی شرح کرنے کی حاجت نہیں، اب ہم چھٹی شرط کا ذکر کرتے ہیں۔

مہر کا بیان

ہم لکھ چکے ہیں کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ یہ نیت نہ ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا، اس شرط کو اور لوگوں نے ذکر نہیں کیا، بعض نے اس کے

عہ بعض لوگوں نے ان کے علاوہ اور باتیں بھی لکھی ہیں جن میں برابری ہونا چاہیئے مثلاً فتاوی حامدیہ میں ہے کہ مرد کا خاص استراحت پر قادر ہونا بھی کفاءت کی شرط ہے اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی ولی عورت کا نکاح کسی عنین کے ساتھ باوجود علم کے کر دے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا یا مثلاً فتاوی قاضی خاں میں لکھا ہے کہ متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ عقل میں برابری شرط ہے یا نہیں مگر یہ اقوال ضعیف ہیں ۱۲۔ عہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ غیر عربی النسل قریشی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا گو کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ علامہ شامیؒ اس قول کو رد کر کے لکھتے ہیں کہ کون کہے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام حسن بصری جو عربی النسل نہیں ہیں ایک عربی النسل جاہل عورت کے کفو نہیں ہیں ۱۲۔

خلاف[عـ] لکھا ہے۔

مہر کا ذکر کرنا نکاح کے صحیح ہونیکے لیے شرط نہیں ہے اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائیگا اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

مہر میں دو باتیں شرط ہیں (۱) یہ کہ وہ از قسم مال ہو[عـ] پس اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے نکاح کرے اور اس کا مہر اس کی آزادی کو قرار دے تو صحیح نہیں یعنی یہ آزادی مہر نہ ہوگی کیونکہ آزادی از قسم مال نہیں ہے اسیطرح اگر کوئی شخص سور یا شراب کو مہر قرار دے تب بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں شریعت میں مال نہیں سمجھی گئی ہیں۔

وہ منافع جن کے معاوضہ میں اجرت لینا جائز ہے از قسم مال سمجھے جائیں گے اور ان کو مہر قرار دینا صحیح ہوگا پس اگر کوئی شخص اپنی بی بی کا مہر اپنے گھوڑے کی سواری یا اپنے غلام کی خدمت یا اپنے گھر کی سکونت کو قرار دے تو صحیح ہے کیونکہ ان چیزوں کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے لیکن اگر شوہر خود اپنی خدمت کو مہر قرار دے [illegible] مثلاً [illegible] تیرا پانی بھر دیا کروں گا تو درست نہیں کیونکہ اس میں شوہر کی اہانت ہے [illegible] اگر کوئی ایسی خدمت ہو جو باعث ذلت نہ ہو جیسے بکریوں کا چرا دینا یا کاشت [illegible] ہے اسی طرح اگر شوہر اپنی زوجہ کے مالک یا ولی کی خدمت [illegible]

عـ [illegible] لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مہر دینے کی شرط [illegible] نکاح صحیح [illegible]

[illegible] کوئی دلیل نہیں بیان کرتے اور جو بیان کرتے ہیں [illegible]

عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً [illegible]

طلاق دیدو قبل اسکے کہ ان کو مس [illegible] کر دیا [illegible]

ہوئے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے [illegible] کہتے ہیں کہ مہر کا ذکر [illegible]

نکاح صحیح ہو جائیگا اور [illegible] دوسری آیت سے ثابت ہے [illegible]

[illegible] ہوگی تو نکاح کیسے صحیح ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [illegible] محصنین [illegible]

عـ [illegible] اسکے خلاف ہیں [illegible] از قسم مال ہونا [illegible]

نے مال کی تفصیل کر دی ہے ۵۰ بکریوں کا چرانا [illegible]

درست ہے بشرطیکہ زوجہ راضی ہو جائے اور وہ عورت اگر چاہے تو اپنے ولی سے اس خدمت کی قیمت لے سکتی ہے ہاں لونڈی اپنے مالک سے نہیں لے سکتی کیونکہ لونڈی کے مال کا مالک اس کا آقا ہے بخلاف آزاد عورت کے کہ اس کے مال کا مالک اس کا ولی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص تعلیم قرآن کو مہر قرار دے تو جائز نہیں کیونکہ تعلیم قرآن[ع] اُن منافع میں نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہیکہ مہر کم سے کم دس درہم چاندی کی قیمت کا ہو خواہ چاندی سونیکی قسم سے ہو یا اور کوئی چیز ہو جسکی قیمت دس درہم کے برابر ہو پس اگر کوئی شخص دس درہم سے کم مہر باندھے تو صحیح نہیں دس درہم اسکے ذمہ واجب ہو جائینگے، اگر کسی شخص نے مہر میں کوئی چیز ایسی مقرر کر دی

ع جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا تو یہی مہر مقرر کیا تھا کہ تم میری بکریاں آٹھ برس تک چراؤ اس قصہ کا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے اور پھر اسکے بعد کوئی ذکر اس امر کا نہیں ہیکہ یہ حکم اب منسوخ ہے لہٰذا اسپر عمل باقی ہے بعض لوگوں نے اس قصہ سے یہ بھی ثابت کیا ہیکہ اگر خود بی بی کی خدمت کو مہر قرار دیدے تب بھی درست ہے حالانکہ یہ بات اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو خدمت کی تو اپنی بی بی کے باپ کی کی نہ کہ اپنی بی بی کی ۱۲ ع شافعیہ کہتے ہیں کہ تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا درست ہے اسلیئے کہ صحیح بخاری میں مروی ہیکہ حضرت نے ایک شخص کا نکاح کیا اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے اس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں آپنے فرمایا کہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کر لا اس نے تلاش کی مگر وہ بھی نہ نکلی تو آپ نے فرمایا کہ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے یعنی تجھے یاد ہے اس کے عوض میں میں نے تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بما معک من القرآن - ترجمہ:- جسقدر قرآن تیرے پاس ہے اسکے عوض میں صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہیکہ بسقدر قرآن تیرے پاس ہے اسکی وجہ سے تیرے ساتھ نکاح کر دیا یعنی چونکہ یہ بزرگی تجھکو حاصل ہے اگرچہ اسوقت مال دنیا وی تیرے پاس نہیں ہے اس سببسے میں نے تیرے ساتھ نکاح کر دیا اور مہر کا ذکر تو آپنے اسوجہ سے نہیں کیا جب اس کے پاس ہوگا دس درہم دیدیگا یا آپ نے ذکر فرمایا مگر راوی نے نقل نہیں کیا بعض متاخرین حنفیہ نے بھی اس بناء پر کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا ان کے نزدیک بضرورت جائز ہے تعلیم قرآن کو بضرورت مہر قرار دینا بھی جائز کر دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کہ نہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہ اس کو مہر قرار دینا جائز چنانچہ ہم آئندہ اسکی تحقیق کرینگے ۱۲ ع شافعیہ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر بھی درست ہے کیونکہ بعض احادیث میں اس سے کم مہر وارد ہوا ہے حنفیہ کہتے ہیں وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں سوا اس حدیث کے جس میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے جو ابھی صحیح بخاری سے منقول ہو چکی ہے سو اسمیں بھی یہ احتمال ہے کہ شاید آپنے اس انگوٹھی کی تلاش مہر کا بعض حصہ ادا کرنے کیلئے کرائی ہو نہ یہ کہ وہی انگوٹھی پورا مہر تھی کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے ادا کر دیا کرتے تھے پس اس حدیث سے استدلال شافعیہ کا صحیح نہیں اور حنفیہ کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم یعنی مہر دس درہم سے کم درست نہیں اس حدیث کو بیہقی نے بسند ضعیف اور ابن ابی حاتم نے بقول حافظ ابن حجر بسند حسن روایت کیا ہے ۱۲ -

جسکی قیمت اسوقت دس درہم کی تھی مگر اسکے بعد وہ چیز ارزاں ہوگئی یہانتک کہ جب اسنے اپنی بی بی کو وہ چیز دی تو [illegible] اسکی قیمت آٹھ درہم کی تھی تو کچھ حرج نہیں اسکے ذمہ اسی چیز کا دیدینا واجب ہے **مثال** کسی شخص نے دو گز کپڑے پر مہر باندھا جسوقت نکاح ہوا اسوقت تو اس کپڑے کی قیمت فی گز پانچ درہم تھی مگر بعد نکاح کے وہ کپڑا ارزاں ہوگیا یعنی جسوقت اسنے اپنی بی بی کو وہ کپڑا دیا تو اسکی قیمت فی گز چار درہم تھی تو اس صورت میں شوہر کو اس کپڑے سے زیادہ دینے کی ضرورت نہیں۔ **زیادہ مہر** کی کوئی حد شریعت نے مقرر نہیں فرمائی جسقدر [illegible] کی جس شخص میں استطاعت ہو اسقدر مہر باندھ سکتا ہے مگر مناسب یہ ہے کہ بنظر اتباع سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات و بنات طیبات کے مہروں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے تو ذیل میں ہم نہایت تحقیق روایات سے درج کرتے ہیں .... علمائے سیر نے لکھا ہے کہ حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیبیاں ایسی تھیں جنکو آپ کی خاص استراحت کا شرف حاصل ہوا تھا انمیں سے ام المومنین خدیجہ و ام المومنین زینب بنت [illegible] رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں وفات پاچکی تھیں باقی نو بیبیاں آپکے بعد [illegible] یہاں ان ہی گیارہ بیبیوں کا ذکر کیا ہے، سوا انکے بیس یا کچھ زیادہ بیبیاں ایسی ہیں کہ بعض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا مگر خاص استراحت کی نوبت نہیں آئی کہ انسے مفارقت فرمائی اور بعض سے [illegible] نوبت نکاح کی نہیں آئی اور بعض سے نکاح ہوچکا تھا مگر جب یہ آیت نازل ہوئی یاایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتہا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] آیت کا مضمون سنا دیا اور انہوں نے علیحدگی اختیار کرلی۔۔۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی [illegible] میں ایک بارہویں بی بی کا بھی پتہ دیا ہے انکا نام ریحانہ بنت زید تھا پہلے یہ [illegible] انکو آزاد کرکے ۶ھ میں انسے نکاح کرلیا تھا الوداع سے لوٹتے [illegible] ۱۰ھ میں [illegible] مگر اکثر علما اسکے مخالف ہیں کہتے ہیں کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا [illegible] میں نہیں، واللہ اعلم .... صاحبزادیاں آپکی چار تھیں انمیں سے تین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے [illegible] وفات پاگئی تھیں صرف حضرت فاطمہ زہرا آپکے بعد باقی رہگئی تھیں۔ **اب** ہم دو نقشے بناتے ہیں ایک میں ازواج مطہرات کے مہر لکھے گئے ہیں اور دوسرے میں بنات طاہرات کے ایک خانے میں مہر کی مقدار اس وزن سے لکھی گئی ہے جو [illegible] رائج تھا دوسرے خانے میں انکے امروزہ وزن کے حساب سے تیسرے خانہ میں اسکی قیمت [illegible]

عہ دس درہم موافق وزن رائج کے ایک تولہ ۹ ماشہ ۰ رتی کے ہوتے ہیں کیونکہ ایک درہم دو ماشہ [illegible] رتی [illegible] سے لکھ چکے ہیں ۱۲ عہ ترجمہ۔ اے نبی اپنی بی بیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت [illegible] مال دیدوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کردوں ۱۲۔

Marfat.com

نقشہ مہر امہات المومنین رض یعنی ازواج سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین کا نام	مقدار مہر موافق قدیم شرعی	وزن رائج	قیمت بحساب روپیہ انگریزی؎	مختصر کیفیت
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	۱۲- اوقیہ طلا	۹۱ تولہ ایک ماشہ ۲ رتی طلا	[illegible] ۱۳ ار ۶ پائی	ان کے والد کا نام خویلد ہے، ماں کا نام فاطمہ، پہلے ابوہالہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق ابن عائذ کے نکاح میں آئیں بعد ان کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اس وقت ان کی چالیس سال کی تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال کی سب اولادیں آپکی انھیں سے تھیں سوا حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے تھے واقعہ فیل کے ۲۵ سال بعد ان کے ساتھ نکاح ہوا اور ہجرت سے تین برس پہلے وفات پائی مقبرہ حجون مکہ معظمہ میں مدفون ہیں۔
حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۱۰۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لعہ	ان کے والد کا نام زمعہ، ماں کا نام شموس، پہلے ان کا نکاح سکران کے ساتھ ہوا۔ دونوں اول بعثت میں مسلمان ہوئے اور حبش کیطرف ہجرت کی، سکران کی وفات کے بعد رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں حضرت معاویہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وفات پائی گہوارہ کی ایجاد سب سے پہلے انھیں کے جنازہ کے لیے ہوئی تھی مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۱۰۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لعہ	ان کے والد کا نام ابوبکر صدیق خلیفہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے مکہ معظمہ میں بعمر شش سالگی حضرت کے عقد نکاح میں آئیں حضرت کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی حضرت کو تمام ازواج سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی حضرت معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی، مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں

؎ حضرت مؤلف علام مدظلہ العالی نے انگریزی روپے سے جو حساب لگایا ہے وہ اس زمانہ کا ہے جب سونا للعہ تولہ اور چاندی ایک روپیہ کی ۱۷ ماشہ ملتی تھی" (ناشر)

Marfat.com

بقیہ نقشہ مہر امہات المومنین

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲ تولہ ۱۰ ماشہ نقرہ	[illegible]	ان کے والد کا نام حضرت عمر فاروق خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ماں کا نام زینب بنت مظعون ہے پہلے خنیس بن حذافہ کے ساتھ نکاح ہوا جب واقعہ بدر یا احد کے بعد ان کی وفات ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں شعبان ۳ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں بعہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۱۰ درہم نقرہ	ایک تولہ ۵ ماشہ [illegible] رتی نقرہ	عدم مہر [illegible]	نام ان کا ہند، والد کا نام ابو امیہ، ماں کا نام عاتکہ، پہلے ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں [illegible] ۴ھ میں وفات پائی اس کے بعد حضرت کے نکاح میں آئیں شوال ۴ھ میں [illegible] معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وفات پائی جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	[illegible] تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	[illegible]	نام ان کا برہ ہے، والد کا نام خزیمہ [illegible] ام المساکین [illegible] مشہور تھیں پہلے عبداللہ بن جحش [illegible] جب وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو حضرت [illegible] ان کے ساتھ نکاح ہوا اور [illegible] وفات پائی جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
[illegible]	[illegible] درہم نقرہ	[illegible] نقرہ	[illegible]	[illegible] حضرت فاروق [illegible] جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔

بقیہ نقشہ مہر امہات المومنین

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ دینار طلا	۱۴۰ تولہ ایک ماشہ طلا	۱۱۲ روپیہ ۱۲ پائی	ان کے والد کا نام سفیان، ماں کا نام صفیہ، پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں جب وہ مرتد ہو گیا۔ یہ ان دونوں ہجرت کرکے حبش گئی ہوئی تھیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبش کو لکھ بھیجا کہ ام حبیبہ کا نکاح میرے ساتھ کر دو انہوں نے تعمیل ارشاد کی سنہ ۶ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا اور سنہ ۴۴ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۴۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	۱۲۸ روپیہ	ان کے والد کا نام حارث، ماں کا نام ہندہ ان کا نام بھی برہ تھا۔ حضرت نے میمونہ رکھا۔ پہلے مسعود بن عمرو کے نکاح میں تھیں، پھر ابورہم کے نکاح میں آئیں ان کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذیقعدہ سنہ ۷ھ میں بمقام سرف جو کہ مکہ معظمہ سے آٹھ میل ہے ان کا نکاح ہوا اور اسی مقام میں سنہ ۵۱ھ میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں۔
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۴۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	۱۲۸ روپیہ	ان کا نام بھی برہ تھا حضرت نے جویریہ رکھا، ان کے والد کا نام حارث تھا، غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئیں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑیں حضرت نے ان کے بدلہ میں روپیہ دے کر شعبان سنہ ۵ھ میں ان کے ساتھ نکاح کیا۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ربیع الاول سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی، جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا				ان کے والد کا نام حیی بن اخطب تھا حضرت ہارون پیغمبر کی اولاد میں ہیں، پہلے یہودی تھیں، سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں پھر کنانہ بن ربیع کے ساتھ نکاح ہوا جب وہ جنگ خیبر میں قتل ہوا اور یہ قید ہو کر آئیں تو رمضان سنہ ۷ھ میں حضرت نے ان کے ساتھ نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا، یہ خاصہ حضرت کا ہے دوسرے کے لئے جائز نہیں، رمضان سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

نقشہ مہر بنات طیبات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بنت شریفہ کا نام	تعداد مہر بوزن قدیم شرعی	وزن رائج	قیمت بحساب روپیہ انگریزی	مختصر کیفیت
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں انکی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ۳۰ عام فیل میں پیدا ہوئیں انکا نکاح حضرت نے انکی خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا، حضرت زینب تو مسلمان ہوگئی تھیں مگر ان کے شوہر مشرک تھے اسوقت تک مشرک و مسلم کا باہم نکاح جائز تھا حضرت زینب ہجرت کر کے مدینہ آگئیں پھر ابوالعاص بھی مسلمان ہوگئے حضرت زینب کو آپ نے پھر ان کے حوالے کر دیا، ایک بیٹا علی نام اور ایک بیٹی امامہ ان سے پیدا ہوئیں علی نے سن بلوغ کو پہنچکر وفات پائی امامہ سے حضرت علی مرتضیٰ نے بعد حضرت فاطمہ کے نکاح کیا حضرت زینب کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں ان کی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ۳۳ عام فیل میں پیدا ہوئیں پہلے ان کا نکاح عتبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوا مگر جب اس نے ابولہب کے در غلانے سے ان کو طلاق دیدی تو ان کا نکاح حضرت عثمان غنی کے ساتھ کر دیا نکاح کے چند روز بعد رمضان ۲ھ میں وفات پائی۔ ابولہب کے در غلانے کی وجہ یہ تھی کہ سورہ تبت یدا نازل ہوئی جس میں اس کی مذمت تھی اس کو سن کر وہ جل گیا۔
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں ان کی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوا اس نے بھی حسب قصہ مذکورہ بالا اپنے باپ کے کہنے سے ان کو طلاق دیدی تب ربیع الاول ۳ھ میں حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ان کو بھی حضرت نے حضرت عثمان کے نکاح میں دیدیا انھوں نے ۹ھ میں وفات پائی۔
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	۴۸۰ مثقال نقرہ	۱۰۴ تولہ ۲ ماشہ نقرہ	معہ ۲۶ پائی	ماں ان کی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح حضرت نے صفر ۲ھ میں [illegible] علی [illegible] کیا [illegible] پیدا ہوئے حسن [illegible] حضرت حسن اور [illegible] زینب کا [illegible] عبداللہ بن جعفر کیا اور ام کلثوم کا [illegible] رمضان ۱۱ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

مہر کی مقدار واجب کا بیان

چونکہ مہر کی مقدار مختلف طور پر واجب ہوا کرتی ہے یعنی کبھی تو دس درہم کبھی مہر مسمی کبھی مہر مثل، کبھی دس درہم کا یا مہر مسمی کا نصف لہذا مناسب ہیکہ ہر مقدار کی صورتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کر دیں دس درہم واجب ہونیکی صورتیں علیحدہ ایک جگہ جمع کر دیں اور مہر مثل وغیرہ کی صورتیں علیحدہ علیحدہ تاکہ ناظرین کو مسائل کے معلوم کرنے میں آسانی ہو۔

دس درہم کے واجب ہونیکی صرف دو صورتیں ہیں (۱) مہر دس درہم مقرر کیا جائے خواہ صاف طور پر دس درہم کی تصریح کر دیجائے یا اشارۃً مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور تیرا مہر وہ ہے جس سے کم شریعت نے جائز نہیں رکھا (۲) مہر دس درہم سے کم مقرر کیا جائے گو عورت راضی ہو جائے تب بھی دس ہی درہم دینا پڑیں گے۔

مہر مسمی کے واجب ہونیکی یہ صورت ہیکہ نکاح کے وقت کوئی خاص مقدار معین کر دیگئی ہو خواہ صراحۃً معین کر دیگئی ہو مثلاً یوں کہے کہ پانچسو روپیہ مہر پر تیرے ساتھ نکاح کیا یا کوئی بات ایسی کہدے کہ اس سے کسی مقدار کا تعین ہو سکے مثلاً یوں کہے کہ فلاں شخص کے غلام کو میں نے مہر مقرر کیا تو اس صورت میں اس غلام کی قیمت دینا پڑے گی، اگر کسی شخص نے مہر میں ایسے منافع کا ذکر کیا جنپر اجرت لینا جائز ہے تو وہ مہر مسمی میں شامل ہیں مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہیکہ میرا غلام تیری خدمت کیا کریگا تو اس صورت میں اس شخص پر صرف اپنے غلام سے خدمت کرانا ضروری ہوگا۔

مہر مثل کے واجب ہونیکی سات صورتیں ہیں (۱) نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہ آیا ہو (۲) مہر کا ذکر آیا ہو مگر اس کی مقدار نہ معین کی گئی ہو مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے مہر جائز فی الشرع کی عوض میں نکاح کیا یا یوں کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر جو تو کہے منظور کیا یا جو سمجھ میں آئے گا دیدوں گا یا جو کوئی اور آدمی تجویز کرے گا دیدوں گا یا یوں کہے کہ جس قدر روپیہ مجھے اس سال یا اس مہینہ میں ملے وہ تیرا مہر ہے (۳) مہر کی مقدار معین کر دی گئی ہو مگر اس کی قسم نہ بیان کی گئی ہو، مثال کوئی شخص کسی عورت سے

عہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں تیرے ساتھ شرعی مہر پر نکاح کرتا ہوں اور عام طور پر شرعی مہر دس درہم کو کہتے ہیں تو اس صورت میں بھی مہر دس درہم ہوگا۱۲ اور ایسا ہی جبکہ عام طور پر لوگ جائز فی الشرع سے مہر مثل کو سمجھتے ہوں ۱۲ کیونکہ اس لفظ کا عام عرف میں جو معنی رائج ہونگے وہی معنی مراد لیے جائینگے ۱۲

میں نے تیرے ساتھ دس گز کپڑے یا ایک قطعہ مکان یا ایک جانور کے عوض میں نکاح کیا مگر یہ نہ بیان کیا کہ وہ کپڑا کس قسم کا ہے سوتی یا اونی یا ریشمی یا ولایتی یا دیسی اور وہ جانور کس قسم سے ہے گھوڑا ہے یا گائے یا بکری یا کیا اور مکان کس شہر کس محلہ میں ہے اس میں کتنی گنجائش ہے (۴) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال سمجھا جاتا ہو مثلاً سور یا شراب پر مہر باندھے (۵) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال ہو نہ عرفاً اس منافع میں سے ہو جنکی عوض میں مال لیا جاتا ہے مثال کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہے کہ جو قرض میرا تجھ پر آتا ہے میں ایک سال تک نہ لونگا یا یوں کہے کہ تیرا مہر یہ ہے کہ میں تجھے قرآن مجید پڑھا دوں گا یا یہ کہے کہ میں سال بھر تک تیری خدمت کرونگا یا مثلاً نکاح اس طور ہوا ہو کہ ایک شخص اپنی بہن کا نکاح دوسرے شخص سے کرے اور وہ دوسرا شخص اسکے معاوضہ میں اپنی بہن کا نکاح اس شخص سے کر دے اور یہی معاوضہ مہر قرار دیا جائے (۶) مہر کی مقدار مقرر کر کے کوئی ایسی بات کا ذکر کرے جس سے مہر کی نفی ہو جائے مثال کسی عورت سے کہے کہ ایک ہزار روپیہ مہر پر میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا مگر شرط یہ ہے کہ تو ایک ہزار روپیہ مجھے دے یا کوئی عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ پچاس اشرفی مہر پر نکاح کیا اور تیری پچاس اشرفیاں جو مجھ پر قرض ہیں میں نے معاف کر دیں (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۶-۱۵۷) مہر مثل کا ذکر نکاح میں کیا گیا ہو مثلاً عورت سے یہ کہا ہو کہ میں نے تیرے ساتھ مہر مثل کے عوض میں نکاح کیا خواہ اس مرد کو اس عورت کا مہر مثل معلوم ہو یا نہیں

مہر کی یہ مقداریں جو اوپر مذکور ہوئیں یعنی دس درہم اور مہر مسمی اور مہر مثل پوری پوری واجب ہوتی ہیں جب زوجین میں باہم خاص اختلاط یا خلوت صحیحہ کی نوبت آجائے یا دونوں میں سے کوئی مر جائے یا کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو پہلے اس کے نکاح میں تھی اور اس سے خاص اختلاط ہو چکی تھی اور پھر اس کے اس نے اس کو طلاق بائن دیدی تھی اور ابھی عدت نہیں گزرنے پائی ایسی عورت سے نکاح کرنے میں دوسرے نکاح کا پورا مہر دینا ہوگا گو اس نکاح کے بعد خاص اختلاط یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو اور اگر مذکورہ بالا امور میں سے کوئی امر نہ ہو تو ان مقداروں کا نصف دینا پڑے گا جیسا کہ ہم نصف مہر کی صورتوں میں ذکر کرتے ہیں

نصف مہر واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت مہر معین ہو چکا ہو خواہ وہ دس درہم ہوں یا اس سے کم و بیش یا مہر مثل ہو اور قبل اس کے کہ اس عورت سے خلوت صحیحہ یا خاص اختلاط

کی نوبت آئے اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے، اس صورت میں شوہر کو نصف مہر دینا ہوگا۔
مثال کسی مرد نے کسی عورت سے دس درہم چاندی یا اس قیمت کی کسی اور چیز کو مہر قرار دیکر نکاح کیا اور بعد نکاح کے قبل خلوتِ صحیحہ اور خاص استراحت کے اس عورت کو طلاق دیدی تو اب اس شخص کو پانچ درہم چاندی یا دس درہم کی قیمت والی چیز کا نصف دینا ہوگا اور اگر دس درہم سے کم مہر باندھا تھا تب بھی پانچ درہم دینا ہوں گے اور اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو جس قدر اس عورت کا مہر مثل ہوگا اس کا نصف دینا ہوگا۔

اور اگر مہر زوجہ کے حوالہ کرچکا ہے تو اب اس سے نصف مہر واپس لینے کا حق رکھتا ہے لیکن نہ جبراً بلکہ اس کی رضامندی سے یا بذریعہ حکم قاضی کے[ع] جب تک وہ عورت خود راضی ہوکر شوہر کو نصف مہر واپس نہ کردے یا قاضی کی عدالت سے واپسی کا حکم نافذ نہ ہوجائے اسوقت تک اس کل مہر کی مالک عورت سمجھی جائے گی اور اس کے تصرفات[ع] اسمیں صحیح رہیں گے۔

اگر مہر میں بعد عقد نکاح کے کچھ زیادتی پیدا ہوجائے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ زیادتی اصل کے ساتھ متصل ہے یا اس سے علیحدہ ہے متصل ہو تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ زیادتی اصل[ع] سے پیدا ہوئی ہے یا خارج سے پیدا ہوئی ہے اسی طرح جو زیادتی علیحدہ ہوگی اس کی بھی دو حالتیں ہوں گی یا تو اصل سے

[ع] یعنی قاضی کے یہاں درخواست دیجائے اور قاضی اپنے حکم سے نصف مہر واپس کرادے ۱۲ [ع] یعنی جو چیز مہر میں اسکو دی گئی ہے اگر وہ بیچ ڈالے تو یہ بیع صحیح ہوجائیگی اسی طرح اگر کسی کو ہبہ کردے تو بھی درست ہوجائے گا ۱۲ [ع] زیادتی متصل ہو اور اصل سے پیدا ہوئی ہو اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں دیا گیا ہو اور وہ جانور فربہ ہوجائے تو یہ فربہی کی زیادتی اس جانور کے ساتھ متصل ہے اور اسی سے پیدا ہوئی ہے جیسے کچھ درخت مہر میں دیئے گئے ہوں ان درختوں میں پھل آجائیں یا وہ درخت پہلے چھوٹے تھے اب بڑے ہوجائیں اور جو زیادتی متصل تو ہو مگر اصل سے پیدا نہ ہوئی ہو اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی کپڑا مہر میں مقرر کیا گیا ہو اسمیں کسی قسم کا رنگ دیدیا جائے یا مثلاً کوئی مکان مہر میں مقرر ہوا تھا اب اس میں کچھ عمارت بڑھادی جائے ان صورتوں میں زیادتی اصل کیساتھ متصل تو ہے مگر اس سے پیدا نہیں ہوئی ہے اور جو زیادتی علیحدہ ہو مگر اصل سے پیدا ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں مقرر کیا تھا اب اس کے بچہ پیدا ہوجائے اور زیادتی علیحدہ ہو اور اصل سے پیدا نہ ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی زمین مہر میں دی تھی اس میں غلہ پیدا ہوا اور وہ غلہ کاٹ لیا جائے، یا کوئی مکان مہر میں مقرر کیا تھا اس کے کرایہ میں کچھ روپے وغیرہ ملے ۱۲۔

پیدا ہوئی ہوگی یا خارج سے یہ چار صورتیں ہوئیں ان چاروں صورتوں میں اگر قبل اس کے پیدا ہوئی ہوں کہ زوجہ کا قبضہ مہر پر کرایا جائے تو جن صورتوں میں زیادتی اصل سے پیدا ہوئی ہے ان میں اصل مہر کے ساتھ زیادتی کی بھی تنصیف کرکے اس کا نصف ہی زوجہ کو ملے گا اور باقی دو صورتوں میں زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی اور اگر یہ چاروں صورتیں قبضہ کے بعد پیدا ہوئی ہوں تو کسی صورت میں زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی یعنی صرف مہر کا نصف شوہر کو ملے گا زیادتی سے اس کو کچھ نہ ملے گا یہ سب صورتیں اس وقت جاری ہوں گی کہ جب زیادتی قبل طلاق کے پیدا ہوئی ہو اور اگر یہ زیادتی بعد طلاق کے پیدا ہوئی ہو تو ابھی دیکھنا چاہئے کہ وہ زیادتی قبل قبضہ زوجہ کے پیدا ہوئی ہے یا بعد قبضہ کے اگر قبل قبضہ کے پیدا ہوئی ہو تو اس زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی، اور اگر بعد قبضہ کے پیدا ہوئی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ قبل فیصلہ قاضی کے پیدا ہوئی ہے یا بعد فیصلے کے اگر بعد فیصلہ کے پیدا ہوئی ہے تب بھی اس زیادتی کی تنصیف کی جائیگی اور اگر یہ زیادتی قبل فیصلہ کے پیدا ہوئی ہو تو اس صورت میں اس زیادتی کا وہی حکم ہے جو بیع فاسد میں کسی زیادتی کا بعد قبضہ مشتری کے ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۶۶)

اگر مہر میں بعد عقد کے کچھ نقصان پیدا ہو جائے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ نقصان کسی آسمانی آفت کے سبب سے پیدا ہوا ہے یا شوہر[۱] کے فعل سے یا زوجہ[۲] کے فعل سے یا اجنبی[۳] کے فعل سے یا خود مہر کے فعل[ع۲] سے۔ یہ کل پانچ صورتیں ہوئیں، یہ صورتیں اگر قبل اس کے پیدا ہوئی ہوں کہ قبضہ مہر پر کرایا جائے تو پہلی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس ناقص مہر کا نصف لے لے چاہے اس کی اس قیمت کا نصف شوہر سے لیے جو عقد کے وقت تھی، اور دوسری صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس مہر ناقص کا نصف اور نقصان کا [illegible] شوہر سے لے چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف شوہر سے لے لے، تیسری صورت میں شوہر کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص چیز کا ایک نصف اپنے پاس رکھے اور دوسرا نصف زوجہ کو دے

ع۱ یعنی اگر وہ زیادتی متصل ہے اور اصل سے پیدا نہیں ہوئی تو اس زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی [illegible] نصف شوہر کو واپس دلایا جائے گا ع۲ خود مہر کے فعل سے نقصان پیدا ہو جانے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کوئی غلام مہر میں دیا گیا ہو وہ غلام چوری کرے اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے یا مہر میں کوئی جانور دیا گیا ہو وہ کسی کوئیں یا تالاب میں خود گر پڑے اور مر جائے تو یہ نقصان خود مہر کے فعل سے پیدا ہوا ۱۲

Marfat.com

اور چاہے وہ کل مہر ناقص زوجہ کے حوالہ کرے اور زوجہ سے اسکی اس قیمت کا نصف لیلے جو نقصان
پہنچانیکے وقت میں اسکی تھی چوتھی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص مہر کا نصف
لیلے اور نقصان کا معاوضہ اس اجنبی سے لے اور چاہے اسکی اصلی قیمت کا نصف شوہر سے لے
پانچویں صورت کا وہی حکم ہے جو دوسری صورت کا ہے اور اگر یہ پانچوں صورتیں قبضہ کے بعد پیدا ہوئی
ہوں تو پہلی، تیسری اور پانچویں صورت میں خواہ قبل طلاق کے پیدا ہوئی ہوں یا بعد طلاق کے بشرطیکہ
قبل فیصلۂ قاضی کے ہوں، شوہر کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص مہر کا نصف لیلے اور چاہے اسکی اس
قیمت کا نصف زوجہ سے لے جو قبضہ کے وقت اسکی تھی اور اگر یہ صورتیں بعد طلاق کے اور بعد فیصلہ
قاضی کے پیدا ہوئی ہوں تو شوہر کو اس ناقص مہر کا نصف اور نقصان کا تاوان زوجہ سے دلایا جائے
اور دوسری صورت میں شوہر کو اختیار ہے کہ اس ناقص مہر کا نصف لیلے چاہے اس کی اصلی
قیمت کا نصف زوجہ سے لے، چوتھی صورت میں شوہر کو اس کی اصلی قیمت کا نصف زوجہ سے
دلایا جائیگا (بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۵)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت معین نہ کیا گیا ہو اس کو اختیار ہے چاہے اپنے شوہر
سے کہکر باہم رضامندی سے کوئی مقدار مہر کی مقرر کرالے چاہے قاضی کی عدالت میں تعین
مہر کی درخواست دیکر قاضی سے -

قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی طرف سے مہر کی کوئی مقدار مقرر کرکے شوہر کو اسکو قبول کرنے پر مجبور کرے
بلکہ اسکو چاہیئے کہ زوجین کی رضامندی سے کوئی مقدار مقرر کرے اور اگر زوجین میں باہم اختلاف ہو
ایک مقدار پر دونوں راضی نہوتے ہوں مثلاً شوہر کہتا ہو کہ پانچسو روپیہ مقرر کیا جائے اور عورت کہتی ہو ہزار
روپیہ مقرر کیا جائے تو ایسی حالت میں قاضی کو چاہیئے کہ اس عورت کا مہر مثل دریافت کرے اور جس
قدر اس کا مہر مثل ہو اسی قدر اس کا مہر مقرر کردے (بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۹)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت بھی معین نہ ہوا ہو اور بعد نکاح کے تراضی طرفین سے یا
قاضی سے بھی کوئی مقدار معین نہ ہوئی ہو ایسی عورت کو اگر اس کا شوہر قبل خلوت صحیحہ اور خاص اتحاد
کے اس عورت کو طلاق دیدے تو ایسی حالت میں شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ اس عورت
کے مہر مثل کا نصف اس عورت کو دیدے بلکہ اس کے ذمہ صرف اسقدر واجب ہے کہ ایک جوڑا

Marfat.com

کپڑا اس عورت کیلئے بنادے یا اسکی قیمت اسکے حوالہ کرے۔ ان کپڑوں کی تعداد ہر شہر کے دستور کے موافق ہونی چاہیئے اور ان کپڑوں کی قیمت پانچ درہم سے کم نہ ہو اور نہ [illegible] عورت کے مہر مثل کے نصف سے زیادہ ہو اور زوجین کی حالت کے مناسب ہو یعنی اگر دونوں امیر ہوں تو اعلیٰ درجہ کا [illegible] غریب ہوں تو ادنیٰ درجہ کا اور اگر کوئی غریب اور کوئی امیر ہو تو متوسط درجہ کا۔ ان کپڑوں کے بنا دینے کو یا ان کی قیمت دینے کو متعہ[۵] کہتے ہیں۔

مسئلہ: جس عورت کا مہر نکاح کے بعد معین ہوا ہو خواہ تراضی طرفین سے یا حکم قاضی سے اس عورت کو اگر قبل خلوت صحیحہ اور قبل مقاربت کے طلاق دیدی جائے تو اس کے مہر کی تنصیف نہ ہوگی بلکہ پورا مہر اس عورت کو دلایا جائے گا اور اگر [illegible] ہے تو اس کو نصف مہر [illegible] نہ دلایا جائے گا۔

مسئلہ: شوہر کو اختیار ہے کہ نکاح کے وقت جس قدر مہر معین ہوا ہے نکاح کے بعد اسکی مقدار بڑھادے اگر یہ بڑھائی ہوئی مقدار اسکے ذمہ اسی وقت سے واجب الادا سمجھی جائیگی جبکہ عورت اسی مجلس میں اس زیادتی کو قبول کرے اور اگر وہ نابالغہ ہو تو اس کا ولی قبول کرے۔ اگر اس عورت کو قبل خلوت صحیحہ اور قبل مقاربت کے طلاق دیجائے تو اس زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی تنصیف صرف اسی مقدار کی ہوگی جو نکاح کے وقت معین ہو چکی ہے۔

مسئلہ: عورت کو اختیار ہے کہ اپنے مہر کا کوئی جزو یا کل معاف کردے شوہر اس معافی کو قبول کرے یا نہ کرے ہر حالت میں اس کا معاف کرنا صحیح ہو جائے گا یعنی اب شوہر کے ذمہ وہ معاف کردہ مقدار واجب الادا نہ رہے گی ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ عورت خود اپنی ذات سے معاف کرے اس کے ولی کا معاف کرنا معتبر نہیں گو وہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر عورت منظور کرے تو پھر صحیح ہو جائے گا۔ اگر کسی نابالغہ عورت کا باپ اس کی طرف سے

---

[۵] اس مقام پر فقہا نے بہت اختلاف کیا ہے بعض نے لکھا ہے کہ صرف شوہر کی حالت کے موافق یہ لباس بنانا چاہیئے بعض نے لکھا ہے کہ عورت کی حالت کا لحاظ کیا جائے مگر صحیح یہی قول ہے کہ دونوں کی حالت کا لحاظ رکھنا چاہیئے [illegible] متعہ وہ نہیں [illegible] اہل سنت کے شیعہ قائل ہیں اسکو نکاح متعہ یا متعۃ النساء کہتے ہیں [illegible] متعہ کے معنی عورت کے لباس بنا دینا ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا جناح علیکم ان طلقتم النساء من قبل ان تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ۔ ترجمہ: اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو [illegible] ان کیلئے مہر مقرر کیا ہو اور تم ان کو متعہ [illegible] مالدار پر اس کی حیثیت کے موافق اور غریب پر اس کی حیثیت کے موافق [illegible]

مہر معاف کر دے تو صحیح نہیں۔

مسئلہ: جو تفریق کہ شوہر کی طرف سے ہوئی ہو اور عورت کی طرف سے اس کا ہونا ممکن نہ ہو اس تفریق کا شمار طلاق میں ہے مثال۔ لعان کی وجہ سے تفریق ہو گئی یا شوہر کے عنین یا خصی ہونے کے سبب سے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر کے تفریق کرا لی گئی، یا مثلاً معاذ اللہ شوہر مرتد ہو گیا، اور جب اس سے مسلمان ہو جانیکو کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا یا اس نے اپنی بی بی کی بیٹی یا ماں کی نفسانی خواہش کے جوش میں تقبیل کر لی ان سب صورتوں میں تفریق طلاق سمجھی جائیگی اور شوہر کے ذمہ مہر یا متعہ دینا واجب ہوگا ہاں اگر تفریق عورت کی طرف سے ہوئی ہو مثلاً عورت مرتدہ ہو گئی یا شوہر کے غیر کفو ہونے کے سبب سے اس نے یا اس کے ولی نے تفریق کرا لی یا عورت نے اپنے شوہر کے بیٹے کی نفسانی خواہش کے جوش میں تقبیل کر لی تو شوہر کے ذمہ مہر یا متعہ واجب ہوگا اگر کسی مرد کا نکاح نابالغی کی حالت میں اس کے ولی نے کر دیا تھا بعد بالغ ہونیکے اس نے اس سے نکاح کرنا منظور نہ کیا تو یہ منظور نہ کرنا طلاق نہ سمجھا جائے گا اور مہر یا متعہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: مہر اگر از قسم نقد ہو یعنی چاندی سونے کی قسم سے ہو تو یہ شوہر کو اختیار ہے چاہے چاندی سونا دے چاہے اس کی قیمت[عہ] دے، اور اگر مہر چاندی سونے کی قسم سے نہ ہو بلکہ اور کسی قسم کا مال ہو تو اگر وہ سامنے موجود تھا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہو کہ یہ چیز مہر ہے یا اور کسی طریقے سے اس کی پوری تعیین کر دی جائے، مثلاً جانور کو مہر قرار دیا ہو تو اس کی قسم بیان کر دے کہ گھوڑا ہے یا بھینس اور اس کا پورا حلیہ بیان کر دے یا مکان کو مہر قرار دیا ہو تو اس کا عرض طول اور مقام اور حدود اربعہ وغیرہ بیان کر دے تو ایسی حالت میں خاص وہی چیز دینا پڑے گی اور اسکی تعیین نہیں کی گئی تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز مکیل[عہ] اور موزون ہے یا نہیں اگر مکیل و موزون نہیں ہے تو اس کی قسم بیان کر دی گئی ہو مثلاً جانور کو مہر قرار دیا گیا ہو تو یہ بیان کر دیا ہو کہ وہ گھوڑا ہے

عہ یعنی اگر نکاح کے وقت مہر معین ہو گیا تھا تو مہر اور جو مہر نہ معین ہوا ہو تو وہ متعہ واجب ہوگا ۱۲ عہ مگر قیمت اسکی اسی حساب سے دینا پڑے گی جو نکاح کے وقت اسکی تھی مثلاً کسی نے ۵ تولہ سونا مہر میں مقرر کیا تھا اور اس وقت ۵ تولہ سونے کی قیمت ایکسو پچیس ۱۲۵ روپیہ تھی تو اب اگر قیمت دے تو ایکسو پچیس دے خواہ اب سونا ارزاں ہو گیا ہو یا گراں ۱۲ عہ عرب میں کچھ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں جیسے غلہ اور میوہ جات اور کچھ چیزیں تول کر بیچی جاتی تھیں، جو چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں ان کو مکیل کہتے ہیں اور جو تول کر بیچی جاتی تھیں ان کو موزون کہتے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

ایسی حالت میں شوہر کو اختیار ہوگا چاہے وہ چیزیں متوسط درجہ کی دے کر مہر دے چاہے ان [illegible]
متوسط درجہ کی قیمت زوجہ کے حوالے کردے **مثال**:۔ کسی شخص نے [illegible]
سوتی کپڑے کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا تو شوہر کو اختیار ہے چاہے [illegible]
متوسط درجہ کا مول لیکر دیدے چاہے اسکی قیمت حوالہ کرے، متوسط درجہ سے [illegible]
کئی قسم کے رائج ہوں مثلاً گاڑھا، نین سکھ، تپ زیب وغیرہ۔ ان قسموں میں جو قسم متوسط درجہ [illegible]
کی قیمت ایسی کی نہ سب سے بڑھکر ہو اور نہ سب سے گھٹ کر وہ کپڑا لیکر دیدے اور اگر وہ چیز کیل [illegible]
اور اس کی قسم بیان کردیگئی ہو مثلاً غلہ کو مہر قرار دیا ہوا اور یہ بیان کردیا ہو کہ وہ غلہ گیہوں [illegible]
شوہر کو اختیار رہے گا چاہے متوسط درجے کے گیہوں مول لیکر مہر میں دیدے چاہے [illegible]
حوالہ کرے (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)

مسئلہ اگر مہر میں دو چیزیں ذکر کی جائیں ایک معلوم ہوا اور ایک مجہول مثلاً کوئی [illegible]
میں نے ایک ہزار روپیہ اور ایک کپڑے کے عوض میں تجھ سے نکاح کیا تو ایسی حالت میں [illegible]
خاص استراحت کے طلاق دیدے تو شوہر کے ذمہ متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد خلوت [illegible]
استراحت کے طلاق دے تو دیکھنا چاہیے کہ مہر دے چکا یا نہیں اگر [illegible]
چکا اور اگر نہیں دیا تو مہر مثل واجب ہوگا (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)

مسئلہ مہر میں قرض کا حوالہ بھی دینا جائز ہے خواہ وہ قرض کسی اور شخص [illegible]
مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور [illegible]
فلاں شخص پر قرض ہے اسکو میں مہر قرار دیتا ہوں اس صورت میں اگر [illegible] قرض ہوگا تو زوجہ کو
اختیار رہیگا چاہے اپنے مہر کا مطالبہ اس قرضدار سے کرے چاہے اپنے شوہر سے اسکا مطالبہ کرے
مسئلہ اگر مہر میں علاوہ مال کے کوئی ایسی بات [illegible]

[illegible]

نفع ہو اور وہ نفع شریعت میں جائز ہو اور نکاح کے لوازم میں سے نہ ہو تو ایسی حالت میں اگر شوہر اس شرط کو پورا کر دیگا تو مال کی وہی مقدار دینا پڑے گی جو مہر میں معین ہو چکی ہے اور اگر اس شرط کو پورا نہ کرے گا تو اس کے ذمہ مہر مثل واجب ہو جائے گا بشرطیکہ مہر مثل اس مقرر کی ہوئی مقدار سے کم نہ ہو۔ **مثال** کسی مرد نے کسی عورت سے ایکہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ عورت کو اس کے وطن سے باہر نہ لیجائے گا یا یہ کہ اسکو اسکے ماں باپ کے گھر سے جدا نہ کرے گا یا اس شرط پر کہ اس کے بھائی کے ساتھ اپنی بہن کا عقد کر دیگا یا یہ شرط کہ میں تیری زندگی میں دوسرا عقد نہ کروں گا یا یہ شرط کہ میری جو دوسری بی بی ہے اسکو طلاق دیدونگا ان سب صورتوں میں اگر شوہر ان شرائط کو پورا کر دے گا تو اس کو وہی ایکہزار روپیہ دینا ہوگا جو مہر میں ٹھیرا یا چکا ہے اور اگر شوہر ان شرائط کو پورا نہ کرے گا تو اس کو مہر مثل دینا پڑے گا خواہ مہر مثل ایکہزار ہو یا ایکہزار سے زیادہ ہاں اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہو تو اس صورت میں پھر وہی ایکہزار دینا پڑے گا۔

مسئلہ اگر نکاح کے وقت مہر کی دو مقداریں ذکر کیجائیں ایک کم اور ایک زیادہ اور کوئی شرط بیان کی جائے کہ اگر یہ شرط پائی جائے گی تو یہ زیادہ مقدار دی جائے گی ورنہ یہ کم مقدار تو ایسی حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور اگر نہ پائی جائے گی تو مہر مثل واجب ہوگا بشرطیکہ مہر مثل اس مقدار سے کم نہ ہو اور اس زائد مقدار سے زیادہ نہ ہو۔ **مثال** کسی مرد نے کسی عورت سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور اگر تو اپنے گھر میں رہے گی تو ایک ہزار روپیہ مہر دوں گا اور جو میرے ساتھ رہے گی تو دو ہزار روپیہ یہ شرط کی کہ تو اگر باکرہ ہے تو دو ہزار روپیہ مہر ورنہ ایک ہزار تو اس صورت میں اگر یہ شرط پائی جائے یعنی وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا باکرہ ہو تو دو ہزار مہر اس کو ملے گا ورنہ مہر مثل ہاں اگر مہر مثل ایکہزار سے کم ہو تو پھر ایک ہی ہزار اس کو ملے گا یا دو ہزار سے زیادہ

ع۵ صاحبین کے نزدیک اگر وہ شرط نہ پائی جائے تو مہر کی کم مقدار واجب ہوگی مگر امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلہ میں تفریق کر دی ہے کہ اگر وہ بدیہی نہیں ہے تو پائی جائیگی صورت میں وہ شرط صحیح ہو جائیگی اور نہ پائی جائیگی صورت میں اس شرط کا اعتبار نہیں اور اگر وہ شرط بدیہی ہے تو دونوں صورتوں میں اسکا اعتبار کیا جائیگا اس تفریق کی مصلحت یہ ہے کہ جب بدیہی ہوگی تو اس میں کسی طرح کا جھگڑا نہیں ہو سکتا اور اگر بدیہی نہ ہو تو اس میں جھگڑا پڑے گا لہذا ایسی تدبیر کی گئی جس میں جھگڑے کی نوبت ہی نہ آئے ۱۲۔

Marfat.com

تو پھر وہی دو ہزار ملے گا دو ہزار سے زائد نہ ملے گا۔

ہاں اگر وہ شرط ایسی بدیہی ہو کہ ہر شخص دیکھتے ہی معلوم کرے کہ شرط پائی جاتی ہے یا نہیں تو اس حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور نہ پائی جائے گی تو کم مقدار واجب ہوگی مثال کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور کہا کہ اگر تو حسین ہے تو دو ہزار مہر دوں گا ورنہ ایکہزار یا یہ کہا کہ اگر تو جوان ہے تو دو ہزار ورنہ ایکہزار تو اس صورت میں اگر وہ عورت حسین ہوگی یا جوان ہوگی تو دو ہزار مہر اس کو ملے ورنہ ایکہزار کیونکہ حسین ہونا یا نہ ہونا، یا جوان ہونا ہر شخص دیکھکر معلوم کر سکتا ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۰۵)

مسئلہ ۱۲ اگر مہر کی ایک ہی مقدار ذکر کرے اور اس مقدار کو کسی چیز پر مشروط کرے تو وہ شرط لغو ہو جائے گی اور جسقدر مہر طے ہو گیا ہے دینا پڑے گا مثال کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس سے یہ کہے کہ تیرا مہر ایکہزار روپیہ ہے بشرطیکہ تو باکرہ ہو یا بشرطیکہ تو جوان ہو تو ایسی حالت میں اس شخص کو پورا ایکہزار روپیہ مہر دینا پڑے گا گو وہ عورت باکرہ یا حسینہ نہ ہو۔

مسئلہ اگر زوجین مہر کے بارہ میں اختلاف کریں ایک کہے کہ نکاح کے وقت مہر کا کچھ ذکر نہیں آیا اور دوسرا کہے کہ مہر کا ذکر آیا تھا اور یہ مقدار مقرر ہوئی تھی تو ان میں سے جو شخص مہر کے معین ہو جانیکا دعویٰ کرتا ہے اس سے ثبوت طلب کیا جائے اگر وہ ثبوت پیش کر دے تو قاضی کو چاہیئے کہ اسکے موافق فیصلہ کرے اور اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکے تو جو شخص مہر کی تعین کا اقرار کرتا ہے اس سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف پر راضی نہ ہو تو جھوٹا سمجھا جائیگا اور اگر راضی ہو جائے اور حلف اٹھائے تو زوجہ کو مہر مثل شوہر سے دلایا جائے گا۔

اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف کریں یا ایک کہے کہ مہر ایکہزار روپیہ تھا اور دوسرا کہے کہ دو ہزار تھا اور یہ اختلاف بحالت قیام نکاح کے ہوا ہو یا بعد طلاق کے ہوا ہو مگر خاص استراحت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو دیکھا جائیگا کہ مہر مثل کس کی تائید کرتا ہے اگر مہر مثل شوہر کی تائید کرے یعنی جس قدر مہر اس نے بیان کیا ہے مہر مثل اسی قدر ہو یا اس سے کم ہو تو شوہر کا قول مان لیا جائیگا اور اگر عورت کی تائید کرتا ہو یعنی جس قدر مہر اس نے بیان کیا ہے مہر مثل اسی قدر ہو یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اگر مہر مثل کسی کی تائید نہ کرے یعنی شوہر کی

Marfat.com

بیان کی ہوئی مقدار سے زیادہ ہو اور عورت کی بیان کی ہوئی مقدار سے کم ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب کیا جائے، اسی طرح اگر مہر مثل نا معلوم ہو تب بھی شوہر کے ذمہ مہر مثل واجب ہوگا اور اگر انہیں سے کوئی اپنے قول کا ثبوت پیش کر دے تو اسی کا قول مان لیا جائیگا خواہ مہر مثل اس کی تائید کرتا ہو یا نہیں اور اگر دونوں اپنے اپنے قول کا ثبوت پیش کر دیں تو مہر مثل جس کی تائید نہ کرتا ہو اسکا قول مان لیا جائے گا مہر مثل اگر شوہر کی تائید کرتا ہو تو عورت کا قول مانا جائے گا اور اگر عورت کی تائید کرتا ہو تو شوہر کا قول مانا جائے گا، اور اگر یہ اختلاف بعد طلاق کے واقع ہوا ہو اور خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی اس وقت تک نوبت نہ آئی ہو تو دیکھا جائیگا کہ متعہ مثل[1] کس کی تائید کرتا ہے اگر شوہر کی تائید کرتا ہو یعنی متعہ مثل شوہر کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کی برابر ہو یا اس سے کم تو شوہر کا قول مان لیا جائیگا اور اس کی بیان کی ہوئی مقدار کا نصف مہر اس سے دلایا جائے گا، اگر متعہ مثل عورت کے قول کی تائید کرتا ہو یعنی اس کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کے برابر ہو یا اس سے زیادہ تو عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اس کی بیان کی ہوئی مقدار کا نصف مہر شوہر سے دلایا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعوی کا ثبوت پیش کر دے گا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اگر دونوں اپنے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کر دیں تو متعہ مثل جس کی تائید کرتا ہو اسی کا قول مانا جائے گا اور اگر متعہ مثل کسی کے قول کی تائید نہ کرتا ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور بعد اس کے متعہ مثل شوہر کے ذمہ واجب کر دیا جائے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کسی خاص چیز کو مہر نہ بیان کیا جائے اور اگر کوئی خاص چیز مہر میں بیان کی جائے مثلاً شوہر کہے کہ میں نے یہ گھوڑا مہر میں مقرر کیا تھا اور عورت کہے کہ نہیں یہ گائے مہر میں مقرر کیگئی تھی تو ایسی حالت میں متعہ مثل کی تائید کی کچھ ضرورت نہیں شوہر کے ذمہ متعہ[2] واجب ہو جائے گا اور اگر زوجین مر چکے ہوں اور ان میں خاص استراحت کی نوبت نہ آئی ہو اور ان کے ورثار باہم اختلاف کریں تو یہ اختلاف اگر اصل مہر میں ہے ایک کہتا ہے کہ مہر مقرر ہوا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ مہر کا ذکر ہی نہیں آیا جو منکر ہے اسی کی بات

---

[1] متعہ مثل سے مراد وہ متعہ ہے جو اس عورت کے باپ کے خاندان کی عورتوں کا ہو اور اگر ان عورتوں کو متعہ لینے کی نوبت نہ آئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر ان کو متعہ دیا جاتا تو کس قیمت کا متعہ دیا جاتا ۱۲ [2] یعنی متعہ مثل نہ واجب ہوگا بلکہ بطور خود اپنی اور اس عورت کی حیثیت کے مناسب اس کو متعہ دینا چاہیئے خواہ وہ متعہ متعہ مثل سے قیمت میں کم ہو یا زیادہ یا مساوی۔ ۱۲۔

مانی جائیگی اور مہر مثل شوہر کے وارثوں سے زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائیگا اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا ہے تو شوہر کے وارثوں کی بات قبول کیجائے گی اور اگر زوجین میں خاص استراحت کے وقت کچھ حصہ مہر کا دیدیا جائے تو حکم سابق بدستور باقی رہیگا اور اگر اس شہر کا یہ دستور ہو کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے زوجہ کو ضرور دیدیا جاتا ہو تو جسقدر دینے کا دستور ہو مثلاً چوتھائی مہر دینے کا دستور ہو تو اس قدر حصہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائیگا **مثال**:۔ شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر پانچسو مقرر ہوا تھا اور زوجہ کے وارث کہتے ہوں کہ ایکہزار اور زوجین میں خاص استراحت ہو چکی ہو اور اس شہر کا یہ دستور ہو کہ قبل استراحت کے چوتھائی مہر زوجہ کو دیدیا جاتا ہے تو ایسی حالت میں زوجہ کے وارثوں کو تین سو پچھتر روپیہ دلایا جائیگا اور اگر مثال مذکور میں شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہی نہیں ہوا تھا اور عورت کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہو چکا تھا تو اب مہر مثل کا چوتھائی حصہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائیگا۔

مسئلہ[۱۴] مہر کے ادا ہونیکے لیئے یہ شرط نہیں کہ دیتے وقت یہ بھی بتلادے کہ یہ مہر ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کوئی چیز بھیجے اور یہ نہ بیان کرے کہ کس طور بھیجتا ہے آیا بطور مہر کے یا تحفۃً اور نیت یہی ہو کہ بطور مہر کے بھیجتا ہوں تو یہ چیز مہر میں محسوب ہو گی۔

ہاں اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے، شوہر کہے کہ میں نے وہ چیز مہر میں بھیجی تھی اور زوجہ کہے کہ نہیں بطور تحفہ کے بھیجی تھی اور وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی نہ ہو تو دونوں سے اپنی اپنی بات کا ثبوت طلب کیا جائے، اگر دونوں ثبوت پیش کر دیں تو زوجہ کا ثبوت مان لیا جائے اور اگر زوجہ ثبوت نہ پیش کر سکے اور شوہر پیش کر دے تو اسکا ثبوت مان لیا جائے اور اگر دونوں ثبوت نہ پیش کر سکیں تو شوہر سے حلف لیا جائے اور اگر وہ حلف اٹھائے تو اسی کی بات مان لیجائے اب اگر وہ چیز موجود ہو تو زوجہ کو اختیار ہے چاہے تو اس چیز کو واپس کر دے اور کہدے کہ میں اس چیز کو مہر میں منظور نہیں کرتی۔ اور اگر وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی ہو تو اس صورت میں زوجہ کی بات مانی جائے گی مگر پہلے اس سے حلف لیا جائے گا۔

ف جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قایم رہ سکتی ہیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی

Marfat.com

رہ کر بیجا ئینگی، جیسے گھی، شہد، بعض بعض میوہ جات مثل بادام، پستہ اور کشمش وغیرہ کے اور جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قایم نہیں رہ سکتیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی کہی جائیں گی جیسے روٹی گوشت اور دودھ دہی وغیرہ۔

مسئلہ اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو کوئی چیز بھیجی اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے یہ چیز مہر میں بھیجی ہے اور شوہر یہ کہتا ہے کہ نہیں میں نے امانت کے طور پر رکھائی ہے تو اس صورت میں دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز از قسم مہر ہے یا نہیں اگر از قسم مہر ہو تو زوجہ کی بات مان لیجائیگی اور وہ چیز اسکو مہر میں دلا دی جائیگی ورنہ شوہر کی بات مان لیجائیگی اور شوہر اگر چاہے تو اس چیز کو واپس لیلے **مثال** مہر میں ایک گھوڑا سو روپیہ کی قیمت کا مقرر ہوا تھا شوہر نے ایک گھوڑا اسی قیمت کا اپنی زوجہ کو بھیجا پس اس صورت میں اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گھوڑا مجھے مہر میں ملا ہے اور پھر شوہر کو واپس نہ دے تو درست ہے اور اگر شوہر نے گائے بھیجی تو اب اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گائے مجھے مہر میں ملی ہے تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔

مسئلہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو بامید نکاح کچھ دے جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں دستور ہے کہ نسبت ہو جانے کے بعد اور یوں بھی وقتاً فوقتاً شوہر کی طرف سے کچھ چیزیں منسوبہ کے گھر میں بھیجی جاتی ہیں اور کہیں کہیں یہ دستور ہے کہ نسبت سے یا اس کے بعد منسوبہ کے لئے کچھ زیورات بھی بنوا کر بھیجے جاتے ہیں، لہذا اگر وہ عورت خود یا اس کا ولی نکاح کرنے سے انکار کر جائے تو شوہر کو اختیار ہے کہ جو چیزیں اسے مہر میں دی ہیں وہ اگر موجود ہوں تو خود انھیں کو واپس کرلے اور اگر وہ چیزیں موجود نہ ہوں تو ان کی قیمت اور جو چیزیں بطور تحفہ کے بھیجی ہوں وہ اگر موجود ہوں تو انکو واپس لے سکتا ہے اور اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیزیں میرے پاس بطور ودیعت کے بھیجی تھیں اور شوہر یہ کہے کہ میں نے ودیعت کی نیت سے نہیں

ف۔ یعنی ان چیزوں کا مہر میں ہونا باتفاق زوجین ثابت ہو یا صرف شوہر ان چیزوں کے مہر میں ہونیکا دعویٰ کرتا ہو اور اس کا قول قاعدہ مذکورہ بالا کے موافق قابل قبول ہو ۱۲ منہ گو یہ چیزیں استعمال میں آکر خراب ہو گئی ہوں ۱۲ منہ ودیعت امانت کو کہتے ہیں عورت کو اس امر کے دعویٰ کرنے میں کہ یہ چیزیں بطور امانت کے میرے پاس بھیجی تھیں یہ فائدہ ہیکہ اسکو تاوان نہ دینا پڑے گا یعنی امانت اگر ہلاک ہو جائے تو اسپر تاوان نہیں آتا بخلاف اس کے اگر وہ چیزیں اور مہر کیلئے مانی جائیں تو صورت ہلاک ہو جانے کے ان کا تاوان دینا پڑے گا۔ (ردالمحتار)

Marfat.com

بھیجی تھیں بلکہ میں نے مہر میں بھیجی تھیں تو اگر وہ چیزیں از قسم مہر ہوں تو شوہر کا دعویٰ ورنہ عورت کا دعویٰ قابل قبول ہے۔

مسئلہ ۱۷ اگر کوئی شخص اپنی بی بی پر کچھ خرچ کرے اور بعد کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ نکاح فاسد تھا مثلاً ان دونوں میں رضاعت کا کوئی رشتہ ثابت ہو جائے تو ایسی حالت میں شوہر نے اگر قاضی کی تجویز سے اسپر خرچ کیا تھا تو اسکو اس خرچ کے واپس کر لینے کا اختیار ہے اور اگر بغیر تجویز قاضی کے کیا تھا تو کچھ اختیار نہیں (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

مسئلہ ۱۸ عورت کو جو چیزیں بطور جہیز کے ماں باپ کے گھر سے ملتی ہیں ان کی مالک وہی عورت ہے اور جہیز میں دی ہوئی چیزوں کے واپس لینے کا اختیار ماں باپ وغیرہ کو نہیں ہے نہ ان کے بعد کوئی ان کا وارث ان چیزوں کو واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ ماں باپ نے ان چیزوں کو صحت کی حالت میں اسکے نامزد کر دیا ہو مثلاً اسکے بچپن میں ان چیزوں کو اسکے جہیز کے لیے خریدا ہو، اگر جہیز میں دی ہوئی چیزوں کی نسبت دولہن کا باپ کہے کہ میں نے یہ چیزیں جہیز میں نہیں دیں بلکہ عاریۃً دی تھیں تو ایسی حالت میں اس شہر کا اور اسکی قوم کا دستور دیکھنا چاہیے اگر وہاں اسکی قوم میں عاریۃً دینے کا دستور نہ ہو تو باپ کی بات نہ مانی جائیگی اور اگر عاریۃً دینے کا بھی دستور ہو تو باپ سے حلف لیکر اسکی بات مان لی جائیگی اور جن جن چیزوں کی نسبت وہ کہتا ہیکہ میں نے عاریۃً دی تھیں وہ چیزیں اسکو واپس دلادی جائینگی۔

مسئلہ ۱۹ اگر کسی عورت کو اسکے ماں باپ بالکل جہیز نہ دیں یا بہت قلیل دیں جو شوہر کے یہاں سے آئی ہوئی چیزوں کے مناسب نہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر کو یہ اختیار نہیں ہیکہ جو کچھ اس نے بھیجا تھا اس کو واپس لے لے یا دولہن کے ماں باپ سے جہیز کا مطالبہ کرے (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۹۵)

مسئلہ ۲۰ عورت پر اگر جبر کر کے مہر معاف کرالیا جائے تو درست نہیں حالت مجبوری کی معافی قابل اعتبار نہیں، مجبور کرنے کا یہ مطلب ہیکہ درصورت نہ معاف کرنیکے اس کو مار پیٹ کا یا اور کسی قسم کی بے عزتی کا خوف دلایا جائے اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے مرض موت میں مہر معاف کرے تو بھی درست نہیں ہے، اسیطرح اگر کسی عورت سے عبارت معافی مہر کی کسی ایسی زبان میں لکھوالیجائے

جس کو وہ نہ جانتی ہو تب بھی معافی درست نہ ہوگی (بحر الرائق جلد ۳ صہ ۱۶۱، ۱۶۲)

نکاح فاسد و باطل کا بیان

نکاح فاسد و باطل کی تعریف تو ہم مقدمہ عہ میں بیان کر چکے ہیں اب یہاں اسکی صورتیں اور اس کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) نکاح فاسد میں جو مہر مقرر کیا جائے وہ نہیں واجب ہوتا بلکہ ہمیشہ مہر مثل واجب ہوا ہو اگر

(۲) نکاح فاسد میں خلوت صحیحہ قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے یعنی اگر نکاح فاسد کی منکوحہ کو قبل خاص استراحت کے طلاق دیدی جائے گو خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو تو اس عورت پر عدت واجب نہ ہوگی۔

(۳) نکاح فاسد میں اگر قبل خاص استراحت کے طلاق دیدے تو شوہر کے ذمہ از قسم مہر کچھ نہ واجب ہوگا۔

(۴) نکاح فاسد میں بعد خاص استراحت کے اگر طلاق دیدی جائے تو مہر مثل واجب ہوگا خواہ مہر معین ہو چکا ہو یا نہیں فرق صرف اسقدر ہے کہ اگر مہر مقرر ہو چکا ہو تو مہر مثل اس سے زیادہ واجب نہ ہوگا بلکہ اگر مہر مثل زیادہ ہوگا تو اس زیادتی کو نکال ڈالیں گے مثلاً کسی شخص نے نکاح فاسد

عہ مقدمہ میں یہ بات لکھدی گئی ہے کہ باطل وہ معاملہ ہے جو بالکل منعقد ہی نہ ہوا ہو اور فاسد وہ معاملہ ہے جو منعقد تو ہو گیا ہو لیکن شرعاً قابل فسخ ہو اس کے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ صحت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو نکاح کی بابت فقہا کا عجب اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ نکاح باطل اور نکاح فاسد میں کچھ فرق نہیں جس طرح عبادات میں فساد و بطلان کے ایک معنی ہیں ویسا ہی نکاح میں بھی، فتح القدیر میں ایسا ہی لکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ نکاح باطل و فاسد میں فرق ہے مگر کوئی جامع و مانع تعریف اس کی نہیں بیان کرتے صاحب بحر الرائق نے نقل کیا ہے کہ جس نکاح کے جواز کا کوئی شخص علمائے امت میں سے قائل نہ ہو وہ باطل ہے اور جس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہو وہ فاسد ہے اس تعریف پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں پھر بھی وہ نکاح فاسد میں داخل کیا جاتا ہے جیسے محارم سے نکاح کرنا بالآخر اس کی تدبیر یہی ہے کہ جو مثالیں فقہائے بیان کی ہیں انھیں پر قیاس کر لیا جائے ۱۲-

Marfat.com

میں ایکہزار روپیہ مہر مقرر کیا ہوا اور اس عورت کا مہر دو ہزار ہے تو اب شوہر کے ذمہ ایکہزار روپیہ واجب ہوگا ہاں اگر مہر مثل کم ہو تو پھر جتنا ہوگا اتنا ہی واجب ہوگا مثلاً کسی شخص نے نکاح فاسد میں پانچسو روپیہ مہر مقرر کیا ہوا اور اس عورت کا مہر مثل چار سو روپیہ ہو تو شوہر کے ذمہ چار ہی سو روپیہ واجب ہوگا اور اگر مہر کا تعین نکاح کے وقت نہ ہوا تھا یا ہوا تھا اور نہیں رہا تو اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا خواہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہو یا بہت کم۔

(۵) نکاح فاسد میں عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں حتیٰ کہ اگر نکاح کے وقت فساد نکاح کا معلوم نہیں ہوا اور شوہر نے بطور نفقہ کے کچھ خرچ کیا تو اس کے واپس لینے کا اس کو اختیار ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۶) نکاح فاسد میں بعد اس امر کے معلوم ہو جانیکے کہ یہ نکاح فاسد ہے خاص استراحت کرنا گناہ ہے اور ایسے نکاح کا فسخ کر دینا ہی ضروری ہے مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ایک دوسرے کے مواجہہ میں فسخ کرے یا غیبت میں خواہ خاص استراحت ہو چکی ہو یا نہیں۔ اگر وہ دونوں کسی وجہ سے فسخ کرنے میں تاخیر کریں تو قاضی کو چاہیئے کہ فوراً ان دونوں کے درمیان میں تفریق کرادے فسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے کہے کہ میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں رہا یا میں نے نکاح کو فسخ کر دیا یا اور کوئی اسی قسم کا کلمہ کہدے۔ نکاح فاسد میں مرد عورت کو طلاق دیدے تو یہ بھی فسخ ہے۔

(۷) فسخ نکاح کے بعد بشرطیکہ خاص استراحت کے بعد ہوا ہو عورت پر عدت واجب ہے اور عدت وہی ہوگی جو مطلقہ عورت کی عدت ہوتی ہے اگر منکوحہ بہ نکاح فاسد کا شوہر مر جائے تب بھی اس پر عدت واجب ہے اور اس صورت میں بھی اس کی وہی عدت ہے جو طلاق کی عدت ہے (درمختار)

(۸) بغیر گواہوں کے نکاح کرنا یا محارم سے نکاح کرنا یا غیر کی منکوحہ یا غیر کی معتدہ سے نکاح کرنا

ل نہر الفائق میں لکھا ہے کہ بعد خاص استراحت کے ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کی غیبت میں فسخ کرے بلکہ صرف مواجہہ میں فسخ کرنے کا اختیار ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ ۱۲

بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اور چوتھی عورت کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور باوجود موجود ہونے آزاد بی بی کے لونڈی سے نکاح کرنا اور کسی کافر مرد کا اگرچہ وہ اہل کتاب میں سے ہو کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنا یہ سب نکاح فاسد ہیں اور در صورت معلوم ہونے اس امر کے کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اس سے نکاح کر لینا نکاح باطل ہے (ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۳۱۲)

حقوق زوجین

نکاح کا تعلق جو محض ایجاب کی وجہ سے مرد اور عورت میں قایم ہوتا ہے شریعت اسلامیہ میں ایسا سخت اور مستحکم تعلق ہے کہ اس تعلق کے قایم ہوتے ہی طرفین کے بہت سے حقوق ایک دوسرے پر ثابت ہو جاتے ہیں جنکی تفصیل بیان ذیل سے واضح ہے۔

زوجہ کے حقوق عورت کے حقوق اس کے شوہر پر چار ہیں۔

(۱) اس کا مہر جس قدر معین ہوا ہو اسکے حوالہ کردے اگر مؤجل ہے تو جو مدت معین ہوئی ہو اس مدت میں اور اگر معجل ہو تو فوراً، اور اگر کچھ مؤجل اور کچھ معجل ہو تو جس قدر معجل ہو اس کو فوراً اور جسقدر مؤجل ہو اسکو اسکی میعاد معینہ پر ادا کردے ہاں اگر عورت معاف کردے تو یہ دوسری بات ہے۔ اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کا مہر معجل نہ ادا کرے تو زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ اسکے ساتھ خاص استراحت اور تقبیل وغیرہ پر راضی نہ ہو اور ان افعال پر اپنے شوہر کو قدرت نہ دے اور اس کے ہمراہ سفر میں جانے سے انکار کردے اگر کسی وجہ سے برضامندی یا بجبر خاص استراحت بھی ہو گئی ہو تب بھی سفر میں جانے سے وہ انکار کر سکتی ہے اور اس انکار سے نفقہ اسکا ساقط نہ ہوگا بلکہ بدستور اس کے شوہر کے ذمہ واجب رہے گا۔

اگر عورت نابالغ ہو تو اس کا ولی مہر معجل کے وصول کرنیکے لئے یہ باتیں کر سکتا ہے کہ اس لڑکی

ف۔ نکاح فاسد اور باطل میں باعتبار نتیجہ کے صرف اتنا ہی فرق ہے کہ نکاح فاسد میں خاص استراحت کے سبب عدت لازم ہوتی ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں لازم ہوتی۔ بلکہ نکاح باطل میں خاص استراحت زنا کا حکم رکھتی ہے اور اس کا مرتکب سزائے زنا کا مستحق ہوتا ہے۔ ۱۲۔

اسکے شوہر کے گھر نہ بھیجے اور نہ اسکی اور اس کے شوہر کی یکجائی ہونے دے اور ایسی حالت میں وہ نابالغ لڑکی اگر اپنے شوہر کے ہمراہ جانے پر راضی بھی ہو جائے تب بھی قابل اعتبار نہیں اور ماں باپ کے سوا اور کسی ولی کو بغیر مہر معجل کے وصول کیے ہوئے نابالغ لڑکی کا اسکے شوہر کے حوالے کر دینا درست نہیں (در مختار، رد المختار جلد ۲ صفحہ ۳۹۹)

(۲) اس کی عیش و آرام کی فکر رکھے اور کم از کم جو نفقہ زوجہ کا شریعت نے مقرر کر دیا ہے اس کے ادا کر دینے میں کوتاہی نہ کرے، شریعت نے عورت کا کھانا، کپڑا، رہنے کا مکان شوہر کے ذمہ واجب کر دیا ہے اسی کو نفقہ کہتے ہیں، نفقہ کے مسائل بقدر ضرورت ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

نفقہ کے مسائل

عورت کا نفقہ بشرطیکہ وہ بہ نکاح صحیح زوجیت میں آئی ہو اس کے شوہر پر ہر حال میں واجب ہے خواہ وہ عورت مسلمان ہو یا کافر[عہ] یا فقیر ہو یا مالدار اور خواہ کبیر السن ہو یا صغیر السن ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ قابل خاص استراحت کے ہو یا شوہر کی خدمت کر سکے اور اس کی مانوسی کا باعث ہو سکے خواہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہو یا شوہر کے گھر میں رہتی ہو اور اگر عورت بہت ہی صغیر السن ہو کہ نہ خاص استراحت کے قابل ہو اور نہ اپنے شوہر کی خدمت یا انسیت کا کام دے سکے اور اگر وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہے تو ایسی نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ واجب نہیں اسی طرح اگر شوہر نے اس کو اپنے گھر بلوانا چاہا اور وہ باوجود قدرت[عہ] کے نہ راضی ہوئی تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ وہ پہلے کبھی شوہر کے گھر جا چکی ہو لیکن اگر عورت کا شوہر کے گھر جانے سے

عہ کافرہ سے مراد یہود و نصاری ہیں کیونکہ اہل کتاب سے نکاح جائز ہے اہل کتاب کے علاوہ اور کافروں سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ محرمات کے بیان میں گزر چکا ۱۲ عہ اگر اس کو نقل و حرکت کی قدرت ہو، ہو مثلاً ایسی مریض ہو کہ کسی سواری پر بھی آ جا نہ سکتی ہو تو ایسی حالت میں اس کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا اس کے نفقہ کو ساقط نہ کرے گا ۱۲۔

انکار کرنا بوجہ عدم وصولی مہر کے ہو تو اس انکار سے اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا جو عورت مرتد ہو جائے یا بغیر رضامندی شوہر کے اور بغیر کسی عذر شرعی[ع] کے اسکے گھر سے نکل جائے اور وہ عورت جو موت کی عدت میں ہو اور جس سے نکاح فاسد ہوا ہو اور وہ مریضہ جو ابھی تک اپنے شوہر کے گھر نہیں گئی اور نہ اب بحالت موجودہ جا سکتی ہے اور وہ عورت جو کسی کی قید میں ہو یا کوئی اس کو غصب کر لے گیا ہو اور وہ عورت جو اپنے شوہر کے سوا اور کسی[ع] کے ہمراہ حج کو گئی ہو گو شوہر نے اجازت دیدی ہو ان تمام عورتوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر واجب نہیں جو عورت پیشہ ور ہو اور دن کو اپنے پیشہ میں مشغول رہتی ہو مثلاً کھانا پکانے یا دودھ پلانے کی نوکری کیا کرتی ہو یا قابلہ کا کام کیا کرتی ہو اس وجہ سے دن کو اپنے شوہر کے گھر میں نہ رہ سکتی ہو صرف رات کو اپنے شوہر کے پاس رہتی ہو ایسی عورت کا نفقہ اس کے شوہر پر صرف شب کے وقت واجب ہے بشرطیکہ اپنے شوہر کی خلاف مرضی ان کاموں کو کرتی ہو اور اگر اس کی مرضی سے کرتی ہو تو بدستور شب و روز کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب رہیگا اور اگر بغیر کسی عذر کے دن کے وقت اپنے شوہر کے پاس نہ جاتی ہو تو اس کا نفقہ نہ دن کے وقت اسکے شوہر پر واجب ہوگا نہ رات کے وقت (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۷۰۲)

اگر عورت اپنے باپ ماں باپ کے گھر میں رہتی ہو اور جب اس کا شوہر اسکے یہاں جاتا ہو تو وہ شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دے اس صورت میں بھی اسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا ہاں اگر شوہر سے یہ کہتی ہو کہ مجھے اس مکان سے لے چلو میں اس مکان میں رہنا نہیں چاہتی اور وہ نہ لیجاتا ہو تو اسکا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

نفقہ کے متعلق تین چیزیں ہیں، کھانا[۱]، کپڑا[۲]، رہنے[۳] کا مکان، کھانے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ اپنی اور اس عورت کی دونوں کی حیثیت کے . . . .

ع عذر شرعی سے مراد یہ ہے کہ جن حالتوں میں شریعت نے بغیر رضامندی شوہر کے عورت کو باہر نکل جانے کی اجازت دیدی ہو، ان حالتوں میں نکلنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا مثلاً مہر وصول کرنیکے لیے یا اپنے ماں باپ کی تیمارداری کے لیے جبکہ اسکے سوا اور کوئی تیمارداری کرنے والا نہ ہو ۱۲ ع جتنے دنوں وہ گھر سے نکلی رہیگی اتنے دنوں کا نفقہ اسے نہ ملیگا جب پھر واپس آجائیگی تو اسے نفقہ ملنے لگے گا ع اگر شوہر کے ہمراہ حج کو جائے تو شوہر پر اسی قدر نفقہ دینا واجب ہوگا جس قدر وہ بحالت حضر دیا کرتا تھا سفر کے اخراجات مثل کرایہ وغیرہ کے اس کے ذمہ نہ ہوں گے ۱۲۔

Marfat.com

موافق[عـ] کھانا کھلائے اور اگر وہ بالکل غیر مستطیع ہو کہ عورت کی حیثیت کا لحاظ نہ کر سکے تو جسقدر اس سے ہو سکے کھلائے باقی اس کے ذمہ قرض رہیگا کہ جب اس کو وسعت حاصل ہو تو اس قرض کو ادا کرے، **مثال** عورت بہت امیر ہو کہ اپنے باپ کے گھر میں مرغ پلاؤ زردہ کھیر وغیرہ کھاتی ہو اور شوہر نہایت فقیر ہو کہ جو کی روٹی سے زیادہ نہ کھا سکتا ہو اور نہ کھلا سکتا ہو تو اسپر واجب ہے کہ گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت اس کو کھلائے مگر بالفعل وہ اس کو جو کی روٹی کھلائے اور جو کی روٹی اور گیہوں کی روٹی اور بکری کے گوشت کی قیمت میں جسقدر فرق ہو اسپر قرض رہے گا (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ)

عورت اگر آٹا پیسنے اور کھانا پکانے سے انکار کرے تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ ان لوگوں میں سے جو کام کرتی ہیں یا نہیں[عـ] کرتیں۔ اگر ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ اس کو پکا پکایا کھانا لا دیا کرے یا کوئی ملازم رکھدے جو ان کاموں کو کر دیا کرے اور اگر نہ ہو تو شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا اسکو لا دیا کرے بلکہ اس عورت پر واجب ہے کہ خود پکائے اور خود ہی تمام کام کرے۔

خانہ داری کے تمام سامانوں کا مہیا کر دینا مثل چکی، توا، پتیلی، پیالہ، رکابی، گھڑے، لوٹا اور فرش وغیرہ شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی آرایش کی چیزوں کا مہیا کر دینا بھی شوہر کے ذمہ ہے مثل کنگھی، تیل، صابون وغیرہ کے، پانی بھرنیکی اجرت بھی شوہر کے ذمہ ہے، پان تمباکو وغیرہ کی قیمت بھی شوہر کے ذمہ واجب نہیں (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ)

عورت اگر بیمار ہو جائے تو اس کی دوا علاج کے مصارف شوہر کے ذمہ [illegible] (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ)

جس طرح عورت کے کھانے پینے میں دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہے اسیطرح لباس میں بھی دونوں کی حیثیت کا لحاظ رہنا ضروری ہے، شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ سال میں دو مرتبہ اس کے کپڑے

عـ یعنی اگر دونوں غنی ہیں تو امیروں جیسا کھانا کھلائے اور دونوں فقیر ہوں تو فقیروں جیسا، اور جو ایک امیر اور دوسرا فقیر ہو تو متوسط درجہ کا۔ عـ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کے یہاں اگر سب لوگ اپنا اپنا کام خود کرتے ہیں، نوکر چاکر نہ ہوں تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو کام کرتی ہیں اور جو اس کے ماں باپ کے یہاں [illegible] ہو کہ نوکروں کے ذریعہ کام لیا جاتا ہو تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو اپنا کام خود نہیں کرتیں پس اصل دارومدار اس کا امیری اور فقیری پر ہے ۱۲۔

گرمیوں میں گرمی کی ضرورت کے موافق اور جاڑوں میں جاڑے کی ضرورت کے موافق، لباس کی تعداد اور اسکی نوعیت دونوں کی حیثیت کے موافق ہونی چاہیئے یعنی اگر دونوں امیر ہیں تو امیرانہ لباس اور دونوں غریب ہوں تو غریبوں کا سا اور جو ایک غریب ہو اور دوسرا امیر تو متوسط درجہ کا۔

کپڑے کی نوعیت میں ہر قسم کے رسم و رواج کا لحاظ بھی ضروری ہے عورت کیلئے بستر اور لحاف وغیرہ علیحدہ بنا دینا چاہیئے اگر وہ اسکی خواہش کرے، جوتی وغیرہ بھی لباس میں داخل ہے۔

مکان بھی عورت کے رہنے کا دونوں کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے اور اس مکان میں بغیر عورت کی رضامندی کے کوئی اور عزیز شوہر کا نہیں رہ سکتا سوا ایسے نابالغ بچوں کے جو عورت مرد کے باہمی تعلقات کو نہ سمجھتے ہوں، شوہر کا بھائی، بیٹا، ماں باپ، دوسری بی بیاں وغیرہ سب سے وہ مکان خالی ہونا چاہیئے اسی طرح شوہر کو بھی اختیار ہے کہ اس مکان میں عورت کے کسی عزیز کو نہ رہنے دے۔

اگر کسی بڑے مکان کا کوئی خاص حصہ جو محفوظ ہو اور مقفل ہو سکے عورت کو دیدیا جائے تب بھی کافی ہے یہ کچھ ضروری نہیں کہ مکان بالکل علیحدہ ہو۔

اگر شوہر اپنی عورت کیلئے کوئی ایسا مکان تجویز کرے جس کے اطراف میں بالکل آبادی نہ ہو تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ اس مکان میں رہنے پر راضی نہ ہو پس شوہر پر یہ بات ضروری ہوگی کہ کسی ایسے مکان میں اس کو رکھے جس کے پڑوس میں شرفا اور صلحا رہتے ہوں اگر عورت کے ہمراہ کوئی غلام یا لونڈی ہو تو اس کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ حاجت سے زائد نہ ہوں اگر لونڈی غلام نہ ہوں بلکہ نوکر ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے عورت جب مریض ہو جائے تو اس کی خدمت کے لیئے کوئی ملازم رکھدینا شوہر کے ذمہ ہے، اگر کوئی شخص اپنی عورت کا نفقہ نہ ادا کرتا ہو تو عورت کو حق حاصل ہے کہ قاضی کی عدالت میں اپنے نفقہ کی نالش کرے اور قاضی موافق قاعدہ مذکورہ کے اس شخص سے نفقہ دلادے قاضی کو چاہیئے کہ اس مرد کے پیشہ اور اس کی آمدنی کے لحاظ سے نفقہ دینے کی مدت مقرر کر دے یعنی اگر کوئی دستکار ہو جسے روزانہ آمدنی ہوتی ہے تو اسے روزانہ نفقہ دینے کا حکم دے اور اگر کوئی ملازم ہو جسے ماہانہ آمدنی ہوتی ہو تو اسے ماہانہ دینے کا حکم دے اور اگر کوئی کاشتکار یا زمیندار ہو جسے سالانہ آمدنی ہوتی ہے

Marfat.com

اسے سالانہ دینے کا حکم دے اور نیز قاضی کو چاہیئے کہ شہر کا نرخ وغیرہ دریافت کرکے نفقہ مقرر کرے اور اگر قاضی نے جو مقدار روپیہ کی مقرر کی تھی غلہ گراں ہو جانیکے سبب سے وہ مقدار ناکافی ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر کو روپیہ کی مقدار بڑھانا ہوگی تاکہ کافی ہو جائے اسی طرح اگر غلہ ارزاں ہو جائے تو جس قدر روپیہ فاضل بچتا ہے وہ عورت کو واپس کرنا ہوگا (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۔۔۔)

اگر عورت کو شوہر کے مفرور یا روپوش ہو جانیکا خوف ہو تو اس کو اس امر کا حق حاصل ہے کہ اپنے نفقہ کے لیے شوہر سے ضامن طلب کرے خواہ ایک ماہ کے لیے ضامن طلب کرے یا اس سے زیادہ کے لیے جیسی اس وقت مصلحت ہو (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۶۰۲)

عورت کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر کے مال میں سے کھانے پینے کی چیزوں کو موافق دستور کے کھا پی لے اور اپنا لباس وغیرہ اسکے روپیہ سے تو اسے شوہر کو اطلاع کرے یا نہ کرے اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے نفقہ کی بابت برضامندی خود کوئی مقدار روپیہ کی مقرر کرے پھر بعد چند روز کے کہے کہ یہ مقدار مجھے کافی نہیں ہوتی تو اگر درحقیقت وہ مقدار کافی نہ ہو تو شوہر پر لازم ہے کہ اس مقدار کو بڑھا دے اور اگر بعد تعیین مقدار کے شوہر یہ کہے کہ میں اس مقدار کے دینے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اسکی بات نہ مانی جائیگی ہاں اگر غلہ میں ارزانی ہو گئی ہو یعنی اس مقدار معینہ سے کم اس عورت کے لیے کافی ہو جائے تو پھر قاضی اس مقدار کو کم کر دے گا

گذشتہ دنوں کی بابت نفقہ کا دعویٰ ایک ماہ یا ایک ماہ سے زائد کے لیے نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک مہینہ گذر جانے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر قاضی کے فیصلہ سے یا باہمی رضامندی سے نفقہ کی بابت کوئی مقدار خاص نفقہ کی مقرر ہو گئی ہو تو اس کا دعویٰ ایک ماہ سے زائد کے لیے بھی ہو سکتا ہے (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۶۴۱)

اگر عورت و مرد میں باہم اس گذشتہ زمانے کی مقدار میں اختلاف ہو جس میں شوہر نے نفقہ نہیں دیا مثلاً عورت کہتی ہو کہ دو مہینہ سے نہیں دیا شوہر کہتا ہو کہ ایک مہینہ سے نہیں دیا تو ثبوت عورت سے طلب کیا جائے گا اگر وہ ثبوت نہ پیش کرسکے تو شوہر کی بات مانی جائے گی اور اگر عورت نفقہ دینے کی منکر ہو اور شوہر مدعی ہو تو قسم لے کے عورت کی بات مان لی جائے گی۔

Marfat.com

طلاق سے عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا یعنی جب تک اسکی عدت نہ گزر جائے اسکا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ وہ عدت کے زمانہ میں گھر ہی پر مقیم رہے طلاق بائن ہو خواہ رجعی (بحر الرائق)

(۳) تیسرا حق زوجہ کا حسن معاشرت ہے یعنی شوہر پر واجب ہیکہ وہ اسکی خاطر داری اور رضامندی کا ہر امر میں لحاظ رکھے بشرطیکہ کوئی معصیت لازم نہ آتی ہو۔

ہماری شریعت اسلامیہ میں ایک مرد کے لیے ایک ساتھ چار نکاح کی اجازت دیگئی ہے مگر اسکے ساتھ قید یہ بھی لگادی گئی ہے کہ اگر سب کیساتھ حسن معاشرت نہ کر سکے اور برابر کا برتاؤ نہ رکھ سکے تو ایک سے زیادہ نکاح نہ کرے یہاں سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری شریعت میں حسن معاشرت کا کہاں تک خیال کیا گیا ہے۔

جس شخص کی کئی بیبیاں ہوں اس پر واجب ہے کہ کھانے میں اور ہر ایک کے پاس رہنے میں برابری کا لحاظ رکھے جس قسم کا کھانا اور لباس ایک کو دے ویسا ہی دوسری کو بھی دے اور جتنی دیر ایک کے پاس رہے اتنی ہی دیر دوسری کے پاس بھی رہے مثلاً ایک شب ایک کے پاس رہے تو ایک شب دوسری کے پاس بھی اور جو دو شب ایک کے پاس رہے تو دوسری کے پاس بھی دو شب رہے، ہاں خاص استراحت میں برابری کا لحاظ نہیں واجب کیا گیا کیونکہ یہ بات دل کے میلان سے تعلق رکھتی ہے اور دلی میلان انسان کے اختیار سے باہر ہے لیکن حتی الامکان اسمیں بھی برابری کا لحاظ رکھے تو مستحب ہے اور گو خاص استراحت میں برابری کا لحاظ واجب نہیں لیکن یہ بات واجب ہیکہ اتنی مدت تک کسی بی بی سے خاص استراحت ترک نہ کرے کہ ایلا کی مدت تک پہنچ جائے، ایلا کی مدت[عہ] چار مہینے ہے

ع٥ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ یعنی اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو ۱۲ منہ

عہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ شب کو گشت کر رہے تھے یکایک ایک عورت کو سنا وہ کہ رہی تھی فواللہ لولا اللہ تخشی عواقبہ۔ لزحزح من هذا السریر جوانبه۔ یعنی خدا کی قسم اگر عذاب الٰہی کا خوف نہ ہوتا تو ابھی اس تخت کے پائے ہلتے یعنی میں کسی مرد سے مشغول استراحت ہوتی تو حضرت عمرؓ نے اسکی کیفیت دریافت کی معلوم ہوا کہ اس کا شوہر جہاد میں ہے پھر اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت اپنے شوہر کے بغیر کتنے دنوں صبر کر سکتی ہے انھوں نے کہا چار مہینے تو انھوں نے اپنے سرداران لشکر کو حکم لکھوادیا کہ وہ شخص جس کی بی بی موجود ہو چار مہینے سے زیادہ باہر نہ روکا جائے چار مہینے کے بعد فوراً اسے رخصت دیدی جایا کرے

Marfat.com

یضہ اور صحیحہ اور حائضہ غیر حائضہ مجنونہ اور عاقلہ اور باکرہ اور ثیبہ جدیدہ اور قدیمہ مسلمہ و کافرہ
بیہ سب کا حق یکساں ہے سب کیساتھ برابر کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔
کوئی شخص اپنی بی بیوں کیساتھ برابر کا برتاؤ نہ کرتا ہو تو قاضی کو چاہیئے کہ پہلی مرتبہ اسے
لیش کر دے اس پر بھی نہ مانے تو اسے سزا دے مگر اس سزا میں قید کا اختیار نہیں
نر میں برابری واجب نہیں ہے شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بی بیوں میں سے جسے چاہے
فر میں اپنے ہمراہ لیجائے۔
ہر کو چاہیئے کہ اپنی بی بی سے اس قدر خدمت نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور نیز
ت اس سے نہ کہے جو اسپر شاق ہو والدین کے یہاں جانے سے اور نیز انکو اپنے یہاں
نے سے نہ روکے اور یہ آمد و رفت دستور کے موافق ہونی چاہیئے مثلاً ایک ہی شہر میں ہوں
ں تو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ اور جو مختلف شہروں میں رہتے ہوں تو ہر سال میں ایک مرتبہ یا
و مرتبہ سے زیادہ آمد و رفت ہو تو شوہر کو روکنے کا اختیار ہے۔
وتھا حق زوجہ کا تعلیم ہے یعنی شوہر پر واجب ہے کہ اسے ضروریات دین کی تعلیم دے
س کے عقائد کے اصلاح کی کوشش کرے اور پابندی شریعت کی اسے تاکید کرے اگر علم
ین رکھتا ہو تو خود تعلیم کرے ورنہ کسی دوسرے سے بطرز مناسب تعلیم دلائے اور تعلیم میں
ی بھی اجازت ہے خاصکر ترک نماز کے لیئے آخیر میں یعنی جبکہ زبانی تاکید اور تنبیہ
سے کام نہ چلے مارنے کی بھی اجازت ہے مگر منہ پر مارنے کی اور اس طرح مارنے کی جس سے
وٹ آجائے ممانعت ہے۔
زوج کے حقوق جس طرح زوجہ کے حقوق شوہر کے ذمہ بیان کیئے گئے اسیطرح زوج
کے بھی حقوق زوجہ کے ذمہ ہیں اور بہت ہیں، ماحصل ان تمام حقوق کا یہ ہے کہ شوہر کو راضی رکھنا
ور اس کی اطاعت کرنا زوجہ پر واجب ہے بشرطیکہ خلاف مرضی الٰہی اور خلاف شریعت بات
ا حکم نہ دے، شوہر کے حقوق کی تفصیل میں طول ہوگا لہذا مختصراً صرف اسیقدر لکھدینا کافی
ہے کہ زوجہ پر اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ شوہر کا حق ہے ایک حدیث میں آیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولھن مثل الذی علیھن یعنی جس طرح عورتوں پر مردوں کا حق ہے اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کا حق ہے

کہ اگر خدا کے سوا کسی کا سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ پانچ آدمیوں کی نماز روزہ اور کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی منجملہ ان کے وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔

عورت کو یہ بھی چاہیئے کہ اپنے شوہر کے سامنے اپنی آرائش وغیرہ میں کوتاہی نہ کرے اور اپنے بزرگوں کا ویسا ہی خیال وادب رکھے جیسے اپنے بزرگوں کا اور شوہر کے مال کی حفاظت جہاں تک اس سے ممکن ہو کرے اور شوہر کی غیبت میں اپنا بناؤ سنگار بالکل نہ کرے۔ زوجین کے حقوق کا بیان ہو چکا اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت جو امہات المؤمنین کیساتھ تھا نقل کرتے ہیں جسکو دیکھکر سوا اسکے کہ یہ آپ ہی کی قوت تھی اور کچھ نہیں کہا جا سکتا اس کثرت ازدواج پر ایسی حسن معاشرت ہر بشر کے حوصلے سے باہر ہے۔ یہ بھی ایک آپکا معجزہ ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن معاشرت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے خیارکم خیارکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بی بی سے عمدہ برتاؤ کرے اور میں اپنی بی بی کے ساتھ تم سب سے زیادہ عمدہ برتاؤ کرتا ہوں یہ ایک بہت بڑی شہادت حسن معاشرت کی ہے جو خود حضرت کے کلام سے ثابت ہوئی اب آپکا برتاؤ اپنی ازواج کیساتھ جو حدیث کی کتابوں میں مروی ہے نقل کیا جاتا ہے، بیان سابق سے یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیاں تھیں، اور ان نو بیبیوں کے علاوہ کچھ حرمیں بھی تھیں یعنی لونڈیاں، یہ ایک عام بات ہے کہ جب کسی کے نکاح میں کئی عورتیں ہوتی ہیں تو ان میں خود رنجش وکشمکش کے علاوہ جو سوت کے ہونے کے لوازم سے ہے ان کو اپنے شوہر سے بھی رنج وملال رہتا ہے اور اس رنج وملال اور تنافر وتباغض کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ شوہر کا التفات سب کی طرف یکساں نہیں ہوتا مگر ایک منصف مؤرخ جس نے خوب تحقیق سے تواریخ واحادیث وسیر کی کتابیں دیکھی ہوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات کو ان عیوب سے پاک پائیگا، اس کی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ آپ کا التفات

Marfat.com

سب کی طرف برابر تھا، گو احادیث کی کتابوں میں یہ مروی ہیکہ حضرت ام المومنین
عائشہ صدیقہؓ کیساتھ آپ کو محبت زیادہ تھی مگر کبھی اس زیادتیِ محبت کے باعث یہ
نہیں ہوا کہ آپنے اوروں کی طرف التفات کم کردیا ہو یا اوروں کے یہاں آمد و رفت
کم کردی ہو یا ان کی خبر گیری میں نان نفقہ وغیرہ کے مصارف میں کچھ کمی کردی ہو اسی
سبب سے کبھی کسی بی بی کو آپ سے اس امر کی شکایت کا موقعہ نہیں ملا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اکثر فرماتے تھے حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ یعنی مجھے تمہاری دنیا کی
چیزوں میں سے صرف دو چیزیں پسند ہیں عورت اور خوشبو۔ اسی وجہ سے آپنے کئی نکاح کیے
کثرت ازدواج کی کچھ حکمتیں ہم اوپر بیان کرچکے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح
سفرالسعادۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بہت سے نکاح کیے انمیں یہ حکمت تھی کہ بہت سے
احکام شریعت جو عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں کو ان پر اطلاع نہیں ہوسکتی تھی وہ احکام
ان ازواج پاک کے ذریعے سے امت کو پہونچیں اور حجت خداوندی قایم رہے اور عورتوں کے
حقوق ادا کرنا اور ان کے ساتھ حُسن معاشرت کا برتنا تمام امت کو معلوم ہو جائے واقعی
حکمت ایک بہت بڑی حکمت ہے اگر دقیق نظر سے دیکھی جائے تو ایک اولوالعزم پیغمبر جو
حقیقی مالک کی درگاہ میں اعلیٰ درجہ کا تقرب رکھتا ہو اور منصب نبوت کے وظائف کی انجام دہی
اسکے متعلق ہو وہ ایسا کثیرالتعلقات ہو کہ ان تعلقات کے اداے حقوق کا اہتمام [illegible]
اور اپنے گراں بہا وقت شریف کا ایک حصہ ان باتوں میں صرف کرے [illegible]
سے جس طرح عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کی [illegible] ثابت
ہوئی ہے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ظرفی اور [illegible] کا کچھ اندازہ ہوتا ہے
اگرچہ حقیقت یہ ہیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا اندازہ کرنا بشری قوت سے باہر ہے

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے تھے
یعنی سب کے اداے حقوق کا برابر خیال کرتے تھے ہر ایک کے یہاں رہنے کی آپ نے
باری مقرر کردی تھی ایک کی باری میں دوسرے کے یہاں ہرگز نہ رہتے تھے حضرت عائشہ
سے باوجودیکہ محبت زیادہ تھی مگر ایک مرتبہ وہ حضرت صفیہؓ کی باری کے دن حضرت کے

پاس آئیں تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں آئی ہو، جاؤ، انھوں نے عرض کیا کہ آج صفیہؓ نے اپنی باری مجھے دیدی ہے، برابری کا یہانتک خیال تھا کہ مرض وفات میں جبکہ آپ طبیعت حضرت عائشہؓ کے یہاں رہنے کو چاہتی تھی آپنے بغیر اجازت ازواج کے اس امر کو گوارہ نہ کیا جب سب نے اجازت دیدی اسوقت آپ حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لے گئے جب آپ سفر میں تشریف لیجاتے تھے تو قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا تھا آپ اسی کو اپنے ہمراہ لیجاتے تھے۔

ہر روز نماز عصر کے بعد آپ اپنی تمام ازواج کے یہاں تشریف لیجاتے تھے اور سب کی خیریت دریافت فرمالیتے تھے۔

بہت ہی خوش گوئی اور خوش خلقی سے پیش آیا کرتے تھے کبھی سخت کلامی نہ فرماتے تھے گو کیسی ہی خلاف مزاج بات کیوں نہ ہو، ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات مل کے آپ سے اپنی اخراجات کا مطالبہ کیا حضرتؐ کو بہت ناگوار گزرا لیکن اس کے جواب میں کسی قسم کا سخت کلمہ زبان مبارک سے نہیں نکلا ہاں اس واقعہ پر آپنے ایک مہینہ کا ایلا کر لیا تھا یعنی ایک مہینہ تک آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔

حضرت ام المؤمنین حفصہؓ کو ایک مرتبہ بھی طلاق دی بعد اس کے رجوع کر لیا۔

کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج پاک کو خطایا بے خطا کوئی سخت اور نالائم کلمہ کہا ہو ہمیشہ تحمل اور بردباری سے آپ نے کام لیا اگر کبھی کوئی بات نصیحت اور تعلیم کے طور پر فرماتے تھے تو نہایت نرم اور باثر الفاظ میں۔

لونڈی غلام اور ان کے نکاح کے احکام

(۱) یہ مسئلہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عورت اپنے غلام کیساتھ نکاح نہیں کر سکتی اور جسطرح انمیں باہم نکاح جائز نہیں اسطرح بغیر نکاح کے بھی خاص استراحت درست نہیں۔

(۲) مرد کا نکاح بھی اپنی لونڈی کیساتھ درست نہیں مگر اسکے درست نہ ہونیکا یہ مطلب ہے کہ نکاح کا نتیجہ مرتب نہ ہوگا، اور بعد آزاد کردینے کے نکاح قایم نہ رہیگا اور اگر اس لونڈی کو

Marfat.com

طلاق دی جائے تو طلاق نہ ہوگی (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

(۳) اپنی لونڈی کیساتھ بغیر نکاح کے خاص استراحت جائز ہے مگر اس زمانہ میں اس امر کے لیے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر لونڈیاں ناجائز طریقہ سے تیضہ میں آتی ہیں یعنی آزاد عورتیں بغیر تجویز شرع کے لونڈی بنائی جاتی ہیں جہاد سے جو عورتیں گرفتار ہو کر آتی ہیں وہ بوجہ اسکے کہ آجکل مال غنیمت کی تقسیم قاعدہ شرعیہ کے موافق نہیں ہوتی لونڈی کا حکم نہیں رکھتیں اور ان سے بغیر نکاح کے خاص استراحت درست نہیں پس اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ لونڈی دراصل لونڈی ہے تو اسکے ساتھ خاص استراحت میں کوئی مضائقہ نہیں ورنہ احتیاطاً بغیر نکاح کے خاص استراحت سے اجتناب بہتر ہے اور اگر اسکا لونڈی نہ ہونا محقق ہوجائے تو ایسی حالت میں اس سے بغیر نکاح کے خاص استراحت ناجائز ہے۔

(۴) ایسی صورت میں جبکہ کسی لونڈی کے لونڈی ہونے میں احتمال ہو اگر اس سے نکاح کر لیا جائے تو گو اور نتائج نکاح کے اس نکاح پر مرتب نہ ہوں گے مگر ایک نتیجہ اسپر احتیاطاً مرتب کرالیا جائیگا اور وہ یہ کہ اس نکاح کے بعد صرف تین نکاح اس شخص کے لئے جائز ہیں چوتھے نکاح سے احتیاطاً اجتناب کرے (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

(۵) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی لونڈی خاص استراحت کے لیئے دے تو اس دوسرے شخص کو اس لونڈی سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ خاص استراحت کے جائز ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں نکاح یا ملک (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

(۶) باپ کی لونڈی سے بیٹے کو اور بیٹے کی لونڈی سے باپ کو اور اسی طرح اپنی زوجہ کی لونڈی سے شوہر کو خاص استراحت جائز نہیں گو یہ لوگ اجازت دے بھی دیں۔

(۷) ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی لونڈی غلام کا نکاح دوسرے سے کرے یا انہیں اجازت نکاح کی دیدے اگر لونڈی غلام نکاح پر راضی نہ ہوں تو اس کا مالک جبراً انکا نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ ملک اس کی کامل ہو۔[عــہ]

عــہ لونڈی کا لونڈی ہونا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ وراثۃً نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آرہی ہو یا اس طور پر کہ خریدا ہو یا اس طرح پر کہ بیت المال کے وکیل سے مول لی ہو عــہ غلام کی کئی قسمیں ہیں ایک قن ... دوسرے مکاتب کہ جس سے یہ معاملہ ہو گیا ہو کہ وہ ایک محدود رقم اپنی کمائی سے ادا کرے ... بعد باقی حاشیہ صفحہ ... پر

(۸) جس لونڈی کیساتھ اس کا مالک خاص استراحت کیا کرتا ہو اس کا نکاح کسی دوسرے سے کرے تو یہ امر ضروری ہیکہ پہلے اسکے رحم کا صاف ہونا معلوم کرلے اگر بغیر اس کے معلوم کیئے ہوئے نکاح کر دیا اور اس لونڈی کا اپنے مالک سے حاملہ ہونا ظاہر ہوا تو یہ نکاح فاسد ہو جائیگا۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کیساتھ کر دے تو اس صورت میں اس غلام پر مہر و نفقہ واجب نہ ہوگا اور اگر لونڈی کسی اور کی ہے اور غلام کسی اور کا یا کسی آزاد عورت سے کسی غلام کا نکاح کیا جائے یا کسی لونڈی کے ساتھ کسی آزاد مرد کا نکاح کیا گیا ہو تو ان سب صورتوں میں نفقہ اور مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوگا اور اگر کسی غلام کو بعد نکاح کر دینے کے اسکا مالک فروخت کر دے گا تو اس کی بی بی کے مہر و نفقہ کا مطالبہ اس مالک سے نہ کیا جائے گا بلکہ وہ اسی غلام کے ذمہ رہے گا۔

(۱۰) جب کوئی غلام اپنی عورت کا نفقہ اور مہر نہ ادا کر سکے تو اسکے مالک کو چاہیئے کہ اسے بیچ ڈالے اور اسکی قیمت سے نفقہ اور مہر ادا کیے اور اگر یہ قیمت کافی نہ ہو تو بقیہ رقم کا مطالبہ اس سے بعد آزادی کے کیا جائیگا، پھر دوسرے مالک کے یہاں بھی اگر وہ نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر بیچا جائے ہاں مہر کے عوض میں اب دوبارہ نہ بیچا جائیگا کیونکہ ایکمرتبہ اسکے لیئے بک چکا ہے البتہ نفقہ چونکہ بار بار واجب ہوتا ہے لہذا اس کے لیئے بار بار بیچنا چاہیئے اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مہر و نفقہ کی وجہ سے بیچنے میں سستی کرتا ہو تو قاضی بجبر اسکی موجودگی میں اسے فروخت کر ڈالے گا۔

(۱۱) بغیر مالک کی اجازت کے اگر کوئی لونڈی یا غلام اپنا نکاح کسی سے کرلے تو وہ نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر مالک اجازت دیدے گا تو نکاح صحیح ہو جائیگا ورنہ باطل ہو جائیگا اور باطل ہونے کی صورت میں مہر و نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا، ہاں اگر استراحت کی نوبت آگئی ہے تو مہر مثل کا مطالبہ اس سے کیا جائیگا وہ بھی بعد آزاد ہو جانے کے

(۱۲) مالک نے اگر ایک نکاح کی اپنے غلام یا لونڈی کو اجازت دی اور اس نے دو نکاح کرلیئے

(بقیہ از صفحہ ۹۹) آزاد ہے تیسرے مدبر جس سے مالک نے یہ کہدیا ہو کہ تو بعد میرے مرنیکے آزاد ہے ان دو قسموں کے غلام کامل غلام نہیں ہیں ۱۲ ف۔ رحم کے صاف ہونیکا مطلب یہ ہیکہ حاملہ تو نہیں ہے حمل کا ہونا نہ ہونا حیض کے آنے نہ آنے سے معلوم ہو جائیگا ۱۲

Marfat.com

تو پہلا نکاح صحیح ہو جائے گا اور دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کر دے تو اس پر یہ امر ضروری نہیں ہے کہ اس لونڈی کو اسکے شوہر کے حوالے بھی کر دے یا باہم دونوں میں خلوت کا موقعہ دیدے لیکن اس لونڈی کا مہر و نفقہ اسکے شوہر کے ذمہ جب ہی واجب ہوگا کہ جب اسے خلوت کا موقع دیا جائے۔

(۱۴) بعد نکاح کے بھی مالک اپنی لونڈی کو سفر میں اپنے ہمراہ لیجا سکتا ہے اگرچہ اسکا شوہر راضی نہ ہو

(۱۵) جس لونڈی کا نکاح ہو گیا ہو وہ اگر آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو اس نکاح کو قایم رکھے اور چاہے فسخ کر دے اور یہ فسخ قاضی کے فیصلے پر موقوف نہیں بلکہ اس کی ناراضگی ظاہر کرتے ہی نکاح فسخ ہو جائے گا یہ اختیار سکوت سے باطل نہ ہوگا تا وقتیکہ صریح طور پر رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کر دے اسے اختیار حاصل رہے گا نیز اگر اس کو مسئلہ نہ معلوم ہو یعنی یہ نہ جانتی ہو کہ لونڈی کو بعد آزاد ہو جانے کے نکاح سابق کے قایم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہو جاتا ہے اور اس نہ جاننے کے سبب سے اس نے اپنی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی ہو تو یہ نہ جاننا شرعاً عذر سمجھا جائے گا اور بعد مسئلہ معلوم ہونے کے اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کرے گی گو کتنا ہی زمانہ گذر گیا ہو نکاح فسخ ہو جائے گا ہاں جس مجلس میں یہ مسئلہ اسے معلوم ہوا ہے اس مجلس سے اگر بغیر رضامندی ظاہر کیے ہوئے اٹھ ہو جائے گی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔

(۱۶) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی ہی بیٹی کے ساتھ کر دے اور اس کا کوئی وارث سوا اس بیٹی کے نہ ہو تو جسوقت وہ مر جائے گا اور وہ غلام وراثۃً اس بیٹی کی ملک میں آجائے گا اسی وقت فوراً وہ نکاح فاسد ہو جائیگا۔ ہاں اگر وہ غلام مدبر ہو تو نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے مالک کے مرتے ہی آزاد ہو جائے گا اسکی بیٹی کی ملک میں نہ آئے گا، اسی طرح اگر وہ غلام مکاتب[ع] ہو تب بھی نکاح فاسد نہ ہوگا، کیونکہ مکاتب میں غلامی کی حیثیت کامل نہیں ہوتی، ہاں اگر وہ مکاتب زر کتابت کے ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور پھر اپنی اصلی حالت

ع مکاتب کی تعریف تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یعنی اس سے جس قدر روپیہ طے ہوا ہو اس روپیہ کو زر کتابت کہتے ہیں۔ چونکہ اہل عرب کا دستور تھا کہ اس معاملہ کو لکھ لیا کرتے تھے اس لیے بھی اس کا نام پڑ گیا ۱۲

Marfat.com

غلامی میں عود کر جائے تو البتہ نکاح فاسد ہو جائے گا۔

(۱۷) اگر کوئی آزاد عورت جو کسی غلام کے نکاح میں ہو اپنے شوہر کے مالک سے کہے کہ تو اس غلام کو میری طرف سے ایکہزار روپیہ میں آزاد کر دے اور وہ آزاد کر دے تو فوراً نکاح فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں گویا وہ غلام اس شخص نے ایکہزار روپے کے عوض میں اس عورت کے ہاتھ بیچا پھر گویا اسکی طرف سے وکالتاً اسے آزاد کیا ہاں اگر وہ عورت یہ نہ کہے تو ایکہزار میں بلکہ صرف اسی قدر کہے کہ اسکو میری طرف سے آزاد کر دے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور یہ آزادی اس عورت کی طرف سے نہ سمجھی جائے گی۔

(۱۸) جب کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کر دے تو پھر اس لونڈی سے اس کو خاص استراحت کرنا جائز نہیں ہاں جب اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے یا کسی وجہ سے نکاح فاسد ہو جائے تو پھر اس سے خاص استراحت جائز ہے مگر بعد اس امر کے معلوم کرنے کے کہ اسے حمل تو نہیں ہے۔

نابالغ بچوں کے نکاح کا بیان

نابالغ بچوں کے نکاح کے مسائل اگرچہ ضمناً کچھ اوپر بیان ہو چکے ہیں لیکن خاص طور پر ان کے احکام بیان کیئے جاتے ہیں۔

(۱) جس طرح لونڈی غلام کا نکاح بغیر اجازت مالک کے نہیں ہوتا اسی طرح نابالغ بچوں کا نکاح بغیر اجازت ان کے ولی کے نہیں ہوتا۔

(۲) نابالغ لڑکوں کو بعد بلوغ کے نکاح کے قایم رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر یہ اختیار صرف زمانۂ بلوغ تک کیلیئے ہے، اُن کو جس وقت اپنے بلوغ کا علم ہوا ہو یا بعد بلوغ نکاح کی خبر ملی اور فوراً نابالغ کا علم ہوتے ہی یا نکاح کی خبر سنتے ہی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی تو اختیار باطل ہو جائیگا، ہاں اگر عورت ثیبہ ہو تو اس کا اختیار بغیر صریح رضامندی یا نارضامندی کے باطل نہ ہوگا اس اختیار میں مسئلہ کا معلوم نہ ہونا عذر نہیں ہے حتی کہ اگر کسی نابالغ نے بوجہ اس امر کے نہ معلوم ہونے کہ نابالغ کو بعد بلوغ کے اپنے نکاح سابق

Marfat.com

قایم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اپنے نکاح کی خبر سنکر سکوت کیا تو اس سکوت سے بھی اسکا اختیار باطل ہوجائے گا۔ یہ اختیار جس طرح عورت کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح مرد کو بھی حاصل ہوتا ہے اور مرد کا اختیار ثیبہ عورت کی طرح بغیر صریحی رضامندی یا آثار رضامندی ظاہر کیے ہوئے باطل نہیں ہوتا۔

ہاں اگر یہ نکاح باپ نے یا دادا نے کیا ہو تو پھر بلوغ کے بعد اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر یہ نابالغ کوئی غلام یا لونڈی ہو اور اس کے مالک نے اس کا نکاح کیا ہو تو اسکو بھی بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص مجنون ہوگیا ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور بحالت جنون اس کا نکاح اس کے بیٹے نے کر دیا ہو تو اس مجنون کو بعد زوال جنون کے اس نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں ہے (در المختار جلد ۲ صفحہ ۳۲)

اور اگر یہ لوگ معاملات میں غلطی کرنے اور دھوکا کھانے میں مشہور ہوں یا یہ نکاح انھوں نے نشے میں کر دیا ہو تو باپ دادا اور بیٹے کے کیے ہوئے نکاح میں اختیار حاصل ہے کا عمر لاگ کے کیے ہوئے نکاح کے فسخ کا اس صورت میں بھی اختیار نہیں ہے۔

(۳) باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی اگر کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے کر دے تو یہ نکاح صحیح نہوگا ہاں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح اس حالت میں بھی صحیح ہوگا بلکہ لازم ہوگا یعنی فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

یہانتک تو مسلمانوں کے نکاح کے احکام تھے جو بیان کیے گئے۔ اب کچھ تھوڑے سے مسائل کافروں کے نکاح کے متعلق بھی بیان کیے جاتے ہیں اگرچہ ان مسائل کی زیادہ ضرورت اسوقت تھی جب اسلام کی حکومت تھی غیر مذاہب کے لوگ اپنے مقدمات وغیرہ اسلام کے قاضیوں اور حاکموں کے سامنے پیش کرتے تھے اور اب ان کی چنداں ضرورت نہیں رہی لیکن بغرض تحصیل علم کے اور نیز اس وجہ سے کبھی زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں مسلمان ہوجاتے ہیں اور ان کو اپنے نکاح سابق کا حکم قواعد اسلامیہ کے موافق دریافت کرنا ہوتا ہے اور اس قسم کی بھی کبھی اور ضرورتیں بھی پیش آتی ہیں لہذا بقدر ضرورت کافروں کے نکاح کے مسائل بھی لکھے جاتے ہیں۔

کافروں کے نکاح کا بیان

(۱) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں ازروئے شریعت صحیح ہیں وہ کافروں کیلئے بھی صحیح ہیں[عہ] (درمختار وغیرہ)

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ کسی کافر کی بی بی سے جنہیں قواعد شرعیہ کی رو سے نکاح صحیح ہوگیا ہو، کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز نہیں اگرچہ وہ عورت ان کافروں میں سے ہو جن کے ساتھ مسلمانوں کو نکاح کرنا جائز ہے یعنی اہل کتاب۔

دوسرا نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر زوجین ایک ہی وقت میں مسلمان ہو جائیں تو اسی نکاح سابق پر قائم رکھے جائیں گے جدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۲) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں ناجائز ہے بوجہ کسی شرط صحت نکاح کے نہ پائے جانے کے وہ کافروں کے لیے جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہوں۔

نتیجے اس مسئلہ کے بھی وہی ہیں جو پہلے مسئلہ کے تھے مثال کسی عیسائی یا یہودی نے اپنے ہم مذہب عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح میں ازروئے شریعت اسلامیہ کوئی شرط صحت نکاح نہ پائی گئی مگر شریعت عیسوی یا موسوی میں وہ نکاح بہمہ وجوہ صحیح ہے تو ایسی صورت میں کوئی مسلمان یہ سمجھ کر کہ اسکا نکاح تو ہمارے نزدیک صحیح نہیں اسکی بی بی سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے اور ان دونوں زوجین کو اگر خدا ہدایت کرے اور مسلمان ہو جائیں تو اسی سابق نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے۔

(۳) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں بوجہ عدم صلاحیت محل کے ناجائز تھا وہ ان کے لیے جائز رکھا گیا ہے یعنی صحیح ہے (ردالمحتار وغیرہ)

اس مسئلہ کے بھی دو نتیجے ہیں اول یہ کہ ایسی منکوحہ سے اگر کوئی مسلمان نکاح کرے تو ناجائز ہے دوم یہ کہ اگر کوئی شخص ایسے زوجین پر بوجہ اس نکاح کے تہمت زنا کی لگائے تو اسپر حد قذف[عہ] جاری ہوگی۔

عہ امام مالکؒ اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہیں، حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ترجمہ:۔ عورت اسی ابولہب کی اٹھانیوالی کانٹوں کی پس اگر یہ نکاح ناجائز ہوتا تو ابولہب کی منکوحہ کو حق تعالیٰ اس کی عورت نہ فرماتا آخیر کے دونوں مسئلوں میں بھی غالباً امام مالکؒ مخالف ہوں گے ۱۲

عہ قذف کے معنی کسی پاکدامن کو تہمت زنا کی لگانا، ایسے شخص کی سزا شریعت میں اسی درہ ہیں اسی کو قذف کہتے ہیں ۱۲

Marfat.com

کی جائیگی۔ یہ نتیجہ صرف اسی زمانہ کے ساتھ خاص تھا جب اسلام کی سلطنت تھی اور قوانین اسلام پر عمل کیا جاتا تھا۔ یہ نتیجہ پہلے دونوں مسئلوں میں بھی ہے (درمختار وغیرہ)

اس مسئلہ میں یہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا کہ اگر زوجین بتوفیق خداوندی مسلمان ہو جائیں تو بھی نکاح انکیں باقی رکھا جائیگا، مسلمان ہو جانیکے بعد اس نکاح پر وہ قایم نہ رہ جائیں گے اور نہ اب جدید نکاح بوجہ عدم صلاحیت محل کے جائز ہوگا مثال کسی یہودی نے اپنی ماں سے نکاح کر لیا تو اب اس کی ماں سے کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور اگر اس یہودی یا اسکی ماں پر کوئی شخص اس نکاح کے سبب سے زنا کا الزام لگاتا تو اسلامی شریعت کی رو سے قذف کی سزا دیجاتی ہاں اگر یہ دونوں مسلمان ہو جائیں تو یہ نکاح قایم نہ رہے گا۔

(۴) جس نکاح پر کفار بعد اسلام کے قایم نہ رکھے جائیں اس نکاح میں زوجین باہم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور جسپر قایم رکھے جائینگے اس میں وارث ہو سکتے ہیں یہی صحیح ہے (ردالمختار)

(۵) اگر کفار مسلمانوں میں کسی کو حکم بنا کے اپنا نکاح فسخ کرانا چاہیں تو وہ نکاح اگر وہی ہو جسکا بیان تیسرے نمبر میں ہوا تو وہ حکم ان دونوں میں تفریق کرا دے اور جو زوجین میں سے کوئی ایک کسی مسلمان کو حکم بنا کے تفریق کا خواستگار ہو تو اس صورت میں وہ حکم تفریق کا حکم نہیں دے سکتا کیونکہ مسلمانوں کو اس امر سے منع کر دیا گیا ہے کہ وہ کسی کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کریں، ہاں اگر کوئی خود ان سے دست اندازی کی استدعا کرے تو البتہ انھیں دست اندازی جائز ہے اور اس صورت میں چونکہ یہ معاملہ دو آدمیوں سے متعلق ہے اور ان میں سے صرف ایک نے دست اندازی کی استدعا کی ہے لہذا ایسی حالت میں از روئے شریعت کسی کو دست اندازی کا حق حاصل نہیں ہے۔

(۶) اگر کافر زوجین میں سے صرف ایک آدمی مسلمان ہو جائے تو دوسرے کو بھی اسلام کی ترغیب دیجائے اور اس سے مسلمان ہونیکے لئے کہا جائے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو بہتر ہے نکاح سابق بدستور قایم رہے گا اور اگر وہ مسلمان ہو جانے سے انکار کر دے تو قاضی ان دونوں

عہ درمختار کے بعض محشیوں سے اس مقام پر غلطی ہوئی ہے انھوں نے لکھدیا ہے کہ اگر اس لڑکے کو [illegible] تو اس ماں پر اسلام پیش دیا جائے گا بلکہ قاضی وہیں متفرق کرکے نکاح فسخ کر دے گا۔

کے درمیان میں تفریق کرادے یہ سب صورتیں اسوقت ہیں جبکہ زوجین عاقل و بالغ ہوں اور اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو عاقل و بالغ ہے اور اگر مسلمان نہیں ہو تو وہ عاقل و بالغ نہیں ہے وہ بھی اس صورت میں اسکے سن تمیز کا انتظار کیا جائے گا جب سن تمیز کو پہنچ جائے گو بالغ نہ ہو اسوقت اسپر اسلام پیش کیا جائے اگر مسلمان ہو جائے تو وہی نکاح سابق قایم رہیگا ورنہ تفریق کرادی جائے اور اگر وہ نابالغ مجنون ہو تو پھر اسکے سن تمیز کا انتظار نہ کیا جائے گا بلکہ اس کے والدین پر اگر وہ زندہ ہوں گے تو اسلام پیش کیا جائیگا انمیں سے اگر ایک بھی اسلام لے آئیگا تو نابالغ مجنون اسی کا تابع قرار دیا جائیگا اور نکاح سابق قایم رکھا جائیگا اور اگر والدین زندہ نہ ہوں تو پھر قاضی اسکی طرف سے کسی کو وصی مقرر کردے اور اس وصی کے مواجہہ میں ان زوجین میں باہم تفریق کردے۔

(۷) کافروں کی طلاق اور خلع[ع] وغیرہ صحیح ہے۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہیکہ اگر کوئی کتابی کافر اپنی بی بی کو طلاق دیدے یا اس سے خلع کرے تو اس سے دوسرا شخص جو مسلمان ہو نکاح کرسکتا ہے۔

(۸) کافروں کے ذمہ ان کی بیبیوں کا مہر اور نفقہ واجب ہے۔

نتیجے اس مسئلہ کے دو ہیں، اول یہ کہ اگر کسی قاضی کی عدالت میں کوئی کافر عورت اپنے کافر شوہر پر نان و نفقہ کا دعویٰ کرے گی تو اسکا دعویٰ مسموع ہوگا مگر یہ نتیجہ اسوقت کے مسلمانوں کو کچھ کارآمد نہیں کیونکہ نہ ان کی حکومت ہے اور نہ کوئی ان کا قاضی۔

دوسرا نتیجہ یہ ہیکہ اگر کوئی کافر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کے شوہر نے زمانہ نکاح میں اس کو نان و نفقہ نہ دیا ہو اور مہر بھی اسکا نہ ادا کیا ہو تو اس عورت کی طرف سے بعد مسلمان ہوجانے کے بھی مہر و نفقہ کا دعویٰ دائر ہوسکتا ہے اور اگر اسکا شوہر کچھ مال چھوڑ کر مرے تو یہ عورت اس شوہر کے تمام وارثوں سے زیادہ اسکے مال کا استحقاق رکھتی ہے پہلے اسکا نفقہ و مہر ادا کردیا جائے بعد اس کے وارثوں کا حق اس مال میں قایم ہوگا کیونکہ یہ عورت قرض کا دعویٰ کرتی ہے قرض کا ادا کرنا میراث پر مقدم ہے۔

ع خلع اسکو کہتے ہیں کہ عورت کچھ مال دیکے شوہر سے اپنی گلوخلاصی کرائے۔ طلاق اور خلع کے مسائل عنقریب کسی جلد میں انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

Marfat.com

(۹) کافر زوجین میں جو تفریق ہو خواہ طلاق و خلع وغیرہ کے سبب سے یا تفریق قاضی کی وجہ سے یا ان میں سے کسی کے مسلمان ہو جانیکے باعث سے یہ تمام تفریقیں طلاق کے حکم میں ہیں۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہیکہ کافرہ عورت سے بعد تفریق کے قبل عدت گذر جانیکے نکاح کرنا مسلمانکو جائز نہیں ہاں جو تفریق کہ عورت کیطرف سے ہو گی وہ طلاق کے حکم میں نہیں ہے مثال کوئی کافر مسلمان ہو گیا مگر جب اسکی عورت سے مسلمان ہو جانیکو کہا گیا اسنے انکار کر دیا ایسی صورت میں تفریق تو ہو جائیگی مگر یہ تفریق طلاق نہ سمجھی جائیگی حتیٰ کہ اگر اس عورت سے اگر وہ کتابیہ ہو کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز ہے۔

(۱۰) اگر کتابی کافروں میں سے کوئی دوسرے کتابی مذہب کو اختیار کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اس کا نکاح فسخ نہ ہو گا ہاں وہ اگر کسی ایسے مذہب کو اختیار کرے جو کتابی نہ ہو تو نکاح فسخ ہو جائیگا مثال کوئی عیسائی یہودی ہو گیا ہو تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے خارج نہ ہو گی ہاں اگر یہ آتش پرست بنجائے تو اسکی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہیکہ اگر کوئی عیسائی یہودی ہو جائے تو کوئی مسلمان یہ سمجھ کے کہ اسکی بی بی اسکے نکاح سے باہر ہو گئی ہے اس سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے ہاں اگر وہ ہندو ہو جائے تو بے تامل اس کی بی بی سے بعد عدت گذر جانیکے نکاح کی اجازت ہے۔

(۱۱) مرتد ہو جانے سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے اگر کوئی مسلمان معاذ اللہ عیسائی ہو جائے تو بلا تامل بعد عدت گذر جانیکے اسکی بی بی سے نکاح درست ہے ہاں اگر دونوں ساتھ ہی مرتد ہوے ہوں تو اس صورت میں نکاح قائم رہیگا اور پھر اگر ان میں سے کوئی شخص دوسرے سے پہلے مسلمان ہو جائے گا تو یہ نکاح فسخ ہو جائیگا اور دونوں اسلام لے آئیں تو پھر قائم رہے گا۔

یہ مسئلہ بہت خیال رکھنے کے قابل ہے بعض اوقات جاہلوں کی زبان سے ایسے کلمات نکل جایا کرتے ہیں جنسے کفر و شرک لازم آجاتا ہے اور بعض اوقات وہ کلمات ایسے صاف ہوتے ہیں کہ تو اخواہ اسکے کہنے والے کو مرتد کہنا پڑتا ہے اور اسکی بی بی اسکے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی اب جو ان میں باہم خاص استراحت ہوتی ہے وہ حرام ہے اور اولاد ولد الزنا یہ سب خرابیاں جہالت سے لازم آتی ہیں اسکا تدارک جاہلوں کیلئے کچھ نہیں سوا اسکے کہ تو بہ کا ہر وقت ورد رکھیں تاکہ اگر کسی وقت بے خبری میں کوئی کلمہ نکل جائے تو تو بہ اسکی تلافی ہو جائے

میں نے خود دیکھا ہے کہ بعض اوقات جب جاہلوں کی خلاف مرضی کوئی مسئلہ انھیں بتایا جاتا ہے تو صاف کہدیتے ہیں کہ اپنی شریعت کو طاق پر رکھو ایسی شریعت کو ہم نہیں مانتے یہ کلمات صاف کفر ہیں، بعض عالم نما جاہل آجکل یہ فساد برپا کر رہے ہیں کہ جب دو میاں بی بی میں انھیں تفریق کرانا منظور ہوتی ہے تو انمیں سے کسی سے کفر کے کلمات لکھوا دیتے ہیں معاذاللہ یہ کیسی شوخ چشمی ہے بعض لوگ جاہلوں کے خوش کرنیکو فقہا کیطرف یہ مسئلہ منسوب کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بی بی کو مغلظہ طلاق دے اور پھر اس سے تجدید نکاح چاہے بغیر اسکے کہ کسی دوسرے شخص سے اسکی بی بی کا نکاح کیا جائے اور پھر اسکی طلاق کا انتظار کیا جائے کہ وہ شخص کوئی کلمہ کفر کا اپنی زبان سے نکالدے حالانکہ فقہا کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے عورت کیا اگر جان بھی جائے تو کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا درست نہیں۔

(۱۲) مرتد مرد یا عورت کا نکاح کسی سے درست نہیں نہ کسی مسلمان سے نہ کسی کافر سے نہ کسی مرتد سے

(۱۳) اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں پانچ عورتیں ہوں تو اگر انکا نکاح ایک ہی عقد میں کیا تھا تو ان سب کا نکاح باطل ہو جائیگا اور اگر یکے بعد دیگرے انکے ساتھ نکاح کیا ہے تو جس کے ساتھ آخر میں نکاح کیا ہے اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

مثال (۱) کسی کافر نے پانچ عورتوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں نے تم سب کیساتھ اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانیکے بعد یہ سب عورتیں اس کے نکاح سے باہر جائیں گی اور یکے بعد دیگرے پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو جس عورت سے اخیر میں نکاح کیا اسکا نکاح باطل ہو جائے گا۔

(۲) کسی کافر نے دو بہنوں یا دو ماں بیٹیوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں نے تم دونوں سے اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانیکے بعد یہ دونوں اس کے نکاح سے باہر ہو جائینگی اور اگر پہلے ایک سے کیا اس کے بعد دوسرے سے کیا تو اخیر میں جس سے نکاح کیا اسی کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

نکاح کا بیان ختم ہوگیا!

تمام شد

ہر قسم کی کتب درسی و غیر درسی ... ملنے کا پتہ: سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند یو۔ پی

Marfat.com

ہر قسم کی کتب درسی وغیر درسی عربی و اردو و نیز قرآن مجید حمائلیں ملنے کا پتہ:- (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند (یو-پی)

تعز من تشاء وتذل من تشاء

جلد چہارم

علم الفقہ

جو

مسائل فقہیہ دینیہ کی تعلیم کے لئے نہایت سلیس اور عام فہم اردو زبان میں بے نظیر کتاب ہے

مرتبہ

حجۃ الاسلام امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور فاروقی مدظلہ العالی

جسکو

(مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ نے

اپنے

کتبخانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

ENTERED

ہر قسم کی درسی و غیر درسی مذہبی کتب نیز ہر قسم کے قرآن مجید سیپارے ملنے کا پتہ (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند (یو-پی)